دارالعلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ کے علما و مشائخ کے احوال و آثار پر
۱۱۵؍ برس قدیم مستند تذکرے کا عربی متن، ترجمہ، تدوین و تحشیہ

علمائے فرنگی محل

[آثارُ الاُوَلْ مِنْ عُلَمَاءِ فَرَنْگِی مَحَلْ]

طالبِ دعا محمد ساجد صدیقی

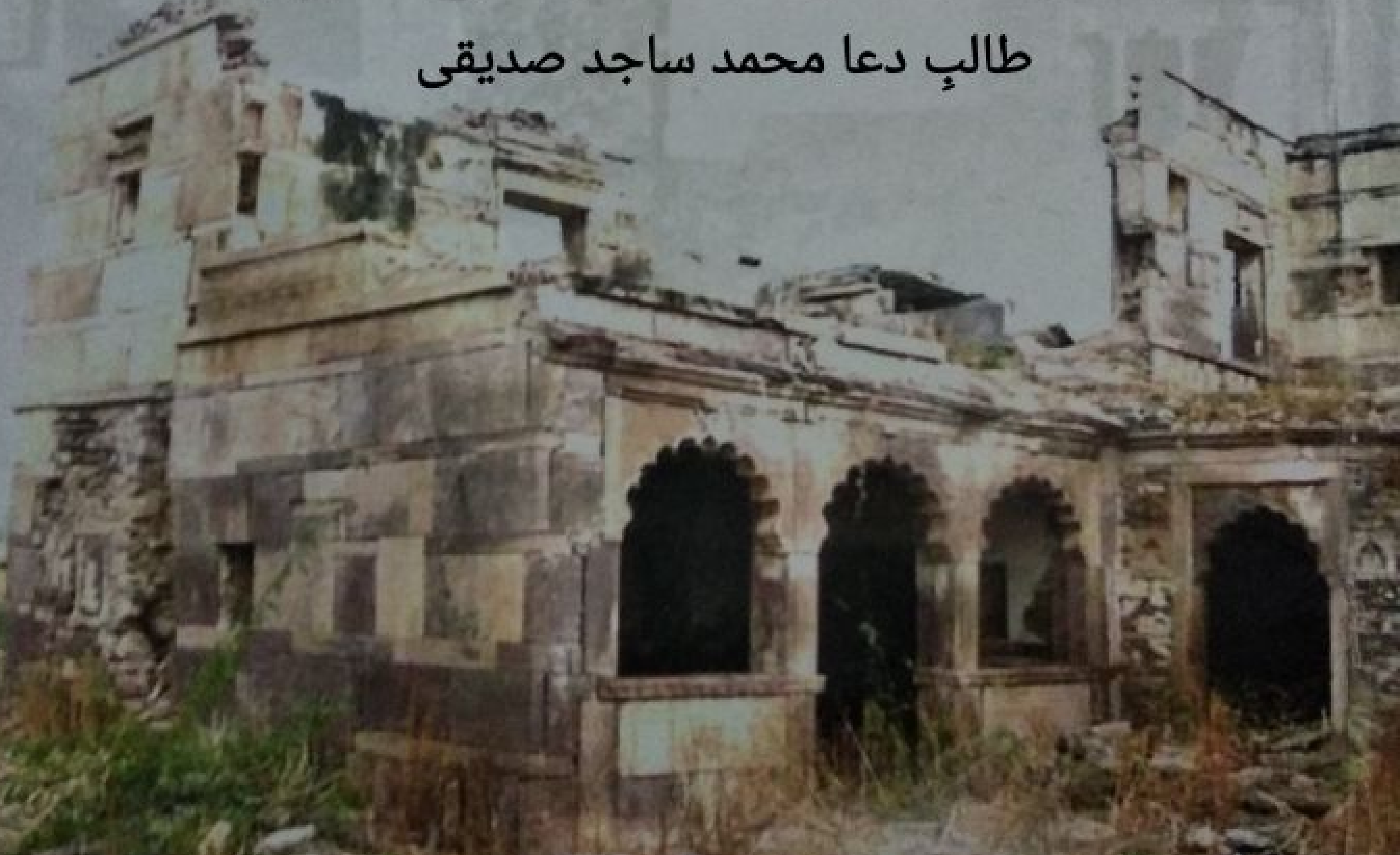

تصنیف
مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی

ترجمہ، تدوین، تحشیہ
ڈاکٹر خوشتر نورانی

دارالعلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ کے علما ومشائخ کے احوال وآثار پر
۱۱۵ر برس قدیم مستند تذکرے کا عربی متن، ترجمہ، تدوین وتحشیہ

علماے فرنگی محل

[آثارُ الأُوَل مِنْ عُلَمَاءِ فَرَنْگِیْ مَحَلْ]

تصنیف
مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی
[وفات: ۱۹۲۶ء]

ترجمہ، تدوین، تحشیہ
ڈاکٹر خوشتر نورانی

ادارۂ فکر اسلامی دھلی

فہرست

● انتساب 03
● عکس کتاب 04
● ملاحظات 19
● اظہاریہ (مترجم) 25

پہلا باب

[اسلامیان ہند کا ایک گم شدہ قائد]

37—111

● نسب 40
● ولادت 41
● تعلیم و تربیت 41
● علمی ذوق 42
● تصوف کی تعلیم اور بیعت و اجازت 43
● اجازت حدیث 44
● ازدواجی زندگی 45
● درس و تدریس 45
● بیعت وارشاد اور منصب سجادگی 47

- تصنیف وتالیف 48
- وسیع المشربی اور تعمیر ملت 51
- فرنگی محل میں ''مدرسہ عالیہ نظامیہ'' کا قیام 53
- سیاسی وملی فتوحات 58
- خلافت عثمانیہ سے جذباتی وابستگی کے اسباب 61
- پہلا سبب 61
- دوسرا سبب 61
- تیسرا سبب 61
- چوتھا سبب 62
- پانچواں سبب 62
- جنگ یونان وروم میں ترکوں کی فتح اور لکھنؤ میں جشن 62
- منٹو مارلے اصلاحات ۱۹۰۹ء کی حمایت 63
- مسلم لیگ کے مرکزی دفتر کی منتقلی 64
- خلافت عثمانیہ (ترکی) کی حمایت وتعاون 64
- جنگ طرابلس 65
- جنگ بلقان میں مولانا فرنگی محلی کے تیور 66
- انجمن ''خدام کعبہ'' کا قیام 67
- سانحہ مسجد کانپور 70
- جنگ عظیم میں حرمین کے تحفظ کی جدوجہد 72
- شریف مکہ کی بغاوت اور مولانا فرنگی محلی کی مستقبل شناسی 75
- وزیر ہند سے قضاۃ کی تقرری کے اختیارات کی کوشش 77
- مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت 79
- ''آل انڈیا خلافت کمیٹی'' کی بنیاد 80

دار العلم والعمل فرنگی محل لکھنؤ کے علما و مشائخ کے احوال و آثار پر
۱۱۵ برس قدیم مستند تذکرے کا عربی متن، ترجمہ، تدوین و تحشیہ

علمائے فرنگی محل

[آثارُ الاُوَلْ مِنْ عُلَمَاءِ فَرَنْگِیْ مَحَلْ]

تصنیف
مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی
[وفات: ۱۹۲۶ء]

ترجمہ، تدوین، تحشیہ
ڈاکٹر خوشتر نورانی

ادارۂ فکر اسلامی دہلی

©ادارۂ فکر اسلامی، دہلی

کتاب: علماے فرنگی محل [الطاف الرحمٰن فی علمائے فرنگی محل]
مصنف: مولانا محمد قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی [وفات ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء]
ترجمہ، تدوین، تحشیہ: ڈاکٹر خوشتر نورانی
صفحات: 478
پہلی اشاعت: جون 2020 (ورلڈ ویو پبلشرز لاہور)
دوسری اشاعت جولائی 2020 (ادارۂ فکر اسلامی دہلی)
ناشر: ادارۂ فکر اسلامی دہلی
تقسیم کار: مکتبہ جام نور دہلی
قیمت: -/400 روپے
Tazkeraye Ulamaye Farangi Mahal
Author:
Maulana M. Qayamuddin Abdul Bari Farangi Mahli
Translated,compiled and Annotated:
Dr.Khushtar Noorani

دست یابی کا پتہ: مکتبہ جام نور، 422 مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
فون: +91-11-23281418-23261418 موبائل: +91-9958093786
ای میل (تحقیق کار): k_noorani@yahoo.com

دبستان فرنگی محل

کے نام

متحدہ ہندوستان میں پچھلی تین صدیوں سے اب تک جس نے بھی علوم دینیہ
کی دستار فضیلت باندھی، اس کا شجرۂ تلمذ اسی دبستان علم وفن پر تمام ہوا

"آثار الاُوَل من علماءِ فرنگی محل" کے سرورق کا عکس

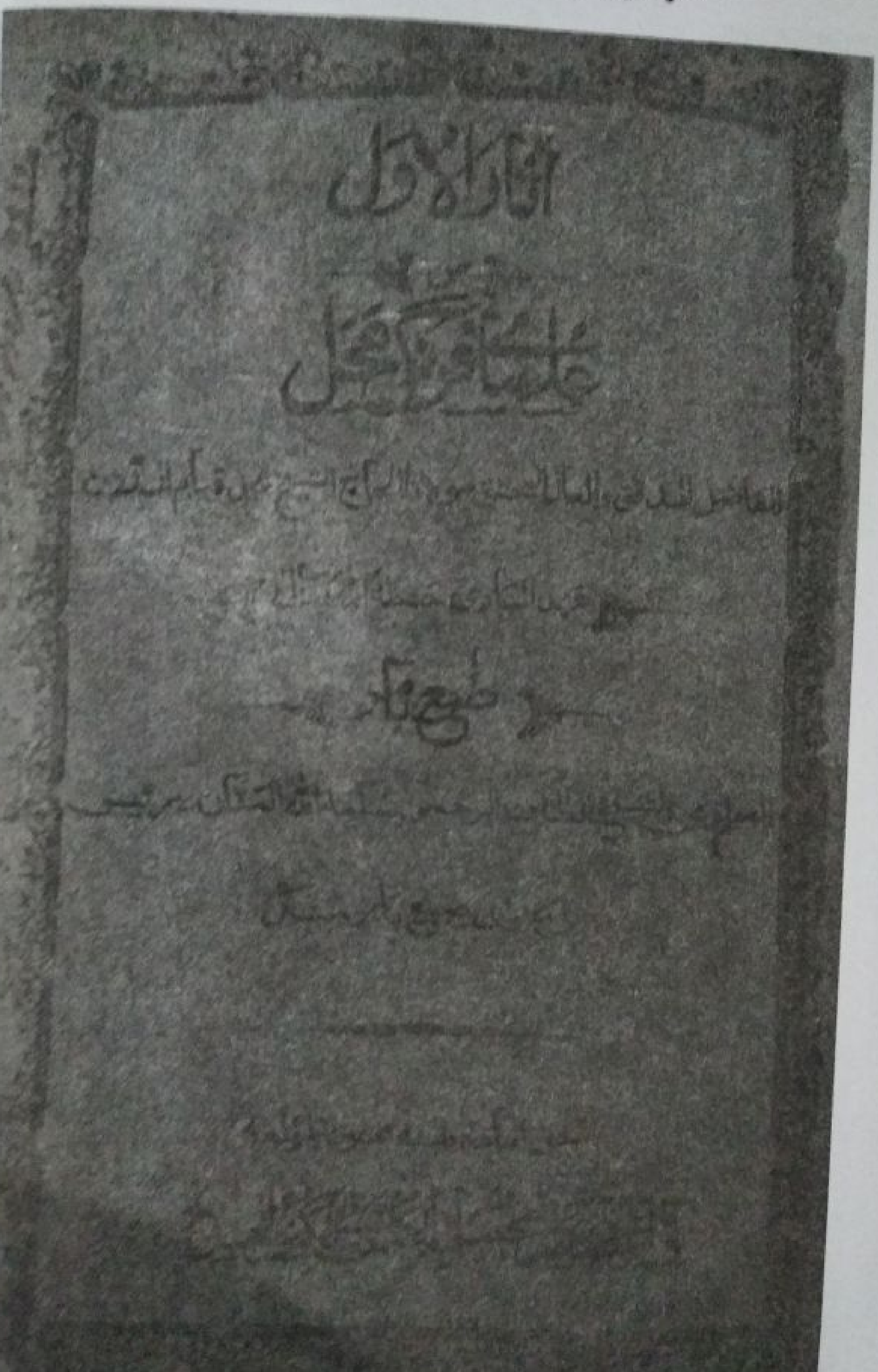

آثار الاول

من

علماءِ فرنگی محل

"الآثار الاُول من علماء فرنگی محل" کے درمیانی صفحے کا عکس

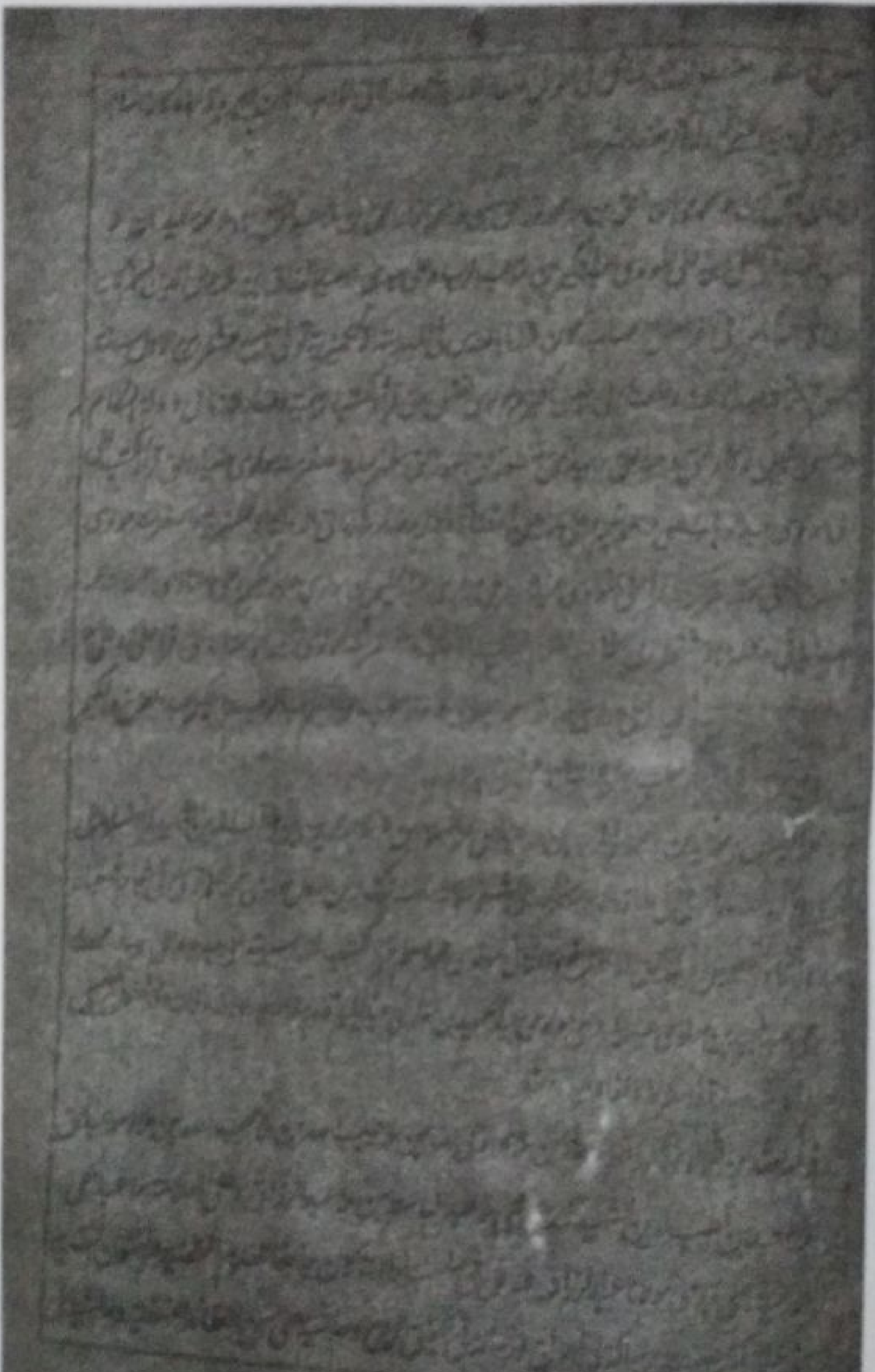

''اغاز الاوّل من علماءِ فرنگی محل'' کے آخری صفحے کا عکس

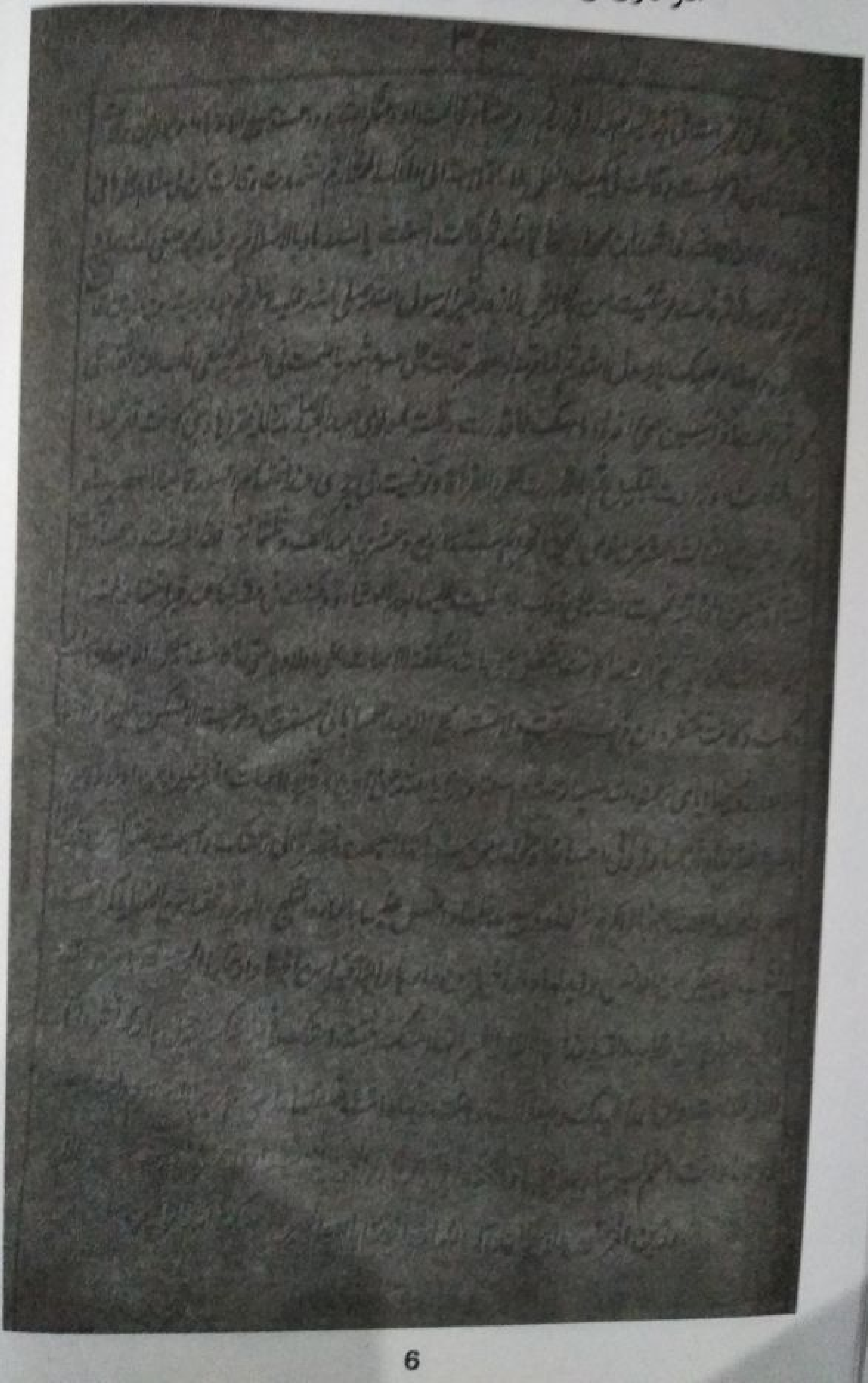

فہرست

- انتساب 03
- عکس کتاب 04
- ملاحظات 19
- اظہاریہ (مترجم) 25

پہلا باب

[اسلامیان ہند کا ایک گم شدہ قائد]

111—37

- نسب 40
- ولادت 41
- تعلیم وتربیت 41
- علمی ذوق 42
- تصوف کی تعلیم اور بیعت واجازت 43
- اجازت حدیث 44
- ازدواجی زندگی 45
- درس وتدریس 45
- بیعت وارشاد اور منصب سجادگی 47

● تصنیف وتالیف 48
● وسیع المشربی اور تعمیر ملت 51
● فرنگی محل میں ''مدرسہ عالیہ نظامیہ'' کا قیام 53
● سیاسی وملی فتوحات 58
● خلافت عثمانیہ سے جذباتی وابستگی کے اسباب 61
● پہلا سبب 61
● دوسرا سبب 61
● تیسرا سبب 61
● چوتھا سبب 62
● پانچواں سبب 62
● جنگ یونان وروم میں ترکوں کی فتح اور لکھنؤ میں جشن 62
● منٹو مارلے اصلاحات ۱۹۰۹ء کی حمایت 63
● مسلم لیگ کے مرکزی دفتر کی منتقلی 64
● خلافت عثمانیہ (ترکی) کی حمایت وتعاون 64
● جنگ طرابلس 65
● جنگ بلقان میں مولانا فرنگی محلی کے تیور 66
● انجمن ''خدام کعبہ'' کا قیام 67
● سانحہ مسجد کان پور 70
● جنگ عظیم میں حرمین کے تحفظ کی جدوجہد 72
● شریف مکہ کی بغاوت اور مولانا فرنگی محلی کی مستقبل شناسی 75
● وزیر ہند سے قضاۃ کی تقرری کے اختیارات کی کوشش 77
● مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت 79
● ''آل انڈیا خلافت کمیٹی'' کی بنیاد 80

- مسئلہ خلافت پر علمائے ہند کا فتویٰ 83
- "جمعیۃ العلماء" کا قیام 88
- ہندو مسلم اتحاد اور قربانی گاؤ 90
- یورپ میں خلافت کا وفد 96
- ابن سعود کے حملے کی مذمت اور "خدام الحرمین" کی تشکیل 99
- غروب آفتاب فضل وکمال 107

دوسرا باب

[عربی متن]

209——113

تیسرا باب

[ترجمہ عربی متن]

308——211

- مقدمہ مصنف 213
- کتب مصادر 215
- نسب نامہ 217
- ملا قطب الدین شہید سہالوی 221
- فرنگی محل کی وجہ تسمیہ 224

____الف____

[1] ملا محمد اسعد 225

[2] ملا احمد عبد الحق 225

[3] ملا احمد انوار الحق 227

[4] ملا اسرار الحق 228

[5] ملا امین الحق 229
[6] ملا محمد احمد 229
[7] ملا ازہار الحق 229
[8] مفتی احمد ابوالرحم 230
[9] ملا محمد اکبر 230
[10] مفتی محمد اصغر 230
[11] ملا امین اللہ 231
[12] ملا اسد اللہ 231
[13] ملا احمد حسین 232
[14] ملا محمد اسحٰق 232
[15] ملا امان الحق 233
[16] ملا محمد اکرم 233
[17] ملا افہام اللہ 234

ـــــ ب ـــــ

[18] ملا برہان الحق 235

ـــــ ج ـــــ

[19] ملا جمال الدین احمد 236

ـــــ ح ـــــ

[20] ملا محمد حامد 237
[21] ملا حسن 237
[22] ملا محمد حبیب اللہ 238

[23] ملا محمد حیدر 239
[24] ملا حبیب اللہ 241
[25] ملا حفیظ اللہ 242
[26] ملا ابوالحسن محمد صالح 243

خ

[27] ملا خلیل اللہ ابن غلام یحییٰ 244
[28] ملا خلیل اللہ ابن حفیظ اللہ 244
[29] ملا خادم احمد 245
[30] ملا خیر اللہ 246

ر

[31] ملا محمد رضا 247
[32] ملا رحمت اللہ 247

س

[33] ملا محمد سعید 249
[34] ملا سلام اللہ 249
[35] ملا سراج الحق 250
[36] ملا سعد الدین 250

ص

[37] ملا محمد صفدر 251
[38] ملا صمصام الحق 251

ظ

[39] ملا ظہور الحق 252
[40] مفتی ظہور اللہ 252

[41] ملا ظہور علی 253
[42] ملا ظہور الحسن 254

ع

[43] ملا علاء الدین 255
[44] ملا عبد العزیز ابن ملا سعید 255
[45] ملا عبد القدوس 256
[46] ملا عبد الرحیم 256
[47] ملا عبد الوہاب ابن عبد الرحیم 256
[48] ملا عبد الاحد شمشاد 257
[49] ملا عبد العزیز ابن عبد الرحیم 257
[50] ملا عبد السلام محمد بقا 257
[51] مفتی عبد القیوم محمد قائم 258
[52] مفتی عبد القادر 258
[53] ملا عبد الوالی 258
[54] ملا عزیز اللہ 259
[55] ملا علی محمد 259
[56] ملا عبد الباقی 260
[57] ملا عبد الہادی 261
[58] ملا عبد الرزاق 262
[59] ملا عبد الباسط 263
[60] ملا عبد الوہاب 264
[61] ملا عبد الرؤف 265
[62] مولانا محمد قیام الدین عبد الباری 265

253	[63]	ملا عبدالحلیم	269
254	[64]	مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی	271
	[65]	بحرالعلوم ملا عبدالعلی	276
255	[66]	ملا عبدالاعلیٰ	277
255	[67]	ملا عبدالواحد	278
256	[68]	ملا عبدالواجد	278
256	[69]	ملا عبدالنافع	279
256	[70]	ملا عبدالجامع	279
257	[71]	ملا عبدالرحمن	279
257	[72]	ملا محمد عبدالغفار	279
257	[73]	ملا عبدالعلی مکنی بابی تراب	280
258	[74]	ملا عبدالرب	280
258	[75]	ملا عبدالحکیم	281
258	[76]	ملا عبدالحلیم ابوالحیا	281
259	[77]	ملا عبدالخالق	281
259	[78]	مولوی محمد عبدالغنی	282
260	[79]	ملا عبدالمجید ابوالغنا	282
261	[80]	مولوی عبدالرشید	282
262	[81]	حافظ عبدالماجد	282
263	[82]	ملا عبدالحمید	283
264	[83]	ملا عبادالحق	283
265	[84]	ملا عظمت اللہ	284
265	[85]	ملا علیم اللہ	284

غ

[86] ملا غلام مصطفیٰ 285
[87] ملا غلام دوست محمد 285
[88] ملا غلام یحییٰ 286
[89] ملا غلام ذکریا 286
[90] ملا غلام محمد 287
[91] ملا محمد غضنفر 287

ف

[92] ملا ابوالفضل 288
[93] ملا فضل اللہ 288

ق

[94] مولانا قطب الدین 289

ک

[95] ملا ابوالکرم 290
[96] ملا کرامت اللہ 290

ل

[97] ملا لعان الحق 292

م

[98] ملا مراد اللہ 294
[99] ملا محب اللہ 294
[100] ملا محمد مبین 295
[101] ملا محمد معین 295
[102] ملا محمد مہدی 296

ـــــــ ن ـــــــ

[103] ملا نظام الدین محمد 297

[104] ملا نور الحق 298

[105] ملا نظام الحق 298

[106] ملا حکیم نصیر الحق 299

[107] ملا نور اللہ 299

[108] ملا نعمت اللہ 300

[109] ملا محمد نعیم اللہ 301

[110] ملا نظام الدین ابن علام یحییٰ 302

[111] ملا محمد نعیم 303

ـــــــ و ـــــــ

[112] ملا محمد ولی 304

[113] ملا ولی اللہ 304

ـــــــ ی ـــــــ

[114] مفتی محمد یعقوب 307

[115] مفتی محمد یوسف ابن محمد اصغر 307

[116] مفتی محمد یوسف ابن محمد قاسم 308

[متن میں بعض علما کا ضمنی تذکرہ]

- مولوی محمد یوسف 232
- مولوی محمد عیسیٰ 233
- مولوی محمد یعقوب 232

● مولوی رعایت اللہ 239
● مولوی عبداللہ 245
● مولوی مسیح اللہ 245
● ملا افضل حسن 254
● ملا محمد ابراہیم 260
● مولوی شرافت اللہ 290
● مولوی ہدایت اللہ 291
● مولوی سلامت اللہ 291
● مولوی عنایت اللہ 291
● ملا شمس الحق 292
● ملا وہاج الحق 292
● ملا امتیاز الحق 293
● ملا احمد اللہ 300
● ملا برکت اللہ 300
● ملا احسان اللہ 301
● ملا مجیب اللہ 302
● ملا محب اللہ 302
● ملا انعام اللہ 305
● ملا افضال اللہ 306
● ملا صفی اللہ 306

[والدۂ ماجدہ]

309—314

چوتھا باب

[حواشی و تعلیقات]

315——421

ضمیمہ

[تعارف کتب مصادر]

423——433

وضاحتی اشاریہ

435——474

- اشخاص 437
- اسمائے کتب 458

کتابیات

475——478

ملاحظات

[اس تذکرے کے مطالعے سے قبل مندرجہ ذیل ملاحظات کا مطالعہ مفید ہوگا]

ایک سو پندرہ سالہ قدیم اس مستند تذکرے کے عربی متن کے اردو ترجمے، اس کی تدوین، ترتیب، تحقیق اور ان پر حواشی و تعلیقات کے حوالے سے اصولِ تحقیق و تدوینِ متن کی روشنی میں تحقیق کار نے مندرجہ ذیل کام انجام دیے ہیں:

● مصنف نے اس تذکرے کا نام آثار الاول من علماء فرنگی محل رکھا تھا۔ موجودہ عہد میں اس نام کی تفہیم اور ادائیگی آسان نہیں ہے، اس لیے راقم نے مذکورہ نام کے آخری حصے کو کتاب کا عرفی نام ”علمائے فرنگی محل“ رکھ دیا ہے۔

● ”آثار الاول“ کی پہلی اشاعت ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں ”مطبع مجتبائی“، لکھنؤ سے ہوئی۔ اس کے بعد یہ شائع نہیں ہو سکی۔ راقم کو اسی اشاعت کے متعدد نسخے رضا لائبریری رام پور، کتب خانہ قادریہ بدایوں، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اور مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ملے۔ ان تمام مطبوعہ نسخوں کی مدد سے اس کے عربی متن کو مرتب و مدون کیا گیا اور پھر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

● کتاب کی اشاعت کے بعد عربی متن میں اچھی خاصی غلطیاں رہ گئی تھیں، اس لیے مصنف نے کتاب کے آخر میں ایک صفحے میں ”اغلاط نامہ“ شائع کیا تھا، جس میں صفحہ و سطر کی قید کے ساتھ ایک کالم میں اغلاط اور اس کے متوازی دوسرے کالم میں تصحیح درج کی گئی تھی۔ تحقیق کار نے

"اغلاط نامہ" کے مطابق اصل مقام پر تصحیح کر دی ہے، اس لیے "یہ اغلاط نامہ" شائع نہیں کیا ہے۔ تاہم اس "اغلاط نامہ" کے باوجود کافی غلطیاں باقی رہ گئی تھیں، جن کی ترتیب جدید اور ترجمے کے دوران اس طور پر تصحیح کی گئی ہے کہ متن میں اغلاط کتابت کو علی حالہ باقی رہنے دیا گیا ہے اور اس کے بعد اس بریکٹ [ ] کے اندر تصحیح درج کر دی گئی ہے۔

- مصنف نے کتاب کی کوئی فہرست مرتب نہیں کی تھی، موجودہ تحقیقی اسلوب کے پیش نظر اس تذکرے کی فہرست مرتب کی گئی ہے۔
- مصنف نے یہ کتاب کسی کے نام معنون نہیں کی تھی، کتاب کے موضوع کی مناسبت سے اس کی ترتیب جدید، تحقیق، تدوین اور ترجمے کے بعد اس کو "دبستان فرنگی محل" کے نام منسوب کیا گیا ہے۔
- مصنف نے یہ تذکرہ الف بائی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا ہے، تاہم شخصیات کے تذکروں میں یہ ترتیب برقرار نہ رہ سکی، جیسے "حرف الف" کے تحت ملا محمد اکبر کے بعد ملا محمد اصغر کا ذکر ہے، جب کہ اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مصنف نے علما کے تذکروں میں الف بائی ترتیب کے ساتھ نسبی رشتے کا بھی لحاظ رکھا ہے، چوں کہ ملا اکبر، ملا اصغر کے بڑے بھائی ہیں، اس لیے ان کا ذکر پہلے کیا ہے۔ اسی طرح بعض مقامات پر الف بائی ترتیب کا بالکل بھی لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، جیسے ملا ابوالکرم کا تذکرہ الف میں ہونا چاہیے تھا، مگر اسے "حرف کاف" کے تحت درج کیا گیا ہے۔ تحقیق کار نے مصنف کی اس ترتیب کو علی حالہ باقی رہنے دیا ہے۔
- عربی متن اور اس کے اردو ترجمے میں ہر شخصیت کے تذکرے کے آغاز سے قبل، تحقیق کار نے جدید تذکرہ نگاری کے مروجہ اسلوب کے پیش نظر بطور عنوان (ہیڈنگ) ان کا نام اور اس کے نیچے ان کے سنین وفات کا اضافہ کیا ہے، جب کہ اصل کتاب میں مصنف نے صرف ان کے نام کے ذکر پر اکتفا کیا تھا۔ واضح رہے کہ عربی متن میں سنہ وفات ہجری اور اردو ترجمے میں عیسوی درج کیا گیا ہے۔
- حواشی و تعلیقات کی کثرت اور طوالت کے پیش نظر مصنف کے عربی متن اور اس کے اردو

ترجمے کے بعد علیحدہ طور پر حواشی و تعلیقات کو درج کیا گیا ہے، یعنی پہلے ۱۱۶؍ شخصیات کے احوال پر مشتمل عربی متن ہے، اس کے بعد اس کا اردو ترجمہ، پھر حواشی و تعلیقات کو شامل کیا گیا ہے۔

- مصنف کے عربی متن اور اس کے اردو ترجمے میں ہر شخصیت کے تذکرے کے آغاز میں نمبر شمار دیا گیا ہے، جس کا سلسلہ نمبر [1] سے شروع ہو کر علی الترتیب [116] تک پہنچتا ہے۔ تحقیق کار کو جس شخصیت کے تذکرے کے ذیل میں حاشیہ تحریر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، متن میں دیے گئے اسی مخصوص نمبر شمار کے تحت حاشیہ لکھا ہے۔
- تحقیق کار نے تدوین و ترتیب اور ترجمہ متن کے ضمن میں کسی بھی عبارت کا اضافہ کیا ہے وہاں اس بریکٹ [ ] کے اندر کیا ہے، یہ بریکٹ اس بات کی علامت ہے کہ متن کے درمیان اضافہ یا تصحیح تحقیق کار کی جانب سے کی گئی ہے۔

عربی متن کا اردو ترجمہ کرنے میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ نہ وہ بالکل لفظی ہو اور نہ ہی متن سے زیادہ۔ ترجمے کے دوران جملے کو مربوط کرنے کے لیے اگر کہیں متن سے زائد الفاظ آ گئے ہیں تو انھیں بھی اس بریکٹ [ ] کے اندر درج کیا گیا ہے، یہ بریکٹ اس بات کی علامت ہے کہ یہ مترجم کے اضافی الفاظ ہیں۔

- بعض مقامات پر اگر توضیح متن کی ضرورت محسوس ہوئی ہے تو وہاں متن کے نیچے ''فٹ نوٹ'' کے طور پر حواشی لکھے گئے ہیں، ایسے تمام حواشی تحقیق کار کی جانب سے ہیں۔
- زمانہ قدیم کے مروج اسلوب اور طریقے کے مطابق متن میں تمام شخصیات کی ولادت و وفات کی تاریخ و سنہ، نیز دیگر سنین بھی سنہ ہجری کے حساب سے درج ہیں، ایسے تمام تاریخ و سنین کے برابر میں اس بریکٹ [ ] کے اندر ہجری تاریخ و سنہ سے مطابقت کر کے عیسوی تاریخ و سنہ لکھا گیا ہے۔
- سنہ ہجری اور عیسوی کے درمیان مطابقت کے لیے تحقیق کار نے دو ویب سائٹس کی مدد لی ہے، ایک Islamic Finder کی ویب سائٹ (www.islamicfinder.org) اور دوسری (www.islamicity.org)، ان کے سوفٹ ویئر بنانے والوں نے لکھا ہے کہ ان

کے Conversion میں کبھی ایک دن کا فرق ممکن ہے۔

● متن میں جن شخصیات کے سنین وصال کا ذکر نہیں ہے، اگر وہ معاصر تذکروں یا کہیں اور دستیاب ہو سکے تو انھیں حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح متن میں شخصیات سے متعلق کوئی اہم اور قابل ذکر بات رہ گئی ہے، یا کسی بات کی وضاحت مطلوب ہے تو اسے بھی اختصار کے ساتھ حواشی میں درج کیا گیا ہے۔ مصنف نے بہت سے علما کے احوال اپنے بیان کردہ اسلوب (Pattern) کے مطابق صرف چند جملوں میں لکھ دیے ہیں، ایسے تمام مشاہیر کا حواشی میں اجمالاً مگر جامع تعارف کرا دیا گیا ہے۔

● حواشی وتعلیقات میں ہر شخصیت کے ذیل میں جن اردو، عربی اور فارسی کے معاصر اور مستند تذکروں اور مخطوطات میں ان کے احوال شامل ہیں، اُن تمام اہم اور بنیادی مطبوعہ کتب اور قلمی مخطوطے کا ذکر صفحہ نمبر اور جلد کی تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا ہے، تاکہ بیک نگاہ متعلقہ شخصیت کے احوال پر مشتمل مآخذ ومصادر آنے والے محققین اور ریسرچ اسکالرز کے سامنے آجائیں، جب کہ اُن مآخذ ومصادر کا مطبع، ایڈیشن اور سنہ اشاعت کی تفصیل ”کتابیات“ کے تحت لکھ دی گئی ہے۔

● قدیم کتب کی طرح اس تذکرے میں بھی عربی متن کے درمیان رموز واوقاف کا استعمال بالکل نہیں کیا گیا تھا، تحقیق کار نے اس کے اہتمام کی حتی الامکان کوشش کی ہے تاکہ متن کی قراءت آسان ہو سکے۔

● متن میں جہاں کہیں قرآنی آیت یا حدیث مذکور ہے، ان کا ترجمہ وتخریج کر دی گئی ہے۔

● مصنف نے جہاں کہیں بھی کسی کی چند تصنیفات وتالیفات کا ذکر کیا ہے، وہاں دو تصانیف کے درمیان ”واؤ عطف“ لگا کر کیا ہے، کیوں کہ کتاب میں پیراگرافنگ نہیں تھی، اس لیے واؤ معطوفہ کا التزام ضروری تھا، تحقیق کار نے تصانیف کے درمیان پیراگرافنگ کر کے یہ ● علامت دے دی ہے۔

● مصنف نے بعض مقامات پر حروف تہجی کی رعایت نہیں کی ہے اور نسبی قرابت کی وجہ سے ضمناً بعض حضرات کا ذکر اصل عنوان کے تحت مذکور علما کے ساتھ کر دیا ہے، ایسے حضرات کے ذکر کو ذیلی مان کر ان کے ناموں کو نمایاں کر دیا گیا ہے اور ان پر مستقل نمبر نہیں لگائے گئے ہیں،

مثلاً ''حرف میم'' کے تحت ملا علی محمد کے تذکرے کے ذیل میں ان کے صاحب زادگان کا ذکر ہوا ہے، جن میں ملا محمد ابراہیم بھی شامل ہیں، ان کو مصنف نے اصل عنوان کے تحت ذکر کیا تھا، انھیں اور ان جیسے ضمنی علما کو ذیلی عنوان کے تحت درج کر دیا گیا ہے تاکہ قاری کو حروف تہجی کی مناسبت سے کسی طرح کا خلجان نہ ہو۔

- اس طرح کے تمام ضمنی علما کی ایک الگ فہرست بنائی گئی ہے اور انھیں فہرست مشمولات میں ''متن میں بعض علما کا ضمنی تذکرہ'' کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔
- تحقیق کار نے اس کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں مصنف کا تعارف پیش کیا گیا ہے، دوسرے باب میں عربی متن، تیسرے باب میں عربی متن کے ترجمے اور چوتھے باب میں تعلیقات وحواشی مندرج کیے گئے ہیں۔
- تحقیق کار نے کتاب کے اخیر میں ایک ''ضمیمے'' کا بھی اضافہ کیا ہے، جس کے تحت عربی متن کی ابتدا میں مصنف کی ذکر کردہ ''کتب مصادر و مراجع'' کا اجمالاً تعارف لکھا گیا ہے تاکہ تاریخ علمائے فرنگی محل کے بنیادی ماخذ ومصادر کا تعارف سامنے آجائے اور ان سے استفادہ عام ہو۔
- کتاب کے اخیر میں متن کے اردو ترجمے اور حواشی وتعلیقات کا تفصیلی اشاریہ (Index) مرتب کیا گیا ہے، جو شخصیات اور اسمائے کتب پر مشتمل ہے۔
- حرف میم کے تحت (تذکرہ نمبر 84 میں) ملا علیم اللہ کا ذکر اصل کتاب کے اندر متن میں شامل نہیں ہے بلکہ کتاب کے اخیر میں ''تصحیح اغلاط'' میں دیا گیا تھا، جسے اب اصل متن میں شامل کرلیا گیا ہے۔
- حرف ظا کے تحت مصنف نے ملا ظہور علی کے صاحب زادگان ملا ظہور الحسن اور ملا افضل حسن کا ذکر ایک ساتھ کیا تھا، کیوں کہ پہلے بیٹے الف بائی ترتیب کے مطابق ''حرف ظا'' کے تحت آرہے تھے، تاہم دوسرے نہیں، ان دونوں کے تذکرے کو علیحدہ کر کے پہلے کو اصل عنوان اور تذکرہ نمبر 42 کے تحت کر دیا گیا اور دوسرے کو بغیر تذکرہ نمبر کے ذیلی عنوان کے تحت مندرج کیا گیا ہے۔

□□□

اظہاریہ

یہ بات ہے ۱۹؍رجب ۱۱۰۳ھ/ ۲۷؍مارچ ۱۶۹۲ء کی، جب قصبہ سہالی (ضلع بارہ بنکی، اتر پردیش) کے کچھ شرپسندوں نے اپنے وقت کے بے نظیر عالم معقولات و منقولات ملا قطب الدین سہالوی کو ان کے محل سرا میں گھس کر بے دردی سے شہید کر ڈالا، وہ اس وقت طالبان علوم نبوی کو درس دینے میں مصروف تھے۔ ملا قطب کی علمی لیاقت اور دینی خدمات سے بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کافی متاثر تھا، ان کی شہادت سے بادشاہ کو کافی صدمہ پہنچا۔ اس حادثے کے بعد ملا صاحب کا کنبہ سہالی میں رہنے کو تیار نہیں تھا، ملا صاحب کے صاحب زادگان (ملا محمد اسعد، ملا محمد سعید) کی خواہش پر بادشاہ نے لکھنؤ میں فرانسیسی تاجروں کی ایک خالی کوٹھی ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۴ء میں انھیں الاٹ کر دی، یہ کوٹھی "حویلی فرنگی" کہلاتی تھی اور سرکاری ملکیت کا حصہ تھی۔ اس طرح ملا قطب کا مختصر لٹا ہوا کنبہ سہالی سے ہجرت کر کے ۱۶۹۴ء میں لکھنؤ کی حویلی فرنگی میں آبسا۔ یہاں سے خانوادۂ ملا قطب کی ایک نئی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے، جسے آگے چل کر "خانوادۂ فرنگی محل" کے نام سے پوری دنیا میں جانا گیا۔

اس نئی تاریخ کے بنیاد گزار ملا قطب کے تیسرے صاحب زادے استاذ الہند ملا نظام الدین محمد (ف: ۱۷۴۸ء) ہیں۔ ملا قطب کا مختصر کنبہ جب حویلی فرنگی میں آکر آباد ہوا تو اُس وقت آپ کی عمر صرف سولہ برس کی تھی۔ بڑے ملا محمد اسعد بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے پاس دکن میں تھے۔ دوسرے ملا محمد سعید اپنے مظلوم گھر والوں کو حویلی فرنگی میں چھوڑ کر بادشاہ کی خدمت میں دکن چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ اب اس کنبہ (جو دادی، والدہ، دو بھاوجوں اور تین خورد سال

بھتیجوں اور ایک چھوٹے بھائی پر مشتمل تھا) کی ساری ذمہ داریاں مولانا نظام الدین کے کاندھوں پر آ گئیں۔ بات اتنی آسان نہیں تھی، کنبے کی کفالت، ہزاروں مربع گز میں پھیلی فرنگی محل کی جائیداد کی حفاظت، اپنی تعلیم کی تحصیل اور تکمیل کی جد و جہد اور اپنے خورد سال بھتیجوں اور چھوٹے بھائی کی پرورش و پرداخت اور ان کی تعلیم و تعلم کے انتظامات۔ کوئی اور ہوتا تو اس گونا گوں گراں باری میں زندگی کی کشاکش سے ہار گیا ہوتا، مگر قدرت نے ملا نظام کے ہاتھوں متحدہ ہندوستان میں اسلام کی علمی وراثت میں انقلاب برپا کرنا لکھا تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اٹھارویں صدی کے آغاز میں جب اس نے فرنگی محل میں مسند تدریس لگائی تو کسی کو نہیں معلوم تھا کہ قسام ازل نے اس نوجوان کو علوم دینیہ کی تدریس کی تاجوری اور بادشاہت عطا کی ہے۔ دینی نصاب اس کے نام پر استعارہ بن کر "درس نظامی" کہلائے گا اور اب کے بعد اس پورے جنوبی ایشیائی خطے میں جو بھی علم دین حاصل کرے گا، اس کا سلسلۂ تلمذ فرنگی محل پر تمام ہوگا۔

***

جنوبی ایشیا میں کوئی بھی خاندان سلسلۂ درس، تعداد علما اور کثرت تصانیف کے اعتبار سے فرنگی محل کی ہم سری نہیں کر سکا۔ یہ تاج خسروانہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اسی کو زیب دیتا ہے:

(۱) مورخین نے متحدہ ہندوستان میں دینی نصاب تعلیم کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے(۱):

پہلا دور ساتویں صدی ہجری سے شروع ہو کر نویں صدی ہجری پر تمام ہوتا ہے۔ اس دور کے نصاب میں فقہ اور اصول فقہ حاوی تھے۔

دوسرا دور نویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے، جب دینی نصاب میں اُس عہد کے علما مثلاً شیخ عبداللہ ملتانی، شیخ عزیز اللہ ملتانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کے ذریعے تبدیلی کی جاتی ہے۔ یہ دور دسویں صدی ہجری پر ختم ہوتا ہے۔

تیسرے دور کا آغاز دسویں صدی ہجری سے ہو کر گیارہویں پر تمام ہوتا ہے۔ اس دور میں شاہ فتح اللہ شیرازی، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی، مفتی عبدالسلام دیوی، ملا قطب الدین سہالوی اور

---

(۱) اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں، ص: ۱۲تا۱۹

شیخ محب اللہ الہ آبادی وغیرہ نے نصاب میں خاصی تبدیلی کی جو پورے ملک میں رائج ہوگیا۔

دینی نصاب تعلیم کا چوتھا دور بارہویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے، جس کی بنیاد استاذ الہند ملا نظام الدین نے رکھی اور ایسے پرزور اور مضبوط ہاتھوں سے رکھی کہ اس نصاب پر ساڑھے تین صدیاں بیت چکی ہیں، مگر اب بھی یہی نصاب رائج ہے اور معیار فضیلت بھی۔ ان ساڑھے تین سو برسوں میں اسی نصاب کو پڑھ کر بڑے بڑے علما، فقہا اور مجددین اسلام پیدا ہوئے، لیکن کسی نے بھی اس میں کلی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

(۲) ملا نظام الدین اور ان کے تلامذہ در تلامذہ کے ذریعے فرنگی محل کا علمی و درسی فیضان جنوبی ایشیا کے بیشتر ممالک (ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، سری لنکا) تک پہنچا۔ ملا نظام کے شاگرد میراں کمال الدین کے ذریعے بہار و بنگال میں۔ ملا کمال الدین سہالوی کے ذریعے صوبہ جات متحدہ (اودھ، آگرہ وغیرہ) میں۔ بحر العلوم ملا عبد العلی کے ذریعے جنوبی ہند میں۔ ملا حسن اور ملا وجیہ الدین کے ذریعے دہلی و پنجاب میں۔ یہاں تک کہ شیخ عبد الرحمن یمنی اور دیگر علما و مہاجرین مکہ و مدینہ کے ذریعے عرب میں بھی یہ سلسلہ پہنچا۔ آگے چل کر سلسلۂ فرنگی محل دیگر ذیلی سلاسلِ درس میں تقسیم ہوتا گیا، مگر وہ سب اصلاً رشتۂ فرنگی محل سے ہی منسلک رہے۔ مثلاً ”سلسلۂ خیر آباد“ کو ہی لے لیں، ملا کمال الدین سہالوی کے شاگرد ملا اعلم سندیلوی، ان کے شاگرد ملا عبد الواجد خیر آبادی اور ان کے شاگرد مولانا فضل امام خیر آبادی (ف: ۱۸۲۹ء) ہوئے، اس طرح درس گاہِ خیر آباد کا سلسلۂ تلمذ بھی فرنگی محل پر منتہی ہوتا ہے۔ اسی طرح بدایونی سلسلۂ درس بھی فرنگی محل پر تمام ہوتا ہے۔ مولانا شاہ عین الحق عبد المجید عثمانی بدایونی (ف: ۱۸۴۷ء) مولانا ذو الفقار علی دیوی کے شاگرد تھے اور وہ ملا نظام الدین کے۔ اب تو برصغیر کے علما و فضلا کے ذریعے یہ سلسلہ دیگر براعظموں میں بھی پھیلتا جا رہا ہے۔

اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی نے کہا تھا کہ: ”ہندوستان کے کسی گوشے میں جو شخص تحصیل علم کا احرام باندھتا ہے، اس کا رخ فرنگی محل کی طرف ہوتا ہے(۱)۔“

---

(۱) مقالات شبلی، حصہ: سوم، ص: ۱۰۵

(۳) خانوادۂ فرنگی محل کا سلسلۂ نسب میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ خاندان ایوبی میں علم و عمل کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی دعا فرمائی تھی، جس کی برکت سے اس خاندان میں علما کا تسلسل کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اس تاریخی تسلسل سے قطع نظر اگر ہم صرف خانوادۂ فرنگی محل کی تین سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو کم از کم اس خاندان کے ڈھائی سو سے زائد علما کی فہرست تیار کی جا سکتی ہے، جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں علم دین کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ یہ اعزاز کسی بھی خانوادے کو حاصل نہیں۔ حالاں کہ زیر نظر تذکرہ ایک سو پندرہ برس پہلے لکھا گیا تھا، تاہم اس میں بھی تقریباً دو سو علمائے فرنگی محل کا تذکرہ اور ان کی خدمات دینی و علمی درج ہیں۔

(۴) دعوت و تبلیغ، بیعت و ارشاد، درس و تدریس وغیرہ کے علاوہ تصنیف و تالیف، علم کی اشاعت اور رشد و ہدایت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ فرنگی محل نے اس شعبے میں بھی حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ زیر نظر تذکرے کے متن اور حواشی میں اس خاندان کے علما کی درجنوں علوم و فنون میں پانچ سو سے زائد تصانیف اور حواشی و شروحات کا ذکر ہے۔ ان میں سے بعض تصانیف، تفاسیر اور مجموعۂ فتاوی چھ، آٹھ اور دس جلدوں میں بھی ہیں۔ وہ سیکڑوں تصانیف جو امتداد زمانہ کی وجہ سے دست برد ہو گئیں، یا شائع نہ ہو سکیں، شعری دواوین اور قلمی یادداشتیں ان پر مستزاد۔ تصانیف کی یہ تعداد بجائے خود کسی بھی خانوادے کے لیے فخر و اعزاز کا باعث ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ اعزاز بھی فرنگی محل کے ہی حصے میں آیا۔ ان امتیازات کی بنیاد پر فرنگی محل کی پیشانی پر ”دار العلم و العلم“ کا خطاب برمحل بھی لگتا ہے اور برحق بھی۔

000

یہ بات بڑی عجیب ہے اور حد درجہ افسوس ناک بھی کہ جس فرنگی محل کے ذکر کے بغیر برصغیر میں پچھلی تین صدیوں کی دینی و علمی تاریخ مکمل نہ ہوتی ہو اور اسلامیان ہند کے مذہبی و علمی حلقے کا ہر فرد جس کے احسانات سے زیر بار ہو، وہ فرنگی محل ایک بھولی بسری یاد بن کر رہ گیا ہے۔ بعض استثناءات کے ساتھ نہ ان کے بے مثال علمی و دینی کارناموں کو یاد کیا جاتا ہے، نہ ان پر عموماً سمینار د

کانفرنس منعقد کیے جاتے ہیں، نہ کتابیں لکھی جاتی ہیں اور نہ ہی ان کی تصانیف کی تحقیق وتدوین اور ترجمے کی زحمت گوارا کی جاتی ہے۔ اس تساہلی کی وجہ سے علمائے فرنگی محل کی بے شمار تصانیف دیمک کی خوراک بن گئیں یا حوادث کی نذر ہو گئیں، جب کہ مختلف علوم وفنون پر مشتمل درجنوں نایاب اور نادر مخطوطات پچھلی کئی صدیوں سے طباعت کا منہ تک رہے ہیں۔

میری ناقص معلومات کی حد تک ہندو پاک کے کتابی بازار میں پچھلی کئی دہائیوں سے ایسا کوئی مستند اور مخصوص تذکرہ دستیاب نہیں جو مجموعی طور پر خانوادۂ علمائے فرنگی محل کے احوال وآثار پر روشنی ڈالتا ہو۔ یہ مجرمانہ غفلت مجموعی حیثیت سے علم وعمل کی توسیع وترقی کے لیے نیک شگون نہیں۔

* * *

۲۰۱۵ء میں جب راقم ”تذکرۂ علمائے ہندوستان“ (مظہر العلماء) پر کام کر رہا تھا تو تحقیق ومواد کے سلسلے میں رام پور رضا لائبریری جانا ہوا، جہاں پہلی بار بڑی خستہ حالت میں علمائے فرنگی محل کا نایاب عربی تذکرہ ”آثار الاول من علماء فرنگی محل“ کی زیارت ہوئی۔ اس سے پہلے مستند محققین کے ذریعے اس کتاب کے صرف حوالے دیکھے تھے یا اس کا نام سنا تھا۔ کتاب کی ورق گردانی کی تو اس کی استنادی حیثیت واہمیت کا پتہ چلا اور پھر اسلامیان ہند کی فرنگی محل سے غفلت کے پیش نظر اسی وقت ارادہ کر لیا گیا کہ اس تذکرے کو اردو ترجمے، تفصیلی حواشی وتعلیقات اور جدید تحقیق وتدوین کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے گا۔ صفحات کافی بوسیدہ ہو چکے تھے، اس لیے زیراکس کاپی لینے کی بجائے میں نے پوری کتاب اپنے کیمرے میں قید کر لی۔ ”تذکرۂ علمائے ہندوستان“ پر کام ختم کرنے کے بعد ۲۰۱۹ء میں اس کے ترجمے وتحقیق کی طرف متوجہ ہوا اور پھر ایک سال کی شبانہ وروز محنت کے بعد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

”آثار الاول“ کے حوالے سے مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ہیں:

(۱) ”آثار الاول“ کے مطبوعہ نسخے میں اس کا سنہ تصنیف واشاعت مذکور نہیں ہے، تاہم داخلی اور خارجی شواہد کے پیش نظر اندازہ ہے کہ یہ تذکرہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں مکمل ہوا اور اسی سال ”مطبع مجتبائی“، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ گویا یہ تذکرہ ۱۱۵ر برس پرانا ہے۔

(۲) راقم کو کافی تلاش و جستجو کے بعد اسی اشاعت کے متعدد نسخے رضا لائبریری رام پ کتب خانہ قادریہ بدایوں، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اور مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ملے۔ تمام قدیم لائبریریوں میں ایک ہی اشاعت کے متع نسخوں کی دستیابی سے اندازہ ہوا کہ یہ تذکرہ ایک بار ہی شائع ہو سکا، دوبارہ اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آ سکی۔

(۳) زیر نظر تذکرے میں ۱۱۶؍ علمائے فرنگی محل کے احوال نسبتاً تفصیلی اور جلی عنوان کے تحت درج ہیں جب کہ ۲۰؍ علما کا تذکرہ ضمنی حیثیت سے آیا ہے۔ کتاب کی تصنیف کے دوران مصنف کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا تھا، اس لیے انھوں نے ان کا تفصیلی ذکر بھی شامل کر لیا ہے۔ اس طرح اس تذکرے میں ۱۳۷؍ شخصیات کا ذکر شامل ہے۔

(۴) مصنف مولانا قیام الدین عبدالباری نے علما کے احوال بیان کرنے میں مندرجہ ذیل امور کو ہی پیش نظر رکھا ہے:

● نسب ● تعلیم و تربیت ● درس و تدریس ● تصنیف و تالیف۔

* * *

”آثار الاول“ کی اہمیت، انفرادیت اور استناد کے حوالے سے مندرجہ ذیل نکات توج طلب ہیں:

(۱) علمائے خانوادۂ فرنگی محل نے ابتدا سے ہی براہ راست یا بالواسطہ اپنے خاندانی احوال، انساب، علما کے تذکروں اور علمی کارناموں کی ترتیب و تدوین کا اہتمام کیا ہے، جس کا آغاز اٹھارویں صدی کے ربع دوم سے ہوا اور یہ سلسلہ بیسویں صدی کے ربع دوم تک چلتا رہا۔ اس سلسلے کی آخری کڑی ”تذکرۂ علمائے فرنگی محل“ تھی، جو ۱۹۳۰ء میں لکھی گئی۔ اس درمیان علمائے خانوادۂ فرنگی محل پر جتنے بھی عمومی تذکرے لکھے گئے، وہ یا تو فارسی میں تھے یا اردو میں۔ ”آثار الاول“ فرنگی محل کا پہلا عمومی تذکرہ ہے جو عربی زبان میں لکھا گیا اور اشاعت پذیر بھی ہوا۔ مولانا عبدالباری سے پہلے ان کے خالہ زاد بھائی ابوالحسنات مولانا عبدالحی نے ”خیر العمل بتذکرۃ علمائے فرنگی محل“

لکھنے کا آغاز کیا تھا، تاہم وہ تذکرہ مکمل نہ ہو سکا اور نہ ہی اشاعت کے مراحل سے گزر سکا۔ اب تو اس کا سراغ بھی نہیں ملتا۔

(۲) ''تذکرہ علمائے فرنگی محل'' خانوادۂ فرنگی محل کی جانب سے آخری تذکرہ تھا، جو ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک کوئی بھی عمومی تذکرہ قلم بند نہیں کیا جا سکا، جس کی وجہ سے پچھلے نوے (۹۰) برسوں میں اس خاندان عالی شان کے علما، ان کی خدمات اور احوال کا سراغ نہیں ملتا، یہاں تک کہ ان کے سنین وفات کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ۱۹۳۰ء کے بعد فرنگی محل کے علما یا دیگر اسکالرز نے فرنگی محل کے تعلق سے جو کچھ لکھا وہ یا تو انفرادی طور پر کسی شخصیت پر لکھا یا پھر انہی معلومات کو دہراتے رہے جو بالعموم ۱۹۳۰ء تک میسر تھیں۔ ''آثار الاول'' گرچہ ۱۹۳۰ء سے کافی پہلے کی تصنیف ہے، تاہم اس کے عربی متن کے ضمن میں جو حواشی و تعلیقات سپرد قلم کیے گئے ہیں، ان میں ممکنہ حد تک ۱۹۳۰ء کے بعد جو علما گزرے ہیں ان کے احوال و کارنامے اور سنین وفات لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح زیر نظر تذکرہ علمائے خانوادۂ فرنگی محل کا اب تک کا سب سے اپڈیٹیڈ (Updated) تذکرہ ہے۔

(۳) زیر نظر تذکرہ فرنگی محل کے دور آخر کی سب سے جامع اور مستند شخصیت مولانا قیام الدین عبد الباری کے ذریعے وجود میں آیا، جنھوں نے اپنے خاندان کے بے شمار علما اور ان کی خدمات دینی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اپنے ثقہ بزرگوں سے اپنے اسلاف کے احوال کو سنا تھا اور اپنے مستند خاندانی ماخذ سے استفادہ کیا تھا۔ اس طرح اس تذکرے کی استنادی حیثیت اور اہمیت مسلم ہو جاتی ہے۔

(۴) ''آثار الاول'' کی استنادی حیثیت و اہمیت اس سے بھی متعین ہوتی ہے کہ یہ کئی اہم اور معروف تذکروں کا ماخذ و مصدر رہا ہے، مثلاً 'نزہۃ الخواطر' از مولانا سید عبد الحی حسنی رائے بریلوی (ف: ۱۹۲۳ء)، مولانا نے جا بجا علمائے فرنگی محل کے تذکرے میں آثار الاول کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح 'تذکرہ علمائے فرنگی محل' از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (ف: ۱۹۴۱ء)، 'بانی درس نظامی' از مولانا محمد رضا فرنگی محلی (ف: ۱۹۹۰ء)، 'حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق' از مولانا عنایت اللہ

فرنگی محلی، وغیرہ۔

(۵) زیر نظر تذکرے میں مصنف نے ہر شخص کے احوال میں ملا قطب الدین شہید تک نسب کے ذکر کا التزام کیا ہے، اگر ان نسب ناموں کو ہی علیحدہ کر لیا جائے تو خانوادۂ فرنگی محل کے نسب نامے پر ایک مستقل کتاب ''علم الأنساب للعلماء فرنگی محل'' تیار ہو سکتی ہے۔

ooo

اس علمی کام کو راقم نے چار ابواب اور ایک ضمیمے میں تقسیم کیا ہے:

پہلے باب میں زیر تحقیق تذکرے کے مصنف مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی کا تفصیلی تعارف اور بیس ویں صدی میں ان کی بے مثال دینی، علمی، ملی اور سیاسی خدمات کو ''اسلامیان ہند کا ایک گم شدہ قائد'' کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ عموماً کتابوں میں مصنف کا سرسری تعارف ہی لکھا جاتا ہے، مگر ہم نے رسمی تعارف کی بجائے کتاب کے ۳۷؍ صفحات پر مصنف کے انمٹ نقوش اور غیر معمولی کارناموں کا ذکر کیا ہے، کیوں کہ اسلامیان ہند نے بیس ویں صدی کے اس بے مثال قائد، فاضل اکمل اور امام وقت کو فراموش کر دیا ہے۔ فراموشی کا یہ عمل کسی طبقے کی جانب سے عمداً ہے تو کسی کی جانب سے سہواً۔ اس لیے اس تفصیلی تعارف کو لکھنے میں بڑے جاں گسل مراحل سے گزرنا پڑا۔ یہ باب بجائے خود ایک مختصر تصنیف ہے۔ اس باب کا مطالعہ نہ صرف اہل علم و دانش کو تاریخ کے ایک نئے گوشے سے متعارف کرائے گا بلکہ اس حوالے سے بیشتر اہل قلم کی جانب سے کی جانے والی زیادتیوں کو اجاگر کر کے انھیں تاریخی سچائیوں سے روبرو کرائے گا۔ اور اہل قلم کو مصنف علام پر مزید لکھنے کے لیے انگیز کرے گا۔

دوسرے باب میں زیر تحقیق تذکرہ ''آثار الاول'' کے عربی متن کو پیش کیا گیا ہے، جس میں ۱۳۷؍ شخصیات کے احوال کے علاوہ مصنف کا مختصر مقدمہ، کتب مصادر، نسب نامہ، ملا قطب شہید سہالوی کا تعارف اور فرنگی محل کی وجہ تسمیہ درج ہیں۔ یہ باب ۹۵؍ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں پورا تذکرہ ''آثار الاول'' شامل ہے۔ اس باب کے علاوہ بقیہ سب کچھ محقق و مترجم کے اضافات ہیں۔ اس متن کی تصحیح، ترجمے اور تدوین میں کن دشواریوں سے گزرنا پڑا، اس کی تفصیل

”ملاحظات“ کے عنوان سے کتاب کے آغاز میں درج کردی گئی ہے۔

تیسرے باب میں عربی متن کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ عربی متن کا اردو ترجمہ کرنے میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ وہ بالکل لفظی نہ ہو، تاکہ ایک قاری کو مطالعہ کرتے وقت ترجمے کے بجائے مستقل عبارت محسوس ہو۔ اس باب میں ترجمے کے علاوہ محقق ومترجم کو جہاں کہیں بھی مصنف کی کسی عبارت کی وضاحت مقصود ہوئی وہاں بطور ”فٹ نوٹ“ حاشیہ درج کردیا ہے۔

چوتھے باب میں متن پر راقم کے طویل حواشی اور تعلیقات ہیں، جو ۱۰۷ صفحات پر مشتمل ہیں، جن کی ضخامت متن سے زیادہ ہے اور جنھیں تحریر کرنے میں اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کی تقریباً پچاس سے زائد کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کی فہرست ”کتابیات“ کے تحت درج کردی گئی ہے۔

اس کے بعد تحقیق کار نے کتاب میں ایک ”ضمیمے“ کا بھی اضافہ کیا ہے، جس کے تحت مصنف کی ذکر کردہ ”کتب مصادر ومراجع“ کا اجمالاً تعارف لکھا گیا ہے تاکہ تاریخ علمائے فرنگی محل کے بنیادی مآخذ ومصادر کا تعارف سامنے آجائے اور ان سے استفادہ عام ہو۔

اخیر میں ”وضاحتی اشاریہ“ (Index) دیا گیا ہے، اس میں پہلے، تیسرے اور چوتھے باب میں جتنی بھی شخصیات اور اسمائے کتب مذکور ہوئے ہیں، ان کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے تاکہ ریسرچ اسکالرز اور محققین کو اپنی مطلوبہ شخصیات اور کتب کی تلاش میں سہولت ہوسکے۔

وضاحتی اشاریہ کے بعد ”کتابیات“ کے عنوان سے تعارف مصنف، متن اور حواشی وتعلیقات میں راقم کے ذریعے دیے گئے حوالوں کی تفصیل، مصنف، سنہ طباعت اور مطبع وناشر کی تفصیلات کے ساتھ مندرج کی گئی ہیں۔

000

امید ہے کہ ایک سو پندرہ برس پرانا یہ نایاب تذکرہ تحقیق وتدوین، ترجمے اور تعلیق وحواشی کے ذیل میں کیے گئے کاموں کی وجہ سے اہل علم وتحقیق کے لیے افادی حیثیت سے وقیع تصور کیا جائے گا اور اس کے ذریعے سے فرنگی محل کا تین سو سالہ مذہبی، علمی، ملی اور سیاسی منظرنامہ سامنے

آئے گا اور اس کی تاریخ ساز خدمات کا یہ علمی مرقع ارباب علم ودانش کی توجہ کا مرکز بنے گا۔ مجھے پوری امید ہے کہ یہ تذکرہ اہل قلم کے لیے فرنگی محل کے دیگر علمی وتاریخی گوشوں کو منظر عام پر لانے کا محرک بنے گا۔ منت شناسی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ علمی دنیا میں فرنگی محل کو اس کا جائز مقام دیا جائے۔

آج جب کہ اس کتاب کی تحقیق وتدوین، ترجمے اور حواشی وتعلیقات سے فارغ ہو رہا ہوں، عزیز از جاں دوست مولانا اسید الحق قادری بدایونی بہت یاد آ رہے ہیں۔ ان کی شہادت کے بعد میری زندگی میں جو خلا آیا، وہ پُر نہیں ہو سکا اور نہ شاید کبھی ہو سکے گا۔ میں عالم تصور میں اس کام کے حوالے سے ان کے چہرے کی شادابی کو دیکھ رہا ہوں اور تلامذہ واحباب کے درمیان ان کی مخصوص داد بھی سن رہا ہوں۔ ایسی داد جسے سننے کے بعد محسوس ہوتا تھا کہ:

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اخیر میں اس کام میں جن لوگوں نے بھی جس حیثیت سے دست تعاون دراز کیا ہے، میں ان سب کا ممنون ہوں۔ خصوصیت کے ساتھ چند لوگوں کا ذکر ضروری ہے:

- محب گرامی مولانا عبد الغنی محمد عطیف قادری (ولی عہد خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں)، جن کی عنایت سے کتب خانہ قادریہ سے بہت سی نایاب کتابیں دستیاب ہوئیں، نیز آپ نے پوری کتاب پر نظر ثانی بھی فرمائی۔ مولانا اسید الحق قادری کی شہادت کے بعد ان کا علمی وجود نہ صرف خانقاہ کے لیے بلکہ میرے لیے بھی حرکت وعمل اور جوش وجذبے کا بڑا داعیہ ہے۔
- مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے حقیقی پوتے محترم احمد عبد الباری اور محترم محمود جمال (لندن) نے کتاب کے پہلے باب کے مطالعے کے بعد اسے مولانا عبد الباری پر اب تک کی سب سے اہم کوشش قرار دیتے ہوئے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کے لیے ہر طرح کے علمی تعاون کا یقین دلایا۔
- پاکستان کے معروف محقق اور ماہر مخطوطہ شناس ڈاکٹر عارف نوشاہی، جنھوں نے کتاب پر تقریظ لکھ کر اس کو اعتبار واستناد عطا کیا اور اشاریہ کی ترتیب میں مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ آپ کے ہی حکم اور اصرار پر شخصیات کے ساتھ اسمائے کتب کا اشاریہ بھی مرتب کیا گیا۔
- مولانا ڈاکٹر ارشاد عالم نعمانی (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں)، جن کی سادگی، شرافت،

ظرافت اور سعادت مندی ضرب المثل ہے۔ آپ نے بڑی توجہ سے عربی متن کی تصحیح اور اس کے اردو ترجمے پر نظر ثانی کی، موضوع سے متعلق اہم کتابوں کی فراہمی میں پیش پیش رہے، گراں قدر مشوروں سے نوازا اور کتاب کا فائنل پروف بھی پڑھا۔

ان کے علاوہ میرے احباب میں

مولانا منظر الاسلام ازہری (ڈائرکٹر: انسیچ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک لرننگ، امریکا)،

محمد ثاقب رضا قادری (لاہور)،

اور مقصود احمد کامران (ڈائرکٹر ورلڈ ویو پبلی شرز لاہور)،

جنھوں نے کتاب کے مختلف مباحث کو پڑھ کر ضروری اصلاحات کی طرف متوجہ کیا اور مفید مشوروں سے نوازا۔

عربی متن کی تصحیح، ترتیب وتدوین، متن کے اردو ترجمے، رموز واوقاف کا اضافہ کرنے اور ان پر تفصیلی حواشی وتعلیقات تحریر کرنے میں ایک برس تک مسلسل تگ ودو کی گئی ہے اور حتی الامکان توجہ دی گئی ہے، پھر بھی ہر قسم کی غلطی کا امکان ہے، اہل علم سے التماس ہے کہ فروگزاشت پر مطلع ہوں تو تحقیق کار کو مطلع کریں۔ امید ہے کہ یہ نادر تذکرہ اہل علم کے لیے استفادے کا باعث ہوگا۔

خوشتر نورانی
الامین سینٹر آف فلوریڈا (امریکا)
۲۰ رمئی ۲۰۲۰ء

[پہلا باب]

اسلامیان ہند کا ایک گم شدہ قائد

اسلامیان ہند کا ایک گم شدہ قائد

کثرت علما، تعداد تصانیف، سلسلۂ درس، تبلیغ وارشاد اور دین وملت کی مجموعی خدمات کے اعتبار سے جنوبی ایشیا میں ''فرنگی محل'' کو اولیت اور امتیاز حاصل ہے۔ مذکورہ جہتوں سے اس خطے کا کوئی دوسرا خانوادہ فرنگی محل کی ہم سری نہیں کرسکا۔ ۱۸۹۶ء میں علامہ شبلی نعمانی (ف: ۱۹۱۴ء) نے فرنگی محل کی زیارت کی اور علوم اسلامیہ میں اس کی بے مثال، ناقابل یقین اور غیر معمولی خدمات کو دیکھتے ہوئے اسے ''ہندوستان کا کیمبرج''(۱) کہا تھا، جہاں سے داعیان اسلام کی فوج در فوج تیار ہوکر بحر وبر کی وسعتوں میں چھا گئی۔

خانوادۂ فرنگی محل کے سیکڑوں علما میں بحر العلوم ملا عبد العلی (ف: ۱۸۱۰ء) اور ابو الحسنات علامہ عبد الحیؒ (ف: ۱۸۸۶ء) علم وفضل کے آفتاب وماہتاب تھے، جن کی شہرت ہندوستان کے قصبات ودیہات، عوام وخواص اور علما وامرا سے نکل کر عرب تک پہنچی۔ فرنگی محل میں یہ اعزاز مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی کے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہوسکا، بلکہ مولانا اپنے مذکورہ بزرگوں سے بھی سبقت لے گئے، جن کی شہرت کا آوازہ ہندوستان سے نکل کر عالم اسلام اور پھر یورپ کے قصور وبلاد تک پہنچا۔ آپ کی دینی، علمی، ملی اور سیاسی خدمات اور سرفروشانہ قیادت کو دیکھ کر دنیا نے آپ کو ''امام وقت'' اور ''قیام الملۃ والدین'' کے القاب سے یاد کیا۔

---

(۱) مقالات شبلی، حصہ سوم، ص: ۱۰۵

۱۸ر مئی ۲۰۱۱ء کی ایک دوپہر تھی، جب عزیز از جاں دوست مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ف: ۲۰۱۴ء) کی معیت میں فرنگی محل اور اس کے آبائی قبرستان "باغ ملا انوار" کی زیارت کا موقع ملا تھا، جہاں اپنے وقت کے بڑے بڑے سرتاج شریعت وطریقت مدفون ہیں، ہم جوں ہی اہم وقت مولانا عبدالباری کے مزار پر پہنچے، نگاہ ایک کتبے پر گئی جس میں حسب ذیل اشعار درج تھے:

اے چرخ ہوائے شوق چلے　　اے شاخ عمل گل باری کر
کچھ کام کریں، کچھ سعی کریں　　ہر شیخ کو عبدالباری کر

یہ اشعار اپنے عہد کے عظیم نقاد اور شاعر، لسان العصر اکبر الہ آبادی (ف: ۱۹۲۱ء) کے ہیں، جن کے طنز و مزاح سے شاید ہی کوئی قائد، کوئی رہنما بچا ہو۔ ایسا معاصر اگر ہر شیخ کو "عبدالباری" کی شکل میں دیکھنے کی تمنا کر رہا ہے تو یہ اس شخص کے غیر معمولی حرکت و عمل کا اعلامیہ ہے۔

زیر نظر کہانی بیس ویں صدی کے اسی قائد انقلاب کی ہے، عالم اسلام اور اسلامیان ہند کے لیے جن کی بے مثال جد و جہد اور غیر معمولی کارناموں کو گردش ایام نے بھلا دیا ہے۔

نسب:

مولانا عبدالباری نسباً انصاری ایوبی تھے، آپ کا سلسلۂ نسب والدین کی جانب سے سات واسطوں سے ملا قطب الدین شہید سہالوی تک اور ۴۳ر واسطوں سے میزبان رسول، حضرت ابو ایوب انصاری مدنی تک پہنچتا ہے۔ ملا قطب کے چار صاحب زادے ہوئے، ملا محمد اسعد، ملا محمد سعید، ملا نظام الدین محمد اور ملا محمد رضا، انھی چار شاخوں سے فرنگی محل آباد ہوا اور دنیا میں اپنے علم و عمل سے پہچانا گیا۔ مولانا عبدالباری کا تعلق دوسری شاخ سے ہے۔ مولانا نے اپنے والد کا شجرۂ نسب اپنی کتاب "حسرۃ المسترشد لوصال المرشد" میں اس طرح درج کیا:

"[محمد قیام الدین عبدالباری، بن] معدن الجود والکرم منبع العلم والحلم والحکم مولانا الحافظ الحاج محمد عبدالوہاب، بن قدوۃ العرفاء زبدۃ العلماء رئیس الاخلاء والعشاق مولانا محمد عبدالرزاق، بن خاتم الفقہاء والمفسرین مولانا جمال الدین، بن ملک العلماء رئیس الکاملین مولانا علاء الدین، بن قدوۃ الکملاء زبدۃ العرفاء شیخ الشیوخ

مولانا احمد انوار الحق، بن قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین شیخ المشائخ مولانا احمد عبدالحق، بن ملا محمد سعید، بن ملا قطب الدین الشہید، بن مولانا عبدالحلیم، بن مولانا عبدالکریم، بن شیخ الاسلام مولانا احمد، بن مولانا حافظ الدین محمد، بن شیخ الاسلام فضل اللہ، بن مولانا شرف الدین، بن مولانا نظام الدین، بن مولانا علاء الدین، بن المخدوم نصیر الدین، بن المخدوم بدر الدین، بن المخدوم شرف الدین، بن خواجہ فضیل، بن خواجہ کلاں، بن خواجہ داؤد، بن خواجہ حامد، بن خواجہ جلال الدین، بن خواجہ سلیم، بن خواجہ اسماعیل، بن شیخ الاسلام والمسلمین عبداللہ الانصاری، بن ابی منصور بلخی، بن ابی معاذ، بن محمد، بن احمد، بن علی، بن جعفر، بن ابی منصور مت، بن ابی ایوب صاحب رسول اللہ ﷺ۔” (ص: ۲، ۳)

ولادت:

مولانا عبدالباری کی ولادت ۱۰؍ ربیع الثانی، بروز سنیچر ۱۲۹۵ھ/ ۱۴؍ اپریل ۱۸۷۸ء کو فرنگی محل (لکھنؤ) میں ہوئی۔ جد امجد مولانا شاہ عبدالرزاق (ف: ۱۸۸۹ء) نے قیام الدین محمد عبدالباری نام تجویز فرمایا۔

تعلیم وتربیت:

مولانا جب چار برس کے ہوئے تو شرفا کے دستور کے مطابق آپ کے دادا محترم نے بسم اللہ پڑھائی۔ مولانا حسرت موہانی (ف: ۱۹۵۱ء) لکھتے ہیں:

> ”آپ کی رسم تسمیہ خوانی بڑے اہتمام سے ہوئی اور آپ کے جد اکرم حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق قدس سرہ نے آپ کو بسم اللہ پڑھائی۔“
>
> (اردوئے معلی، جنوری ۱۹۲۶ء، بحوالہ مولانا عبدالباری: حیات وخدمات، ص: ۱۰)

اس کے بعد آپ کو حفظ قرآن کے لیے علی الترتیب حافظ حاتم علی اور حافظ وارث علی کے حوالے کیا گیا، جب کہ آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل حافظ عبدالوہاب (نبیرہ ظہیر الدولہ) سے کی۔ اس درمیان فارسی اور ریاضی کی ابتدائی کتابیں بھی زیر درس رہیں۔ حفظ قرآن اور ابتدائی فارسی

کتابوں کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالوہاب (ف: ۱۹۰۳ء) سے درس ظامی کا آغاز کیا اور تمام مروجہ علوم وفنون کی منتہی کتابیں اپنے بھائی مولانا عبدالباقی (ف: ۱۹۴۵ء)، مولانا غلام احمد پنجابی اور مولانا معین القضاۃ حیدر آبادی (ف: ۱۹۲۵ء) سے پڑھیں اور ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء میں سند فراغ حاصل کیا۔

مولانا کی ذہانت اور ذکاوت ضرب المثل تھی۔ آپ کے شاگرد مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (ف: ۱۹۴۱ء) لکھتے ہیں:

> "مولانا بچپن ہی سے نہایت ذکی اور ذہین، قوی الحس، عقل وفراست سے آراستہ تھے۔ تعلیم کے دوران میں کبھی بھی مطالعہ دیکھ کر سبق نہیں پڑھتے اور نہ کبھی پڑھ کر دوبارہ سبق ملاحظہ فرماتے۔ خود فرماتے تھے: کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے استاذ نے کوئی بات دریافت کی ہو اور میں جواب نہ دے سکا ہوں۔ ہمیشہ سبق پڑھنے سے ہی مجھ کو سبق یاد ہو جاتا تھا۔" (حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق، ص: ۴)

علمی ذوق:

فرنگی محل میں ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی (ف: ۱۸۸۶ء) کے کتب خانے (۱) کے بعد ب سے بڑا اور نادر کتب خانہ مولانا عبدالباری کا تھا (۲)۔ دوران طالب علمی سے ہی آپ کے پاس مختلف علوم وفنون کی سیکڑوں نادر کتابیں موجود تھیں، جنھیں آپ نے ہند وبیرون ہند سے لاکر جمع کیا تھا۔ "تذکرۂ علمائے فرنگی محل" میں مذکور ہے کہ:

> "مولانا کی عادت تھی شب کو تدریس کی کتابوں کا مطالعہ ضرور فرماتے تھے۔ کتابیں مطالعہ فرمانے میں اس درجہ مستغرق ہوتے کہ بعض اوقات دو اور تین

---

(۱) اب یہ کتب خانہ مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی زینت ہے۔

(۲) آزادیٔ ہند کے بعد مولانا عبدالباری کے صاحب زادے مولانا جمال الدین عبدالوہاب (ف: ۲۰۱۲ء) اس کتب خانے کے نوادرات کو اپنے ساتھ ڈھاکہ لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی اور جب ۱۹۷۱ء میں پاکستان تقسیم ہو کر ڈھاکہ بنگلہ دیش کا حصہ بن گیا تو مولانا ان نوادرات کے ساتھ کراچی منتقل ہو گئے۔

بھی رات کے بج جاتے اور مولانا کتاب دیکھا کرتے۔ ایک پلنگ لکڑی کا بنوایا تھا، اس پر چمڑے کا نہایت سخت تکیہ رکھ کر بلا بچھونے کے لیٹتے اور سرہانے روشنی رکھ کر کتاب دیکھنا شروع کرتے۔ اکثر فرماتے کہ اس طریقے سے نیند کم آتی ہے اور آنکھ لگ جاتی ہے تو جلد کھل جاتی ہے۔۔۔ دوپہر کو کبھی قیلولہ نہیں فرماتے بلکہ مطالعہ کتب میں مصروف رہتے اور استفتوں کے جواب تحریر فرماتے۔" (ص:۱۰۸)

تصوف کی تعلیم اور بیعت واجازت:

مولانا عبدالباری نے تصوف کی مروجہ کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور مثنوی مولانا روم مولانا عبدالغفار فرنگی محلی (ف: ۱۹۰۴ء) سے پڑھی۔ جب کہ اپنی بیعت کے تعلق سے مولانا خود فرماتے ہیں:

> وبايعت على يدجدى اذا كنت صغيرا ثم جددت البيعة على يدأبى قدس أسرارهم.
>
> جب میں چھوٹا تھا تو اپنے جد امجد مولانا عبدالرزاق قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوا، پھر اپنے والد گرامی قدس سرہ سے تجدید بیعت کر لی۔
>
> (آثار الاول من علماء فرنگی محل، ص: ۱۶۳)

بچپن سے ہی آپ میں علم وفضل کے آثار نمایاں تھے، اس لیے بیعت کے بعد ہی دادا محترم نے تمام سلاسل کی اجازت دے دی۔ جب مولانا نے بڑے ہو کر والد سے تجدید بیعت کی تو تجدید بیعت کے بعد ہی والد ماجد نے بھی جمیع سلاسل کی اجازت عطا کر دی۔

مولانا نے ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں بغداد (عراق) کا سفر کیا، جہاں نقیب الاشراف شیخ سید عبدالرحمن گیلانی (زیب سجادہ) اور شیخ سید مصطفی گیلانی (ابن نقیب الاشراف سید سلمان گیلانی) نے یہ کہہ کر سلسلۂ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی کہ "حضرت غوثیت رضی اللہ عنہ کے حسب الحکم اجازت دیتا ہوں"(۱)۔

---

(۱) حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق، ص: ٦

اجازات احادیث:

مولانا عبدالباری کو ان کی اعلیٰ علمی لیاقت اور مختلف علوم و فنون میں بے مثال صلاحیتو
دیکھتے ہوئے عرب و عجم کے مشاہیر علما اور شیوخ نے مختلف اسانید، روایت اور مسلسلات احادی
کی اجازت عطا کی۔

آپ کو سب سے پہلے اپنے جد محترم مولانا شاہ عبدالرزاق سے بچپن میں ہی اجازت حد
حاصل ہوئی۔ ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۲ء میں آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو محدث مدینہ شیخ سی
ظاہر وتری سے اجازت حدیث پائی، جب کہ شیخ الدلائل محمد بن علی باشلی حریری سے دلائل الخیرا
کی اجازت ملی۔ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں جب آپ تعلیم سے فارغ ہوئے تو محدث مدینہ نے دوبار
تفصیلی اجازت عطا فرمائی (۱)۔ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء میں آپ دوبارہ حج کے لیے تشریف لے گ
سات ماہ تک مدینے میں قیام فرمایا اور محدث مدینہ سے متعدد کتب حدیث سبقاً سبقاً پڑھی۔ ا
سفر میں شیخ امین رضوان سے بھی اجازت پائی۔

مذکورہ علما و مشائخ کے علاوہ حسب ذیل علما و شیوخ سے آپ کو اجازات حدیث مرحمت ہوئی:

- شیخ سید احمد بن اسماعیل برزنجی
- شیخ فاتح مدنی
- شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ المکی
- شیخ احمد بن محمد بن احمد الحضر اوی المکی (استاذ حرم مکہ)
- نقیب الاشراف سید عبدالرحمن گیلانی (بغداد)
- والد ماجد مولانا شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی
- مولانا نور الحسنین فرنگی محلی
- استاذ محترم مولانا عبدالباقی فرنگی محلی

---

(۱) محدث مدینہ کی یہ دونوں اجازات حدیث کو مولانا عبدالباری نے اپنی کتاب ”حسرۃ المسترشد لوصال المرشد“ صفحہ ۲۰/۲۱ پر نقل کیا ہے۔

● برادر اکبر مولانا شاہ عبدالرؤف فرنگی محلی

ازدواجی زندگی:

مولانا عبدالباری نے "حسرة المسترشد" میں ذکر کیا ہے کہ منشی بہاء الدین کاکوروی کی صاحب زادی سے ۳۰؍ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ/ ۲۸؍ستمبر ۱۸۹۷ء کو آپ کا عقد ہوا، ایک سال کے بعد ایک بچے کی ولادت ہوئی مگر اہلیہ اور بچے دونوں کا انتقال ہوگیا- دو برس کے بعد آپ نے دوسرا عقد سید محفوظ حسین نقوی لکھنوی کی صاحب زادی سے کیا، ان سے کئی اولادیں ہوئیں مگر دو صاحب زادیوں فاطمہ کبریٰ اور فاطمہ صغریٰ کے علاوہ کوئی زندہ نہیں رہیں، ان دونوں کا وصال بھی عقد کے بعد عین جوانی میں ہوگیا- بڑی صاحب زادی کا عقد آپ کے بھتیجے، شاگرد اور جانشین مولانا قطب الدین عبدالوالی (ف: ۱۹۵۴ء) سے ہوا، جن سے دو بیٹے مولانا محمد سعید عبدالرزاق (ف: ۱۹۷۷ء) اور مولانا محمد نور عبدالعلی (ف: ۱۹۵۴ء) ہوئے، جب کہ دوسری صاحب زادی کا عقد حکیم معراج الحق فرنگی محلی (ف: ۱۹۸۱ء) سے ہوا، جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی-

مولانا عبدالباری کے وصال سے چھ برس پہلے ۵؍دسمبر ۱۹۱۹ء کو ایک صاحب زادے مولانا جمال الدین عبدالوہاب (ف: ۲۰۱۲ء) ہوئے، جن کا عقد شاہ حیات ردولوی کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے چار صاحب زادے احمد عبدالباری، محمود جمال، احمد علاء الدین اور معین الدین احمد ہوئے اور تین صاحب زادیاں ڈاکٹر فریدہ فاطمہ، امینہ فاطمہ اور ڈاکٹر حمیرا فاطمہ ہوئیں-

درس وتدریس:

مولانا عبدالباری نے زمانۂ طالب علمی سے ہی درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، تعلیم سے فراغت کے بعد، بقول آپ کے تلمیذ رشید مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی:

> "اٹھارہ اور بیس اسباق روزانہ ہوتے تھے —— حج سے واپسی [۱۹۰۵ء] کے بعد اور بھی تدریس میں اوقات زائد صرف فرماتے-" (حسرة الآفاق، ص: ۷)

آپ کے ایک اور شاگرد مولانا الطاف الرحمن (رئیس بڑاگاؤں، بارہ بنکی) لکھتے ہیں:

> "کثرت درس اس حد تک پہنچ گئی کہ بعض زمانے میں مطولات کے ہر روز اٹھارہ

سبق پڑھانے کی نوبت آگئی۔" (احوال علمائے فرنگی محل، ص:۵۹)

مولانا عبدالماجد دریابادی (ف:۱۹۷۷ء) نے اس حوالے سے بڑا دل کش نقشہ کھینچا ہے:

"پڑھانے کی حرص کا یہ عالم کہ ابھی تحصیل علم جاری تھی کہ تدریس شروع کردی، پڑھ ہی رہے تھے کہ پڑھانے بھی لگے اور آخر میں تو یہ نوبت پہنچ گئی تھی کہ بعد فجر بھی سبق اور قبل دوپہر بھی سبق اور سہ پہر کو بھی سبق اور اکثر شب میں بھی سبق۔ شاگردوں کا شمار کون کرے؟ خدا جانے کتنے بے علموں کو پڑھا لکھا بنادیا، حرف شناسوں کو فضیلت کی دستار بندھوادی۔" (نشریات ماجد، ص:۱۸۵)

معقولات اور منقولات کی تمام اہم اور منتہی کتابیں آپ کی زیر تدریس تھیں۔ گویا یہ درست ہوگا کہ بیس ویں صدی کے ربع اول میں فرنگی محل کی دوسو سالہ علمی و تدریسی امانت آ کے کندھوں پر تھی۔ آپ کے اسلاف کی طرح آپ کی بھی علمی و فنی لیاقت اور طریق تدریس کا ش ہونے لگا اور اکناف ہند سے طالبان علوم اپنی علمی پیاس بجھانے جوق در جوق آپ کی درس گ میں آنے لگے۔ جب تک ملی اور سیاسی قیادت کا بار آپ کے کندھوں پر نہیں آیا آپ برسہا بر تک شب و روز تدریس و افادہ میں مشغول رہے۔ بلا مبالغہ ہزاروں تلامذہ نے آپ سے فیض پا اپنے اسلاف کی طرح آپ نے بھی اپنے تلامذہ اور مستفیدین کی فہرست تیار نہیں فرمائی۔

آپ کے شاگرد اور مرید مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کا بیان ہے کہ کثرت تلامذہ کی وجہ س "باوجود کوشش کے بھی مکمل فہرست کیا ادھوری فہرست بھی تیار نہیں کرسکتا ہوں۔" پھر بھی انھو نے "حسرۃ الآفاق" میں آپ کے تقریباً سو تلامذہ کی فہرست درج کی ہے، جسے دیکھنے سے انداز ہوتا ہے کہ شمالی ہند سے جنوبی ہند تک ہر خطے کے طلبہ آپ کے شاگرد ہوئے، یہاں تک کہ مختلف خانقاہوں، مثلاً کاکوری، کچھوچھ، بانسہ، اجمیر اور ردولی کے شہزادگان نے بھی آپ کی درس گا میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اس طرح آپ کے ذریعے فرنگی محل کا علمی فیضان ہند و بیرون ہند کے دور دراز اور مختلف خطوں تک پہنچا۔

ان کے علاوہ زمانے کے احوال کو دیکھتے ہوئے مولانا نے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کی

اسلامی تعلیم وتربیت کے لیے جدید لب ولہجے میں باقاعدہ درس قرآن کا آغاز کیا، جس میں دیکھتے ہی دیکھتے شہر کے بے شمار لوگ شرکت کرنے لگے اور علم دین، اسلام اور علما سے ان کی دلچسپی بڑھنے لگی- پانچ پارے تک درس ہوا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا اور یہ زریں سلسلہ تھم گیا-

اسی طرح طالبان تصوف کی تعلیم وتربیت کے لیے آپ نے باقاعدہ ''مثنوی شریف'' کا درس شروع کیا، اس میں بھی پروانہ وار لوگ شریک ہوتے- اس محفل کا رنگ ہی عجب تھا- گریہ وزاری، آہ وفغاں اور انابت الی اللہ سے محفل گرم رہا کرتی اور لوگ مرغ بسمل کی طرح تڑپتے-

بیعت وارشاد اور منصب سجادگی:

مولانا عبدالباری اپنے دادا محترم اور والد ماجد سے بیعت ہوئے اور بشمول دادا اور والد کے ہندو بیرون ہند کے مختلف مشاہیر شیوخ نے آپ کو مختلف سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا، تاہم والد ماجد کے وصال ۱۹۰۳ء کے بعد مولانا کے برادر اکبر مولانا شاہ عبدالرؤف مسند سجادگی پر متمکن ہوئے، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، والد کے وصال کے دو برس کے بعد ہی ۱۹۰۵ء میں مولانا عبدالرؤف نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور پھر مولانا عبدالباری مسند ارشاد وسجادگی پر رونق افروز ہوئے- ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں مذکور ہے کہ:

> ''بڑے بھائی کی موجودگی میں سجادگی کے فرائض سے مولانا ایک حد تک سبک دوش تھے، مگر بھائی کے انتقال کرتے ہی یہ سب بوجھ مولانا کی تنہا ذات پر آپڑا اور حق یہ ہے کہ ان تمام امور کو بے مثل خوبی اور انتہائی کمال سے جس طرح مولانا نے انجام دیا وہ آپ اپنی نظیر ہے-'' (ص:۱۰۹)

مولانا نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک طرف فرنگی محل کی علمی وراثت کو تدریس وتصانیف کے ذریعے اوج کمال تک پہنچایا تو دوسری طرف اس کے روحانی فیضان کو بیعت وارشاد کے ذریعے وسیع تر کردیا-

آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہونے والوں کی تعداد ہزاروں میں تھی- ان میں عام لوگوں کے علاوہ بڑی تعداد میں جلیل القدر علما، صوفیہ، نامور شعرا وادبا اور عظیم المرتبت قائدین ملت بھی تھے،

ان میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی (علی برادران) (۱) کے نام بہت نمایاں ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی فرماتے ہیں:

> ''طریق قادریہ کے مشائخ میں ایک خاص امتیازی مقام رکھتے تھے۔ حلقۂ بیعت وارادت میں وقت کی اچھی اچھی معروف ہستیاں تھیں اور دو مرید تو ایسے ہاتھ آگئے تھے کہ جن کا نام عجب نہیں کہ رہتی دنیا تک رہ جائے، یعنی محمد علی اور شوکت علی۔'' (نشریات ماجد، ص: ۱۸۶، ۱۸۷)

تصانیف وتالیف:

مولانا عبدالباری نے گوناگوں اور مختلف الجہات علمی مصروفیات کے باوجود ہر مروجہ فن او اُن فنون کے بے شمار موضوعات پر سیکڑوں کی تعداد میں تصانیف وتالیف اور حواشی وشروحات ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ علمائے خانوادۂ فرنگی محل میں تصانیف کی تعداد کے اعتبار سے آپ کی ہم سر کوئی نہیں کرسکا۔ آپ نے اپنے خانوادے میں سب سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ کثرت تصانیف کے حوالے سے مولانا خود فرماتے ہیں:

> واشتغلت بالدرس والافتاء وصنفت تصانیف کثیرۃ وحواشی مختلفۃ۔
>
> میں درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں مصروف ومشغول ہوگیا اور کثیر تعداد میں کتابیں اور حواشی لکھے۔'' (حسرۃ المسترشد لوصال المرشد، ص: ۲۴)

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی ''حسرۃ الآفاق'' میں لکھتے ہیں:

> ''زمانۂ طالب علمی سے لے کر ۲ رجب ۱۳۴۴ھ یوم علالت تک مشکل سے کوئی دن ایسا گزرا ہوگا کہ جس میں کچھ نہ کچھ وقت تالیف پر نہ صرف فرمایا ہو، اوائل زمانہ کے بہت سے تالیفات حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہوگئے۔'' (ص: ۱۱)

---

(۱) علی برادران ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۹ء تک تقریباً پانچ برس مختلف جیلوں میں نظر بند رہے، جہاں مولانا عبدالباری ان سے ملنے کے لیے اکثر جایا کرتے تھے۔ مولانا محمد رضا فرنگی محلی نے مولانا عبدالباری کے ذاتی دستاویز کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسی نظر بندی میں رمضان ۱۳۳۳ھ/ جولائی ۱۹۱۵ء کو دونوں بھائی مولانا کے ہاتھوں پر سلسلۂ قادریہ رزاقیہ میں بیعت ہوئے۔ (ماہ نامہ ''جامعہ'' دہلی، مولانا محمد علی نمبر، ص: ۱۰۷، شمارہ: جنوری، فروری ۱۹۸۰ء)

مزید لکھتے ہیں:

> ''بہت سی تالیفیں ایسی ہیں کہ مولانا نے اپنے تلامذہ کو بعض ضرورتوں پر دے دی تھیں، میں نے بہت کوشش کی کہ مولانا کے مؤلفات کی مکمل فہرست تیار کرلوں، مگر افسوس کہ تلامذہ کی فہرست کی طرح اس میں بھی مجھے ناکامی ہوئی۔''

اس کے بعد مولانا عنایت اللہ نے حسب ذیل علوم وفنون پر آپ کی ایک سو گیارہ (۱۱۱) تصانیف اور حواشی وشروحات درج کی ہیں(۱)۔ واضح رہے کہ اس میں آپ کے سیکڑوں علمی مضامین ومقالات اور لاتعداد مستقل فتاوے شامل نہیں ہیں:

● علم صرف:	۱۰	● علم نحو	۴
● علم حکمت وفلسفہ	۴	● علم منطق	۳
● علم فقہ	۳۳	● علم فرائض	۳
● علم کلام	۴	● اصول فقہ	۳
● علم حدیث	۱۴	● علم تفسیر	۳
● سیرت وسوانح	۲۰	● تصوف وسلوک	۸
● علم ادب	۲		

تصانیف کی نامکمل فہرست کے اندراج سے پہلے مولانا عنایت اللہ لکھتے ہیں:

> ''اس میں یادداشتوں اور مضامین کے مجموعے شامل نہیں ہیں، جن کی آٹھ جلدیں مکمل موجود ہیں، نیز مولانا کے مجموعات فتاوٰی دو جلدوں میں اس کے علاوہ ہیں۔'' (ایضاً ص: ۱۲)

مولانا عنایت اللہ ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں مولانا عبدالباری کی کتابوں کی نامکمل فہرست

---

(۱) تکرار سے بچنے کے لیے مولانا عبدالباری صاحب کی کتابوں کی فہرست یہاں نہیں دی جارہی ہے، کیوں کہ مولانا نے ''آثارالاول'' کے متن میں اپنی ۱۷۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے، جب کہ مختلف علوم وفنون پر دیگر کتابوں کے اسما ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' اور ''حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق'' میں درج ہیں، وہاں رجوع کیا جاسکتا ہے۔

درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''ان تصانیف کے علاوہ مختلف کتب درسیہ پر حواشی ہیں، جیسے حاشیہ شرح سلم قاضی، حاشیہ میر زاہد رسالہ، حاشیہ علی حاشیہ غلام یحییٰ، حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ نورالانوار، حاشیہ اصول البزدوی، حاشیہ شرح مشکوۃ اور رسالہ سائنس وکلام، جس کی چونتیس (۳۴) جلدیں ہیں، اور ان میں سے صرف ایک جلد شائع ہوئی ہے۔'' (ص:۱۱۷)

میرا ذاتی خیال ہے کہ اُس عہد کے علما کے تلامذہ و مریدین کی طرح، اگر مولانا عبدالباری کے تلامذہ، مریدین و متوسلین اور اولاد و احفاد نے بھی ان کے ہر ہر فتوے اور ہر مضمون، یہاں تک کہ ہر ایک قصیدے کو ایک مستقل تصنیف شمار کیا ہوتا، نیز آپ کی تمام تصانیف کی حفاظت بھی کی ہوتی تو یقیناً یہ تعداد ہزار سے متجاوز ہوتی۔

مولانا کے تلمیذ رشید مولانا شیخ الطاف الرحمن ''احوال علمائے فرنگی محل'' میں استاد محترم کی اسّی (۸۰) کتابیں شمار کرانے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''تصانیف اس کثرت سے ہوئیں کہ باوجود ہضماً للنفس دو ثلث ضائع کر دینے کے اسّی (۸۰) سے زائد مستقل تصانیف کی پہنچ گئی۔'' (ص:۵۹)

واضح رہے کہ یہ تحریر مولانا عبدالباری صاحب کے وصال سے ۲۰ ربرس قبل لکھی گئی ہے، خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کے بعد بیس برسوں میں مولانا نے کتنا کچھ لکھا اور کتنی کتابیں تصنیف کی۔

مولانا عبدالباری نے زندگی کی صرف ۴۸ ربہاریں دیکھیں، اس مختصر سی عمر میں درجنوں علوم وفنون پر سیکڑوں کی تعداد میں کتابیں، شروحات، فتاوے، تالیفات وتراجم اور حواشی تحریر کرنا عطائے ربانی اور توفیق خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر مولانا نے طویل زندگی پائی ہوتی اور یہ پوری زندگی کنج خمولی میں بسر کرتے ہوئے صرف قلم ودوات سے سروکار رکھا ہوتا تو اتنی حیرت نہیں ہوتی، لیکن آپ کی عبقری شخصیت شش جہات تھی، آپ بیک وقت مستقل مدرس، مفتی، شیخ طریقت، نامور سیاسی وملی قائد اور فرنگی محل کی دو سو سالہ علمی وفکری اماتنوں کے منتظم ومنصرم تھے۔ کمال یہ ہے

کہ ہر ایک پہلو سے آپ کی شخصیت ممتاز اور بے مثال تھی۔ ان تمام ذمہ داریوں، سرگرمیوں اور ملی ہنگامہ آرائیوں کے ساتھ ہزاروں صفحات سپرد قلم کر دینا آسان نہیں تھا، تاہم آپ نے اس کارنامے کو انجام دے کر اپنی عبقریت کی شناخت کروا دی کہ دیکھو عباقرہ ایسے ہوتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

> ”قلم اٹھایا تو تصنیف و تالیف کا ایک انبار لگا دیا، سیرت، سلوک، صرف، نحو، ادب، منطق، فقہ، اصول فقہ، کلام، مناظرہ، حدیث و تفسیر، خدا جانے کتنے علوم و فنون پر چھوٹی بڑی سو سے اوپر کتابیں تیار کر دیں۔ اردو کے علاوہ عربی میں بھی۔ اور یہ گنتی تو مستقل کتابوں کی ہوئی، حاشیے جو بہت لکھ ڈالے ان کا شمار ہی نہیں ـــــ مدت عمر پھر ایک بار یاد کر لیجیے، کل ۴۸؍ سال۔ بعض بعض کتابوں کے نقشے اور منصوبے تو ان کے سامنے عظیم الشان تھے، مثلاً نئے علم کلام پر ”سائنس و کلام“ کے نام سے ۳۴؍ جلدیں پیش نظر تھیں۔“ (نشریات ماجد، ص:۱۸۶)

وسیع المشربی اور تعمیر ملت:

مولانا عبدالباری اپنے عظیم اسلاف کے مسلک و منہاج پر سختی سے قائم رہے، لیکن جہاں کہیں بھی اسلامیان ہند کا سیاسی، تعلیمی، معاشی اور دینی مفاد سامنے آیا، یا وحدت امت پر آنچ آتی ہوئی محسوس ہوئی، مولانا نے اپنے دینی و مسلکی شناخت اور موقف کے ساتھ اس کا تعاون و تحفظ کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ صوفیانہ منہج اور اعتدال کی روش پر چلنے والے صوفی مزاج علما کا ہمیشہ یہی کردار رہا ہے، ماضی میں اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

مولانا کا عہد اسلامیان ہند کی مسلکی تفرقہ بندی، جماعت سازی، مذہبی توڑ پھوڑ، آپسی تکفیر و تفسیق، مذہبی مناظرے اور مجادلے کے عروج کا عہد رہا ہے، جس میں بیشتر علما کی توانائیاں انہی کاموں میں صرف ہو رہی تھیں، اور ان کی توجہ بحیثیت مجموعی مسلم مسائل کی طرف بالکل نہیں تھی، مگر مولانا عبدالباری کی آفاقی سوچ ہزاروں سے یکسر مختلف تھی، آپ کی ترجیحات میں اسلامیان ہند کے کھوئے ہوئے اجتماعی وقار و منصب کی بازیابی اور بحیثیت مسلمان ان کا سیاسی، تعلیمی،

معاشی اور دینی مستقبل کا تحفظ سب سے پہلے تھا، اس کے لیے آپ نے جس طرح عملی سعی و جہد کی ہے اسے صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ مشتے نمونہ از خروارے آپ کی چند کوششیں ملاحظہ ہوں، جو آپ کی وسیع المشربی اور دور نگاہی کی بین دلیل ہیں:

- سر سید احمد خاں (ف: ۱۸۹۸ء) کے بعض مذہبی عقائد و افکار کی وجہ سے بیشتر علمائے ہند، بشمول علمائے فرنگی محل کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اختلاف تھا، اس لیے علما سرسید کے اس تعلیمی مشن کو سبوتاژ کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رہے تھے، تاہم مولانا عبد الباری جیسے چند علما تھے جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تعمیر و توسیع میں مسلمانان ہند کی معاشی خوش حالی اور معاشرتی وقار و منصب کی بحالی کو دیکھ رہے تھے، اس لیے مولانا نے بے محابہ اس جانب قدم بڑھایا اور یونیورسٹی کی عام تحریک میں سر آغا خان (ف: ۱۹۵۷ء) کی تحریک پر پانچ سو روپے کا چندہ دیا اور اپنے وسیع حلقۂ اثر میں علی گڑھ تحریک کے بڑے معاون ہوئے، نیز علی گڑھ تحریک کے سرخیل اور سرسید کے قریبی دوست نواب وقار الملک مشتاق حسین (ف: ۱۹۱۷ء) سے مراسلت کر کے اپنے زیر اثر طلبہ کو مسلم یونیورسٹی بھجوانے کا سلسلہ شروع کیا۔

- دار العلوم ندوۃ العلماء کے قیام ۱۸۹۴ء میں تمام مسالک کے علما شامل رہے، تاہم بعض مسلکی اختلافات فکر و نظر کی بنیاد پر بدایوں اور بریلی سے وابستہ علما اس تحریک سے الگ ہو گئے، بہت سے علمائے فرنگی محل نے بھی علیحدگی اختیار کر لی، مگر مولانا عبد الباری مسلکی اختلافات فکر و نظر کے باوجود ندوہ کے قیام اور تعمیر و ترقی میں شامل رہے کہ اگر جدید نصاب و نظام کے ساتھ ایک بڑے علمی قلعے کی تعمیر ہو جاتی ہے تو اس سے مسلمانوں کے وقار و منصب میں اضافہ ہوگا اور ان کا معاشرتی مستقبل تابناک ہوگا، نیز اس کے ذریعے عالم عرب سے ہندوستانی مسلمانوں کے روابط مضبوط ہوں گے۔ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

> ”مولانا اس کے رکن انتظامی منتخب ہوئے اور ہمیشہ دامے درمے سخنے قدمے دار العلوم کی مدد فرماتے رہے۔ ندوہ کے سالانہ جلسے میں ۱۳۲۳ھ میں مولانا خود بھی مجلس استقبالیہ کے رکن بنے اور ہم سب کو رکن بنوایا اور تحصیل چندہ میں

کوشش فرمائی۔" (حسرۃ الآفاق، ص: ۱۰)

ہے اور اس طرح کی اور بھی معاصر شہادتیں موجود ہیں، جو اس پروپیگنڈے کی تردید کرتی ہیں کہ مولانا نے بعض معاصر علما کے توجہ دلانے پر ندوہ سے علیحدگی اختیار کرلی۔

- مسلمانانِ ہند کی تعلیمی، معاشی اور سیاسی وقار کی بحالی کے لیے ایک سے زائد مرتبہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں کے علما سے ان امور میں تبادلۂ خیالات کیا اور کامن منیمم ایجنڈے کے تحت مل کر کام کرنے پر انھیں راضی کیا تاکہ انگریزی سرکار کی ملی وحدت کو پارہ کرنے کی سازش کو ناکام کیا جاسکے اور مسلمانوں کی اجتماعی ترقی کی راہ آسان ہوسکے۔

مولانا کی ان کوششوں کو دیکھتے ہوئے ان کی حکمت ودانائی اور تدبر ودوراندیشی کو داد دینے کو جی چاہتا ہے، کیوں کہ جو لوگ مسلکی اختلافات کی بنیادوں پر مسلمانوں کی اجتماعی دینی، سیاسی، تعلیمی اور معاشی مفاد اور مستقبل کو بے دردی سے قربان کرنے سے نہیں چوکتے تھے، آج ان ہی کے پیروکار ہندوستان کے بدلے ہوئے متعصب اور ناگفتہ بہ ماحول میں اپنی مسلکی اور جماعتی شناخت کے ساتھ "وحدت امت" کے لیے نعرہ زن ہیں، تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی حفاظت کی جاسکے۔ یہ انقلاب سو برس کے بعد آیا، تاہم درست آیا، ہمیں ان کے شعور کی مثبت تبدیلی کا استقبال کرنا چاہیے، مگر اس سچائی کے اعتراف اور تشکر وامتنان کے ساتھ کہ اس انقلاب کی بنیاد سو برس پہلے مولانا عبدالباری جیسے چند مستقبل شناس علما نے رکھی تھی۔

فرنگی محل میں "مدرسہ عالیہ نظامیہ" کا قیام:

فرنگی محل میں باقاعدہ ادارے کی شکل میں کبھی کوئی مدرسہ نہیں رہا، علمائے خانوادۂ فرنگی محل کا یہ کمال تھا کہ وہ جہاں بیٹھ جاتے، ایک مدرسہ نہیں، یونیورسٹی بن جاتی -- ۱۹۰۰ء اور ۱۹۱۰ء میں علامہ شبلی نعمانی (ف: ۱۹۱۴ء) نے علی الترتیب ملا نظام الدین اور درس نظامیہ وفرنگی محل پر مضامین لکھے (۱) اور علمائے فرنگی محل کی دو صدیوں پر محیط تدریسی اور علمی وفنی خدمات کو دیکھتے ہوئے اس

---

(۱) علامہ شبلی نعمانی کے شاہکار قلم سے یہ جاندار مضامین بھی مولانا عبدالباری کی کوششوں کا نتیجہ ہے، جنھوں نے علامہ کو علمائے فرنگی محل کے احوال وخدمت پر مشتمل قدیم اور نادر ماخذ ومراجع پیش کیے، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سچائی کا برملا اعتراف کیا کہ:

> "قدیم اصطلاح میں کالج ایک شخص کے وجود خاص کا نام تھا، وہ جہاں بیٹھ جاتا تھا، اس کے گرد مستفیدوں کی ایک جماعت کثیر جمع ہو جاتی تھی، اس کے فیض کا بادل ہر وقت برستا رہتا تھا، دن رات جس وقت جو کچھ بولتا تھا علمی لیکچر ہوتا تھا، اس کے حرکات وسکنات، نشست وبرخاست، وضع قطع، طور طریقے سب خاموش عملی لیکچر تھے، شاگردوں کا سلسلہ درسلسلہ پھیلتا جاتا تھا، یہاں تک کہ چند دن کے بعد یہ ذی روح کالج، یونیورسٹی یا جامعہ اعظم بن جاتا تھا۔"
>
> (مقالات شبلی، حصہ سوم، ص: ۱۰۸، ۱۰۹)

استاذ الہند ملا نظام الدین محمد سے امام وقت مولانا قیام الدین عبدالباری تک فرنگی محل کا بھی یہی حال تھا، پھر مولانا عبدالباری نے بدلے ہوئے ملکی اور دنیاوی حالات میں جدید نظام تعلیم اور اس کے اطوار کو سمجھا اور فرنگی محل میں ہی باقاعدہ اس "ذی روح کالج یا یونیورسٹی" کو ایک تعلیمی نظام کی حیثیت دی- مدرسے کے قدیم نصاب میں انگریزی زبان، سائنس، حساب، الجبرا، جیومیٹری اور جغرافیہ جیسے نئے مضامین شامل کیے گئے، تعلیمی دورانیے کو نظام الاوقات کے تحت ترتیب دیا گیا، وقتاً فوقتاً تعلیمی معیار کی تفتیش کے لیے بیرونی اساتذہ کو مقرر کیا گیا، تعلیمی سال میں باقاعدہ امتحانات کا سلسلہ شروع کیا گیا اور پھر باقاعدہ "مولانا" اور "مولوی" کی سند دینے کا آغاز کیا گیا-

برصغیر میں مذہبی نظام تعلیم کی اصلاح اور جدت کی یہ اولین کوششوں میں ایک تھی، جس کی مضبوط بنیاد مولانا عبدالباری نے رکھی، اُس عہد کا یہ بے مثال کارنامہ تھا، جو مولانا کی قیادت وبصیرت اور ژرف نگاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے، ورنہ آزادی ہند تک عموماً مدارس اسلامیہ باقاعدہ تعلیمی نظام کے تحت نہیں چلا کرتے تھے- مدرسہ نظامیہ کے قیام کی نصف صدی کے بعد برصغیر میں جن لوگوں نے بھی مذکورہ جدید خطوط پر اپنے دینی اداروں کو چلانے کا آغاز کیا، اُن خطوط کے کھینچنے والوں میں

(بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ) جن کے مطالعے کے بعد شبلی نے علی الترتیب "معارف"، "علی گڑھ" اور "الندوہ" لکھنؤ میں مضامین لکھے اور خصوصی طور پر مولانا عبدالباری کا شکریہ ادا کیا-

ایک نمایاں نام مولانا کا بھی ہے۔ ندوۃ العلماء سے مولانا کی وابستگی کا راز بھی یہی تھا۔

بہر حال استاذ الہند ملا نظام الدین کی وفات کے دن ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ/ ۱۲ رجولائی ۱۹۰۵ء کو شیخ سید خورشید احمد ہانسوی (نبیرہ سید السادات شیخ عبد الرزاق ہانسوی) اور اپنے استاذ مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی کی موجودگی اور سرپرستی میں مولانا نے باضابطہ اس جدید ادارے کا افتتاح کیا اور اس مدرسے کا نام اپنے جد امجد کے نام پر "مدرسہ عالیہ نظامیہ" رکھا۔ یہ ملا نظام الدین کی حویلی میں ہی قائم کیا گیا، جس کی عمارت کی مرمت اور ضروری اشیا کے لیے جہاں گیرآباد کی رانی صاحبہ نے امداد فرمائی (۱)۔ مولانا کی علمی مساعی اور گہرے تعلقات کو دیکھتے ہوئے نظام دکن نواب میر عثمان علی خاں (ف: ۱۹۶۷ء)، والی رام پور نواب حامد علی خاں بہادر (ف: ۱۹۳۰ء) اور راجہ صاحب نانپارہ کی جانب سے اس مدرسے کو ایک طویل عرصے تک گراں قدر مالی امداد ملتی رہی۔ مولانا عبد الماجد دریابادی مولانا عبد الباری اور اس ادارے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "ایک اور چیز میں بھی اپنے بڑوں سے بازی لے گئے تھے، اُن کے زمانے تک پڑھانے کا وہی پرانا طریقہ جاری تھا، یعنی ہر استاد کی ذات خود ایک مدرسہ بنی ہوئی تھی، آپ نے پہلی بار یہ کیا کہ اس فیض جاری کو ایک نظام کے ماتحت اور ضابطوں کی قید میں لا کر ایک باقاعدہ درس گاہ کی شکل دے دی —— اور اپنی ہمت عالی سے کام لے کر بڑے بڑے عطیے اور درماہے اس کے لیے رئیسوں سے حاصل کر لیے۔" (نشریات ماجد، ص: ۱۸۵)

جدید نصاب و نظام پر مشتمل اس مدرسے کا فائدہ یہ ہوا کہ طالبانِ علوم، دین کے ساتھ دنیا سے بھی واقف ہونے لگے، حکومت کے مختلف عہدوں پر ان کی تقرریاں ہونے لگیں، جس کی وجہ سے ان کے معاشی اور معاشرتی احوال بہت بہتر ہو گئے۔ مولانا عبد الباری حسب ضرورت اور حسب حال مدرسے کے نصاب میں وقتاً فوقتاً جزئی تبدیلی بھی کرتے رہتے۔ مولانا کے تلمیذ رشید مولانا عنایت اللہ لکھتے ہیں:

---

(۱) The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia:PP.152

"اس مدرسے کا فیض ہے کہ موجودہ دور کے تمام علما (میرے بعد والے) اسی مدرسے کے تعلیم یافتہ ہیں اور میرے بعد فرنگی محل میں جو بھی فارغ التحصیل ہے، وہ اسی مدرسے کا سند یافتہ ہے۔" (حسرۃ الآفاق، ص: ۱۱)

مولانا سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی (ف: ۱۹۲۳ء) رقم طراز ہیں:

ولما أسست المدرسة النظامية في فرنگي محل بسعيه بدأ يدرس فيها وفي خارجها، وأكثر اشتغاله في الأخير بالحديث والقرآن، وكان له درس في المثنوي للعارف الرومي في بيته، وتخرج عليه عدد كبير من الفضلاء. (نزهة الخواطر، ج: ۸، ص: 1259)

آپ نے جب اپنی کوشش سے فرنگی محل میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا تو اس میں اور اس کے باہر بھی درس دینے لگے، آخری زمانے میں ان کی اکثر تدریسی مصروفیت قرآن وحدیث کی تدریس تک محدود ہو گئی۔ اپنے گھر سے مثنوی مولانا روم کا بھی درس دیتے۔ ان سے پڑھ کر کثیر تعداد میں علما وفضلا فارغ ہوئے۔

طویل زمانے تک یہ ادارہ مولانا عبدالباری کی توجہ کا مرکز رہا، جہاں سے وہ اپنا علمی وروحانی فیضان لٹاتے رہے، تاہم بیس ویں صدی کی دوسری دہائی کے اخیر میں جب آپ کی توجہ ملی اور سیاسی امور کی طرف زیادہ ہونے لگی، ملک وبیرون ملک کے کثرت سے دورے ہونے لگے تو آپ کے مستفیدین نے اس ادارے کو آپ کی نگرانی اور سرپرستی میں سنبھالا۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ جب تک اس مدرسے کا وجود باقی رہا خانوادۂ فرنگی محل میں مولانا کی بعد والی نسل کے اکثر وبیشتر بچوں نے اسی مدرسے میں تعلیم پائی اور باصلاحیت عالم وفاضل ہوئے اور پھر اسی ادارے کے شعبۂ تدریس وافتا اور تصنیف وتالیف سے وابستہ ہو گئے۔

مولانا عبدالباری کے وصال ۱۹۲۶ء کے بعد یہ مدرسہ آپ کے بھتیجے، شاگرد، مرید وخلیفہ اور جانشین ملا قطب الدین عبدالوالی عرف قطب میاں (ف: ۱۹۵۴ء) کی نگرانی میں آ گیا، جو اسی مدرسے کے فارغ اور مدرس تھے، کیوں کہ مولانا عبدالباری کے وصال کے وقت آپ کے

اکلوتے صاحب زادے مولانا جمال الدین عبدالوہاب عرف جمال میاں (ف: ۲۰۱۲ء) محض چھ برس کے تھے۔ جمال میاں جب اس مدرسے سے پڑھ کر جوان ہوئے تو اُس وقت ہندوستان کے سیاسی حالات میں اتھل پتھل مچی ہوئی تھی۔ ملک کی آزادی کی تحریک اپنے آخری پڑاؤ میں تھی، تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی، لینڈ ریفارم یعنی زمین کی ملکیت اور جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کی کوشش شروع ہوگئی تھی اور نوابین کی ریاستیں انڈین یونین میں ملحق ہونے کے کگار پر تھیں، ایسی صورت میں مدرسہ نظامیہ کو جو نوابین اور مہاراجوں سے امداد آرہی تھی، اس کا بند ہوجانا فطری تھا، اور یہی ہوا بھی۔ ۲۰۰ برس سے جو تعلیمی ادارہ نہایت کروفر سے چل رہا تھا وہ مالی بحران کی وجہ سے زوال آمادہ ہو چلا تھا۔ ایسے میں جمال میاں اپنے والد کی اس بے مثال نشانی اور فرنگی محل کی ڈھائی سو سالہ قیمتی امانت (درس گاہ) کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور مختلف ذرائع سے اس کے لیے چندے اور امداد کی کوشش کرتے ہیں، مگر بہت زیادہ کامیابی نہیں ملتی ہے، کیوں کہ اُس وقت جمال میاں ایک مسلم قائد کی حیثیت سے اپنی پہچان بنانے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، بالآخر اپنی خاندانی روایت کے برخلاف فرنگی محل کی اس آبرو کو بچانے کے لیے ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچا کہ وہ اپنے گہرے دوست راجہ صاحب محمود آباد (ف: ۱۹۷۳ء) اور ان کے دیگر رفقا کے اصفہانی فیملی بزنس میں شامل ہوجائیں اور اس کی آمدنی سے مدرسہ نظامیہ کے اخراجات پورے کریں، چناں چہ انھوں نے ”چائے“ کی ایجنسی لے لی اور اس کا کاروبار کرنے لگے اور اس کی محدود آمدنی سے کسی طرح ادارہ چلنے لگا، تاہم یہ سلسلہ بھی آزادی ہند اور تقسیم ملک کے ساتھ ختم ہوگیا۔ حالات نازک ہوگئے اور نظامیہ بند ہونے کے کگار پر تھا۔ آگے کے حالات پروفیسر فرانسس رابن سن کی زبانی سنیں:

> Things became so desperate that Hasrat Mohani, whose family had followed Farangi Mahall for generations, gave his salary as a member of the UP assembly to support the Madrasa. Eventually things became so difficult in Lucknow that Jamal Mian

decided that the only way to sustain his family and help maintain the Madrasa was to set up in business in Dacca under the aegis of the Isphahanis.

(The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia:PP.xvii)

حالات بہت برے ہو گئے، اس مشکل میں حسرت موہانی (جن کا خاندان کئی نسلوں سے فرنگی محل کا مطیع و مرید تھا) نے اتر پردیش کے اسمبلی ممبر کی حیثیت سے اپنی تنخواہ مدرسے کو دے دی، تاہم لکھنؤ میں حالات اور مشکل ہو گئے، اب جمال میاں نے اپنی فیملی اور مدرسے کو چلانے کے لیے فیصلہ کیا کہ اس کے علاوہ اب اور کوئی راستہ نہیں کہ ڈھاکہ میں اصفہانیوں کی سرپرستی میں کاروبار کیا جائے۔

اس طرح آزادی ہند کے بعد جمال میاں کاروبار کے لیے ڈھاکہ چلے گئے، جو اُس وقت پاکستان کا مشرقی حصہ تھا۔ وہ اپنے کاروبار کی آمدنی کا ایک خطیر حصہ برسوں تک ادارے کو د رہے، اس طرح مدرسہ نظامیہ ستر کی دہائی تک چلتا رہا۔ ۱۹۷۱ء میں تقسیم پاکستان کے بعد جب ڈھاکہ بنگلہ دیش کا حصہ بن گیا تو جمال میاں کراچی منتقل ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی مدرسہ نظامیہ تاریخ کا ایک گم نام حصہ بن گیا۔

سیاسی و ملی فتوحات:

اسلامیان ہند کی ملی اور سیاسی قیادت و رہنمائی امام وقت مولانا عبدالباری کی زندگی کا ا تابناک باب ہے جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ مولانا کی تاریخی اہمیت اس لیے بھی مزید بڑھ جاتی ہے کہ زمرۂ علما میں ایسے چند ہی اساطین وقت تھے، جنھیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے، جنھوں نے ملت کے لیے بے انتہا درد و فکر رکھتے ہوئے اس کے لیے اپنی پر امن نجی زندگی اور اس کا سکون و قرار قربان کر دیا تھا، ورنہ بیشتر علما اپنی پوری علمی اور مذہبی توانائی امت کی تقسیم میں لگا رہے تھے اور یہ تقسیم صرف مذہب و مسلک تک محدود نہیں تھی، اس کا اثر بالواسطہ مسلمانوں کے ہر شعبے پر پڑ رہا تھا۔ ایسے علما کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ امت سیاسی، تعلیمی، معاشی اور فکری سطح

بس زوال وادبار کا شکار ہو رہی ہے اور ایک تکثیری معاشرے میں ان کا اپنا مستقبل کیا ہوگا، بلکہ وہ وان معدودے چند علما پر بھی شرعی دفعات لگا کر ان کی آواز کو بے اثر کرنے کی مہم میں لگے ہوئے تھے جو نہایت اخلاص کے ساتھ مسلمانان ہند کے حقوق و تحفظ کے لیے شب و روز کوشاں تھے۔

جو لوگ عملی طور پر میدان میں اتر کر کام کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، غلطیاں ان ہی سے سرزد ہوتی ہیں، دعویٰ عصمت نہ انھیں تھا اور نہ ان کے متبعین کو، لیکن ان اساطین کی سیاسی لغزشوں کو شرعی دفعات لگا کر انھیں سر عام رسوا کرنے کی مہم چلائی گئی اور ان کے کارناموں پر پردہ ڈالنے کی اس طرح کوشش کی گئی کہ آج مورخین کو ان کا سراغ لگانا مشکل ہو گیا ہے، بس یاد ہے تو اتنا کہ ان سے شرعی لغزشوں کا صدور ہوا تھا، جن پر ہمارے طیب وطاہر علما نے حکم تکفیر و تفسیق لگایا تھا۔ لغزشیں کس سے نہیں ہوتیں؟ فکر آخرت تو وہ اندھ بھگت کریں جو صبح و شام اپنے مذہبی پیشواؤں کی عصمت پر زور بیان دکھا کر شرک فی النبوۃ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انھوں نے اپنا اور اپنے متبعین کی جتنی توانائی، پیسہ اور وقت ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل اور مذہبی ابطال میں صرف کیا، اگر اس کا عشر عشیر بھی امت کی سیاسی، تعلیمی، معاشی اور مذہبی مستقبل کی تعمیر میں لگایا ہوتا تو آج ہم جیسے کوتاہ بیں امت کی مفلوک الحالی کا مرثیہ نہیں پڑھ رہے ہوتے۔ آج بھارت کے ۲۵ر کروڑ مسلمانوں کو جس قدر بھی عزت و آزادی نصیب ہے، یا وہ کروڑوں مسلمان جنھوں نے مملکت خداداد پاکستان کے قیام کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھا یا آج جو دیکھ رہے ہیں، ان کی بنیادوں میں امام وقت مولانا محمد عبدالباری جیسے علما کا قیمتی لہو، جہد مسلسل اور ایثار شامل ہے۔

مولانا کا سیاسی قد اتنا اونچا تھا اور مسلمانان ہند پر ان کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ اُس عہد میں فرنگی محل تحریک آزادی ہند کا بڑا مرکز بن گیا تھا، جہاں کی تاریک و تنگ گلیوں میں اپنے وقت کے بڑے بڑے مسلم و غیر مسلم سیاسی لیڈران باادب حاضر ہوتے، ان میں موہن داس کرم چند گاندھی بھی تھے، پنڈت جواہر لعل نہرو بھی، سروجنی نائیڈو، پنڈت موتی لعل نہرو اور لالہ لاج پت رائے بھی اور نہ جانے کون کون۔ دارالعلم اب دارالعمل ہو گیا تھا، جہاں سے تحریک آزادی کے منصوبے بنائے جاتے، سیاسی پیش قدمیاں طے کی جاتیں، حکمت عملی تیار کی جاتی اور مسلم مسائل

کی پیچیدگیوں کی گرہ کشائی کی جاتی- مولانا عبدالماجد دریابادی نے بڑا دل کش نقشہ کھینچا ہے:“

> بات ۱۹۲۰ء کے آخر کی ہے، یا شاید شروع ۱۹۲۱ء کی- ایک روز سہ پہر کو دیکھتے کیا ہیں کہ موٹروں پر موٹریں آکر فرنگی محل کے پُل پر رک رہی ہیں اور ملک کے مشہور لیڈر ایک سے ایک اونچے اُتر رہے ہیں- یہ ٹھیک ہے کہ آج شہر میں خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے اجلاس ہیں اور ملک بھر کا لیڈر، ان میں امنڈ آیا ہے، لیکن شہر کے اس محلے سے ان حضرات کو کیا واسطہ؟ یہ لیجیے اب تو سواریاں پُل کے ڈھال سے اُتر کر پارچہ والی گلی میں چلنے بھی لگیں- اور پہچانیے یہ تو پنڈت موتی لال نہرو اُترے- یہ اُن کا سا نفاست پسند اور شاہانہ مزاج کا لیڈر اس میلی کچیلی گلی میں کہاں! اور دیکھیے یہ مسز سروجنی نائیڈو کا جلوہ نظر پڑا- یہ قیصر باغ اور ڈالی باغ کے سبزہ زاروں کو چھوڑ چھاڑ کر اِدھر کیسے؟ وہ حکیم اجمل خاں نکلے- یہ ڈاکٹر انصاری نمودار ہوئے- وہ لالہ لاجپت رائے دکھائی دیے- غرض کانگریس اور خلافت اور ترک موالات کے جتنے بھی لیڈر ہیں کیا بڑے اور کیا چھوٹے، کیا ہندو اور کیا مسلمان، کیا پنجابی اور کیا گجراتی، سب ہی تو نظر آرہے ہیں، اور اب دیکھیے سب کا رخ فرنگی محل کے مشہور مکان محل سرا کی طرف پھر گیا- مشہور عالم و فاضل مولانا قیام الدین عبدالباری کی مشہور حویلی، وہیں دن کے کھانے کی دعوت ہے- عقدہ اب کھلا، اللہ اکبر! یہ لیڈر فرنگیوں سے اس قدر بیزار اور ایک فرنگی محلی کے یارِ غار! اور یہ دعوت کچھ آج پہلی یا آخری تھوڑے ہی ہے- محل سرا تو گویا اب مہمان سرا ہے- ہر روز دعوتیں، آئے دن مہمان داریاں، ہر دعوت مہمان اور میزبان دونوں کے شایانِ شان-” (نشریات ماجد، ص: ۱۸۳، ۱۸۴)

یہ داستان اتنی طویل اور دلچسپ ہے کہ اسے یہاں چند صفحات میں سمیٹا نہیں جا سکتا، اس کے لیے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، اس لیے یہاں تاریخی ترتیب سے ان کے کارناموں کی چند جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں، مگر اس سے پہلے اُن اسباب کا پتہ لگانا ضروری ہے، جن کے

رد گرد مولانا عبدالباری اور ان کے معاصرین علما اور لیڈران کی بیشتر سیاسی سرگرمیاں جاری تھیں:

خلافت عثمانیہ سے جذباتی وابستگی کے اسباب:

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مولانا عبدالباری اور ان کے معاصرین علما اور مذہبی لیڈران کی بیشتر سیاسی سرگرمیاں براہ راست خلافت عثمانیہ کے قیام و استحکام سے جڑی ہوئی تھیں اور ان سرگرمیوں سے بالواسطہ حرمین شریفین اور دیگر مقدس مقامات و آثار کی حفاظت، برطانوی سامراج سے ہندوستان کی آزادی، وحدت اسلامی اور عالم اسلام خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی، تعلیمی اور معاشی حقوق کی بازیابی مطلوب تھی۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ عالم اسلام خصوصاً ہندوستانی مسلمان اور مولانا عبدالباری جیسے ان کے مذہبی لیڈران ترکی کی خلافت عثمانیہ کے تعلق سے اتنے جذباتی کیوں تھے؟ وہ کیا اسباب تھے جن کے لیے انھوں نے اپنے سروں پر کفن باندھ لیے تھے اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے؟ تحریک آزادی اور "خلافت موومنٹ" کے سرگرم رکن قاضی محمد عدیل عباسی (ف: ۱۹۸۰ء) نے تفصیل سے ان اسباب و وجوہات کو بیان کیا ہے، جنھیں اختصار سے یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

پہلا سبب:

خلافت مرکز یا اسلامیہ اسلام کی روح اور مذہب کی بنیاد ہے۔ خلافت کا قیام، اس کی بقا اور اس کے استحکام کو مسلمانان عالم نے ہمیشہ اپنا مذہبی فریضہ جانا۔ خلافت عثمانیہ مسلمانوں کی امیدوں کا آخری چراغ تھا، جسے بچانا وہ اپنا مذہبی و دینی فریضہ سمجھتے تھے۔

دوسرا سبب:

مغربی ممالک، خصوصاً برطانیہ کی بڑھتی ہوئی طاقت اور مسلم ممالک کے خلاف بالعموم اور ترکی کے خلاف بالخصوص اس کی معاندانہ کارروائیاں مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت تھیں۔

تیسرا سبب:

بلاد اسلامیہ پر مغربی طاقتیں، خصوصاً برطانیہ دھیرے دھیرے اپنے پنجے گاڑ رہا تھا، ترکی ایسا واحد ملک تھا جس کی یورپ سے پانچ سو سالہ کشمکش اور ان پر فتوحات سبھوں کے سامنے تھیں۔

مسلمان بجا طور پر سمجھتا تھا کہ اگر خلافت عثمانیہ کا جھلملاتا ہوا چراغ گل ہو گیا تو مسلمانوں کا دنیاوی کوئی وقار دنیا میں باقی نہیں رہے گا۔

چوتھا سبب:

خلافت اسلامیہ کے ذریعے ہی وحدت اسلامی قائم کی جا سکتی ہے اور وحدت اسلامی
یورپ نے پان اسلام ازم کا نام دے کر بدنام کیا) کا منشا صرف یہ تھا کہ اسلامی اساطین اپ
اصلاح پیدا کریں، شرعی قوانین پر عمل کریں اور یورپ کے دست برد سے محفوظ رہیں۔

پانچواں سبب:

حرمین شریفین، مقامات مقدسہ، بیت المقدس، آثار بغداد و نجف و کربلا کی حفاظت
خلفا کے سپرد تھی، جن کے انہدام اور تسلط کے لیے مغربی طاقتوں نے کئی بار دھمکی دی تھی، خلا
عثمانیہ کے خاتمے کا مطلب ان مقامات مقدسہ کا کلی یا جزئی انہدام اور ان پر یہود و نصاریٰ کا ق
وتسلط تھا۔ (تحریک خلافت، ص: ۲۱ تا ۳۵)

یہ وہ بنیادی اسباب تھے، جن کے لیے مولانا عبدالباری جیسے حساس اور قائد سرفروشاں
پوری توانائیوں کے ساتھ سرگرم عمل تھے اور ملت کی قیادت فرما رہے تھے۔

جنگ یونان وروم میں ترکوں کی فتح اور لکھنؤ میں جشن:

انیس ویں صدی کے آخری عشرے میں سلطنت عثمانیہ نے جنگ یونان اور روم میں فتح حا
کرلی، ہندوستان میں مسلمانوں کے درمیان مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ مولانا عبدالباری
اس موقع پر لکھنؤ میں ایک عظیم الشان جشن کی تجویز رکھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ برٹش گورنمنٹ
ترکوں کی پالیسی کی سخت مخالف ہے اور ایسا کرنے سے مولانا کے لیے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں
مگر انھیں تو اس جشن کی آڑ میں دنیا کو یہ پیغام دینا تھا کہ عالم اسلام کی وحدت وقوت کے
ہندوستان کا مسلمان ان کے ساتھ ہے۔

اس جشن کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے صدر مولانا عبدالباری کے برادر اکبر
مولانا عبدالرؤف (ف: ۱۹۰۵ء) بنائے گئے اور مولانا اس کے رکن بنے، تاہم سارے انتظا

امور مولانا کے ہاتھوں میں تھے۔ صاحب ''حسرۃ الآفاق'' لکھتے ہیں:

> ''گورنمنٹ کی پالیسی حسب معمول ترکوں کے سخت مخالف تھی، اس نے ایسے جلسوں کو سخت ناپسند کیا اور علانیہ ان میں دراندازی شروع کی، لکھنؤ کے حکام نے بھی اپنا مرکز توجہ اس کمیٹی کو بنا لیا اور اس کے ارکان کی نگرانی شروع ہوئی۔ مولانا اپنے کام میں پوری طرح پر منہمک ہو گئے اور باوجود سخت دراندازیوں کے مسرت فتح کا جلسہ نہایت زور وشور سے رفاہ عام میں منعقد ہوا۔'' (ص: ۱۴)

منٹو مارلے اصلاحات ۱۹۰۹ء کی حمایت:

بیس ویں صدی کے آغاز سے ہی مسلم دنیا ایک نئی سیاسی کروٹ لے رہی تھی، اس عہد میں اس کی سیاسی بصیرت اپنے عروج پر تھی اور زیادہ سرگرم بھی ہو چلی تھی، مولانا عبد الباری عمر کی تیس بہاریں دیکھ چکے تھے اور اسلامیان ہند کے لیے ایک اہم سیاسی وملی رول ادا کرنے کے لیے جوش وخروش سے تیار تھے۔

برطانیہ میں ۱۹۰۶ء کے عمومی انتخاب میں لبرل پارٹی اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئی اور جان مارلے (Jhon Morley) 'وزیر ہند' جب کہ لارڈ منٹو (Lord Minto) وائسرائے نامزد ہوئے، دونوں نے ۱۹۰۹ء میں ہندوستانی رعایا کو انڈین کونسل ایکٹ میں ترمیم کرتے ہوئے کچھ مراعات دیں جسے ''منٹو مارلے اصلاحات ۱۹۰۹ء'' یا ''انڈین کونسل ایکٹ ۱۹۰۹ء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں بہت سی اصلاحات کے ساتھ مولانا عبد الباری اور دیگر مسلم لیڈران کے اس مطالبے کو بھی منظوری دی گئی کہ مرکزی اور صوبائی لیجس لیٹو کونسلوں کے انتخاب کے۔ لیے مسلم نمائندگان کی سیٹیں مختص ہوں گی اور بحیثیت مسلم ان کا علیحدہ انتخاب ہوگا۔ اس مطالبے کا مقصد واضح تھا کہ زیادہ تعداد میں مسلم نمائندگان لیجس لیٹو کونسلوں میں پہنچیں اور برٹش گورنمنٹ سے مسلمانان ہند کے جائز حقوق اور زیادہ مراعات حاصل کر سکیں۔ اصلاحات کی اس شق سے غیر مسلموں کو بڑا اعتراض تھا اور وہ اس میں ترمیم کے لیے کوشاں تھے، تاہم مولانا عبد الباری نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس شق کی حمایت میں مختلف ہنگامی جلسے کیے، میٹنگیں کیں اور حکومت

کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہندوستان کا مسلمان حکومت کے اس قدم سے، بہت خوش

پروفیسر فرانسس روبن سن لکھتے ہیں:

In 1909 he gave his support to the great Muslim campaign to establish separate electorates in the Morley-Minto Council reforms.

(The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia:PP.153)

۱۹۰۹ء میں انھوں نے مسلم تحریک کی پرزور حمایت کی کہ منٹو مارلے کونسل اصلاحات میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ طریقۂ انتخاب نافذ کیا جائے۔

مسلم لیگ کے مرکزی دفتر کی منتقلی:

مسلم قائدین نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں ایک
جماعت ”آل انڈیا مسلم لیگ“ بنائی، جو آگے چل کر قیام پاکستان کی بڑی تحریک بن گئی۔ ابتدا
اس کا مرکزی دفتر ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۰ء تک علی گڑھ میں رہا، تاہم کچھ وجوہات کی بنیاد پر یہ فیصل
گیا کہ اس کا مرکزی دفتر لکھنؤ منتقل کر دیا جائے، جس کے لیے مولانا عبدالباری اور ان کے
دوست مہاراجہ محمود آباد (ف: ۱۹۳۱ء) نے اہم کردار ادا کیا (۱)۔ آفس کے قیام سے لے کر
کے سالانہ اخراجات کی ذمہ داری بھی ان ہی دونوں کے سر تھی۔ ۱۹۳۶ء تک مسلم لیگ کا دفتر
میں رہا، اس کے بعد دہلی منتقل ہو گیا۔

خلافت عثمانیہ (ترکی) کی حمایت وتعاون:

مولانا عبدالباری کو ملکی سیاست سے زیادہ مذہبی وملی سیاست سے دلچسپی تھی، یعنی جہا
کہیں بھی آپ کو مسلمان، اسلام یا عالم اسلام پر آنچ آتی ہوئی محسوس ہوتی، آپ سرفروشانہ
ہو جاتے۔ بقول مولانا سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی:

كان وقوراً مهيباً غيوراً فيما يتصل بالاسلام والمسلمين.

(نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۱۲۶۰)

---

(۱)The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia:PP.153

اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے آپ نہایت حساس، پُر جلال اور غیرت مند تھے۔

جلد ہی آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کی خبر عالم اسلام کے حکمرانوں کو ملنے لگی اور غائبانہ تعارف شریف مکہ حسین بن علی (ف: ۱۹۳۱ء) (۱) سے ہو گیا۔ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے تو شریف مکہ سے بالمشافہ ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات گہری دوستی اور قربت میں بدل گئی، اس کے بعد ساری زندگی ان سے روابط رہے۔ مولانا نے اس سفر میں خلافت عثمانیہ (ترکی) کی عالمی سیاست میں ان کی منصوبہ بندی کو سمجھا، کیوں کہ مغربی طاقتیں اسے مٹانے کے درپے تھیں۔ عالم اسلام کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے شریف مکہ کی ایما پر آپ حجاز سے دمشق، بیروت، اسکندریہ اور قاہرہ گئے اور وہاں کے حکمرانوں سے ملاقات کی، اس سفر اور ملاقاتوں سے مولانا کو عالم اسلام پر برطانوی سامراج کے خفیہ منصوبوں کو سمجھنے میں کافی مدد ملی، نیز سلطنت عثمانیہ اور جزیرۃ العرب کے معاملات و مسائل میں مولانا کی دلچسپی اور سرگرمیاں بڑھ گئیں۔

جنگ طرابلس:

مولانا عبد الباری ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں حج اور عرب و شمالی افریقا کے مختلف ملکوں کے دورے پر تھے کہ اٹلی نے طرابلس (لیبیا) پر حملہ کر دیا، یہ خطہ سلطنت عثمانیہ کے زیر نگیں تھا۔ یہ جنگ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء سے ۱۸/ اکتوبر ۱۹۱۲ء تک لڑی گئی۔ اٹلی کی طرف سے اس حملے کا کوئی جواز نہیں تھا، اس لیے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستانی مسلمانوں میں بھی سخت ہیجان پیدا ہوا اور انھوں نے اٹلی کے خلاف احتجاجات کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا نے اپنی عدم موجودگی میں اپنے بھتیجے اور جانشین مولانا قطب الدین عبد الوالی اور اپنے مرید و شاگرد مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی کو احتجاجات، جلسوں میں پر جوش شرکت اور سلطنت عثمانیہ کے لیے خطیر رقم اکٹھا کرنے کی ہدایت دی،

---

(۱) اُس زمانے میں جزیرۃ العرب خلافت عثمانیہ کے زیر نگیں تھا۔ خلیفہ سلطان عبد الحمید ثانی (ف: ۱۹۱۸ء) نے ۲۴/ نومبر ۱۹۰۸ء کو سید حسین بن علی ہاشمی کو (جو ہاشمی عربی النسل لیڈر تھے) مکہ کا امیر اور شریف مقرر کیا، اس منصب پر یہ ۱۹۱۶ء تک قائم رہے۔ ۱۹۱۶ء میں شریف مکہ نے عرب کو خلافت عثمانیہ سے آزاد کرانے کے لیے برطانوی حکومت کے تعاون کے وعدے پر بغاوت کر دی، ترکوں کو شکست ہوئی اور حسین بن علی حجاز کے بادشاہ بن گئے، ۱۹۲۴ء میں نجد کے فرماں روا ابن سعود سے شکست کھا کر تخت سے دست بردار ہوئے۔

مولانا سلامت اللہ اور قطب میاں نے اپنی کم عمری کے باوجود اپنے استاذ و مرشد کی نیابت کا حق ادا کر دیا اور ''انجمن موئید الاسلام'' کے تحت کافی فنڈ جمع کیا اور جنگ میں حصہ لینے والے جاں بازوں کی امداد کے لیے ترکی بھیجا۔

جنگ بلقان میں مولانا فرنگی محلی کے تیور:

مولانا عبدالباری ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں حج اور مختلف ملکوں کے دورے سے واپس آئے، اس کے کچھ عرصے کے بعد ہی یونان، بلغاریہ، سربیا، مانٹی نیگرو نے مغربی یورپین طاقتوں کے اشارے پر بغیر کسی جواز کے بلقان (۱) پر حملہ کر دیا۔ پروفیسر رابن سن کے مطابق یہ وہ دور ہے جب مولانا اپنی سرگرمیوں کی وجہ سے ملکی سطح پر منظر عام پر آئے۔ عالم اسلام بالخصوص ہندوستان اس حملے سے سلگ رہا تھا، ایسے میں مولانا کی حسب ذیل سرگرمیاں سامنے آتی ہیں:

● پورے ملک میں احتجاجی جلسے ہو رہے تھے، ان میں مولانا عبدالباری نے پورے جوش وجذبے کے ساتھ حصہ لیا اور اپنے خطابات سے عوام میں ولولہ تازہ برپا کر دیا۔

● زخمی ترک مسلمانوں کی امداد کے لیے ''ہلال احمر'' کے نام سے کمیٹی تشکیل دی گئی، مولانا نے نہایت سرگرمی سے اس میں حصہ لیا اور اپنے اثر ورسوخ سے ہزاروں روپے چندہ کر کے کمیٹی کے حوالے کیا۔

● فرنگی محل کی تنظیم ''موئید الاسلام'' (۲) کو از سر نو زندہ کر کے اس کے ذریعے عوامی چندے کا سلسلہ شروع کیا، اس کے لیے خصوصی طور پر اپنے دست وباز و اور رشتے کے بھائی مولانا سلامت اللہ

---

(۱) بلقان (Balkans) جنوب مشرقی یورب کے خطے کا تاریخی وجغرافیائی نام ہے، یہ علاقہ سلطنت عثمانیہ کے زیر نگیں تھا۔ یونان، بلغاریہ، سربیا، مانٹی نیگرو کی سرحدیں بلقان سے ملتی تھیں۔

(۲) ۱۸۷۸ء میں سلطنت عثمانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے لیے سربیا نے جنگ کی، اسی زمانے میں مولانا عبدالباری کے دادا محترم مولانا شاہ عبدالرزاق (ف: ۱۸۸۹ء) کی سرپرستی میں فرنگی محل میں ''انجمن موئید الاسلام'' قائم ہوئی، جس کے بانیوں میں مولانا عبدالباری کے تایا مولانا عبدالباسط (ف: ۱۸۷۸ء) اور خالہ زاد بھائی مولانا عبدالحی (ف: ۱۸۸۶ء) تھے۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد خلافت عثمانیہ کی تائید وتعاون تھا۔ اس نے بڑی خدمات انجام دیں۔ جنگ سربیا اور پھر جنگ روم وروس میں ہزاروں روپے چندہ کر کے سلطنت عثمانیہ کو بھیجے گئے۔

فرنگی محلی (ف: ۱۹۳۲ء) اور اپنے ادارے "مدرسہ عالیہ نظامیہ" کے طلبہ کو صوبہ اودھ کے مختلف حصوں میں مقرر کیا اور "موئید الاسلام" کے ذریعے تقریباً سینتالیس ہزار (۴۷) کا چندہ جمع کر کے ترک مسلمانوں کی امداد کے لیے بھیجا۔

مولانا عبد الباری کے شاگرد اور مرید وخلیفہ مولانا شیخ الطاف الرحمن قدوائی لکھتے ہیں:

> "[انجمن موئید الاسلام نے] جنگ طرابلس میں اس کے بعد جنگ بلقان میں پوری تائید کی اور انجمن ہلال احمر کے ساتھ ہزار ہا روپے جمع کر کے ارسال کیا، اور اب بھی خدمت اسلامیہ میں منہمک ہے۔" (انوار رزاقیہ، ص: ۳۰)

● مولانا نے بذات خود مختلف شہروں میں احتجاجی اجلاس منعقد کیے اور سب سے پہلے یہ ریزولیوشن پاس کر کے حکومت برطانیہ کو بھیجا کہ "اگر گورنمنٹ برطانیہ نے ترکوں کے (کمال پاشا کے) آخری فتوحات میں کوئی دراندازی کی اور اسکوبتھ اور بشپ آف کنٹربری (۱) کے غیر دانشمندانہ رویے کی تائید کی تو مسلمانوں کی وفاداری سے اس کو ہاتھ دھونا پڑے گا۔" (۲)

انجمن "خدام کعبہ" کا قیام:

۱۹۱۱ء میں جنگ طرابلس کے دوران اٹلی نے کئی مرتبہ خانہ کعبہ اور دیگر مقامات مقدسہ پر جہازوں سے بم باری کرنے کی دھمکی دی تھی، اس کے بعد جنگ بلقان اور پھر بشپ آف کنٹربری کے اسلام اور مسلم مخالف خطابات، جس کی وجہ سے عالم اسلام خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں میں کافی سراسیمگی پھیل گئی اور وہ نہایت تشویش میں مبتلا ہو گئے، ایسے ماحول میں دسمبر ۱۹۱۲ء میں مولانا عبد الباری نے علی برادران (مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی)، شیخ مشیر حسین قدوائی اور دیگر لیڈران کو

---

(۱) آرک بشپ آف کنٹربری (Archbishop of Canterbury) سینئر بشپ اور انگلینڈ کے چرچ کا پرنسپل رہنما ہوتا ہے اور دنیا بھر میں انگلیائی کیمونین (Anglican communion) کا علامتی سربراہ ہوتا ہے، جو عیسائیوں کی ایک جماعت ہے، جس کے اس وقت ۸۵ ملین (ساڑھے آٹھ کروڑ) ممبران ہیں۔ جنگ بلقان کے وقت رانڈل تھامس ڈیوڈسن (ف: ۱۹۳۰ء) (Randall Thomas Davidson) آرک بشپ آف کنٹربری تھا، ترکی اور مسلمانوں کے خلاف اس کے متعصبانہ بیانات سے مسلمان ناراض تھے۔

(۲) حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق، ص: ۱۵

فرنگی محل آنے کی دعوت دی، جب یہ حضرات پہنچے تو ایک ہنگامی میٹنگ منعقد کی گئی جس میں ان ملکی لیڈران کے علاوہ فرنگی محل کے اور بیرون علما بھی شریک ہوئے، میٹنگ میں مولانا نے یہ تجویز رکھی کہ حرمین شریفین کے تحفظ کا بار صرف خلافت عثمانیہ پر ہی نہ ڈالا جائے بلکہ تمام عالم اسلام کو اس اہم فرض کی جانب متوجہ کیا جائے، جس کے لیے ہمیں ایک تنظیم قائم کرنی چاہیے۔ سبھوں نے اس اہم تجویز سے اتفاق کیا، اس کے بعد کئی دنوں تک موتی محل کی مشہور کوٹھی (جہاں بیرسٹر مشیر حسین قدوائی کا قیام تھا) میں اس کے دستور العمل، لائحہ عمل اور منصوبوں پر غور وفکر کرنے کے لیے متعدد ہنگامی جلسے اور میٹنگیں ہوتی رہیں، بالآخر ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۲ء میں ''خدام کعبہ'' کی تشکیل عمل میں آئی۔

تحریک خلافت کے اہم رکن قاضی محمد عدیل عباسی (ف: ۱۹۸۰ء) لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا عبدالباری کے مکان میں دسمبر ۱۹۱۲ء میں ''خدام کعبہ'' کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا عبدالباری صاحب خادم الخدام (صدر)، مسٹر شوکت علی (بی اے علیگ، بعدہ مولانا شوکت علی) خادم کعبہ، مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر معتمد خادم الخدام منتخب ہوئے اور اس کے اور لوگ ابتدائی ممبران تھے۔ یہ چیز بتلاتی ہے کہ مولانا عبدالباری صاحب نے اپنی روشن ضمیری سے اندازہ کرلیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور اسی لیے خدام کعبہ کی تحریک چلائی تھی۔''
>
> (تحریک خلافت، ص: ۳۹، حاشیہ)

قاضی صاحب نے بالکل درست کہا، مولانا نے نوشتۂ دیوار پڑھ لیا تھا۔ کچھ ہی برسوں کے بعد برطانیہ کی مدد سے حجاز پر آل سعود کا قبضہ وتسلط اور ان کے ذریعے مقدس مقامات وآثار کا انہدام، پھر بیت المقدس پر یہود کا قبضہ، متحدہ عرب کے حصے بخرے اور ان پر فرنگیوں کا قبضہ وتسلط مولانا کی روشن ضمیری اور مستقبل شناسی کا اشاریہ تھا۔

اُس وقت انجمن ''خدام کعبہ'' کا کل فنڈ تیئس روپے تھا، سو روپے مولانا عبدالباری سے قرض لیے گئے، جو انھیں بعد میں ادا کردیے گئے۔ مولانا شوکت علی کے قیام کا خیال کرتے ہوئے انجمن کا مرکزی دفتر دہلی میں بنایا گیا۔ بقول مولانا شوکت علی: ممبر دو قسم کے رکھے گئے ''شیدائی''

اور "فدائی"، سال بھر میں انجمن کے ممبروں کی تعداد بیس ہزار ہوگئی، جن میں نواب وقار الملک (سکریٹری محمڈن اینگلو اورینٹل کالج، علی گڑھ)، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا شبلی نعمانی کے نام بھی ملتے ہیں۔ مرکزی دفتر سے ڈیلی رپورٹ خادم الخدام مولانا عبدالباری کو لکھنؤ بھیجی جاتی اور مولانا بھی اکثر دہلی کا دورہ فرماتے (۱)۔

"خدام کعبہ" کے قیام کے بعد اس حوالے سے مولانا کی سرگرمیاں تیز تر ہوگئیں، اس تعلق سے آئے دن احتجاجی جلسے، میٹنگیں، عالم اسلامی سے روابط کی کوششیں اور حکومت برطانیہ پر دباؤ بنانے کی مہم تیز کردی گئی۔ خدام کعبہ کے ممبر مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

> "مولانا تقریباً ہر مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض دفعہ دو مرتبہ خدام کعبہ کے کاموں کے سلسلے میں دہلی تشریف لے جاتے اور ملک کے مختلف مقامات کا دورہ بھی فرماتے، بدایوں، بریلی اور دیوبند بھی اسی کے سلسلے میں تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے مشورہ کیے۔" (حسرۃ الآفاق، ص: ۱۷)

برطانوی حکام نے اس تحریک کا سخت نوٹس لیا اور اس کے قیام پر مشتبہ ہوگئے کہ یہ تحریک پان اسلام ازم (Pan-Islamism) کی تحریک کی بنیاد ہے۔ مولانا اور ممبران کی نقل و حرکت پر سخت نظر رکھی جانے لگی اور دفتر کی مسلسل نگرانی کی جانے لگی۔ مگر آپ رکے نہیں اور عام مسلمانوں کو اس حوالے سے بیدار کرنے میں لگے رہے۔ بقول قاضی عدیل عباسی:

> "مولانا کی فراست نے بادلوں کے محیط ہونے سے پہلے بارش کا اندازہ کرلیا تھا ــــ "خدام کعبہ" نے ملت اسلامیہ ہند کے ہر فرد میں ایک ولولہ تازہ اور خلافت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ سے ایک عظیم محبت و عقیدت کا جذبہ پیدا کیا، گویا یہ حرکت و عمل کے لیے نقش اول تھا۔" (تحریک خلافت، ص: ۳۷)

آگے چل کر مولانا نے حکام کے دلوں سے اس شبے کو دور کرنے کی کوشش شروع کردی، مگر پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی، علی برادران کو نظر بند کردیا گیا اور بیرسٹر مشیر حسین قدوائی لندن چلے

---

(۱) ماہ نامہ "جامعہ" دہلی، مولانا محمد علی نمبر، حصہ دوم، ص: ۱۱۲، شمارہ: جنوری، فروری ۱۹۸۰ء

گئے۔ ان حالات میں مصلحت کے پیش نظر دو برس کے بعد اس کا دفتر عارضی طور پر بند کر دیا گیا۔

سانحہ مسجد کان پور:

اسی درمیان ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں مسجد مچھلی بازار کان پور کا سانحہ پیش آیا، اس سانحے نے اسلامیانِ ہند کی سیاست کو ایک نیا موڑ دے دیا۔ متحدہ صوبہ جات آگرہ و اودھ کی سڑکوں کی توسیع کے لیے حکومت نے ڈھائی لاکھ روپے کی منظوری دی اور کام شروع ہو گیا۔ مسجد مچھلی بازار مسٹن روڈ (۱) کان پور میں واقع تھی اور یہ روڈ کمرشل تھا، مسجد کے سامنے ایک مندر تھا، میونسپل بورڈ کی پلاننگ کے تحت اگر اس سڑک کی توسیع کی جاتی تو مندر زد میں آتا اور اسے منہدم کرنا پڑتا، اس لیے ہندوؤں نے حکام پر دباؤ ڈالا کہ سڑک کا رخ مسجد کی طرف کر دیا جائے، مسجد کا مشرقی حصہ اس روڈ کی طرف تھا، جسے وضو کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، مسجد کے ٹرسٹیوں کو جب ہندوؤں اور حکام کے ارادوں کی خبر ہوئی تو ان لوگوں نے بیرسٹر شاہد حسین کے ذریعے یکم اپریل ۱۹۱۳ء کو لفٹننٹ گورنر جیمس مسٹن (James Meston) کو پٹیشن دائر کی کہ زمین کا یہ حصہ مسجد کا ہے جسے مذہبی نقطۂ نظر سے کسی کو نہیں دیا جا سکتا، لہٰذا گورنمنٹ اسے توسیعی پلان میں شامل کرنے کا ارادہ نہ کرے۔ ۶ر مئی کو جیمس مسٹن نے جواب دیا کہ زمین کا یہ حصہ مسجد میں شامل نہیں ہے اور اسے منہدم کیا جائے گا، ذمہ داران مسجد اگر چاہیں تو انھیں وضو کے لیے کوئی دوسری جگہ دی جا سکتی ہے۔ پھر مسٹن نے ۲۰ر جولائی کو آ کر مسجد کا معائنہ بھی کیا اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے مسجد کے مشرقی حصے کو منہدم کرنے کا حکم دے ڈالا، حکم کی تعمیل ہوئی اور مسجد کا یہ حصہ توڑ کر روڈ میں ملا دیا گیا۔ یہ خبر جب ملک میں پھیلی تو مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی، اس سانحے کے خلاف مظاہرے ہونے لگے اور ملک بھر میں احتجاجی جلسوں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا، ان مظاہروں میں حکام سے مسجد کے اس حصہ کو واپس کرنے کا مطالبہ زور پکڑنے لگا اور اس حوالے سے متعدد درخواستیں حکام بالا کو دی جانے لگیں، مگر لفٹننٹ گورنر، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

---

(۱) اس روڈ کا نام جیمس مسٹن (James Meston) کے نام پر تھا جو ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۸ء تک متحدہ صوبہ جات آگرہ و اودھ کا لفٹننٹ گورنر رہا۔

اور چیف سیکریٹری نے مسلمانوں کی درخواستوں پر غور نہیں کیا۔ ۳؍اگست ۱۹۱۳ء کو کان پور کے مسلمان بڑی تعداد میں عیدگاہ میں جمع ہوئے اور وہاں سے مولانا عبدالباری کے شاگرد اور تحریک خلافت کے سرگرم رکن مولانا آزاد سبحانی (ف: ۱۹۵۷ء) کی قیادت میں کالے جھنڈوں کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور مسجد کے سامنے پہنچ کر احتجاجی نعروں کے ساتھ مسجد کے منہدم حصے کی اینٹوں کو ایک جگہ جمع کرنے لگے، پولس نے بھیڑ کو منتشر کرنے کے لیے مزاحمت شروع کردی اور پھر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ٹائیلر کے حکم سے نہتے مسلمانوں پر گولیاں برسانا شروع کردی، جس سے بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور لاتعداد زخمی ہوگئے۔ جو بچ گئے انھیں گرفتار کیا گیا اور ان پر سنگین دفعات کے تحت مقدمات درج کردیے گئے، گرفتار ہونے والوں میں مولانا آزاد سبحانی بھی تھے۔ اس ظلم و جبر سے ملک کے مسلمانوں میں آگ لگ گئی۔

اس سانحے میں مولانا عبدالباری نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ حکومت اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت اور ثالثی میں پیش پیش رہے اور مظلوم مسلمانوں کو قید و بند سے رہائی دلوائی، مزید ان کی جانوں کو تلف ہونے سے روکا اور حکومت کو مسلم مخالف اور معاندانہ اقدام سے باز رکھا، جس میں مسلمانوں کی جان، مال اور آبرو خطرے میں پڑ جاتی۔ اس سانحے میں دیگر سربرآوردہ مسلم لیڈران کے ساتھ مولانا کی مساعی کچھ اس طرح تھیں:

● ۳؍اگست ۱۹۱۳ء کو نہتے اور احتجاج کرتے مسلمانوں پر گولیاں چلائی گئیں، اسی دن قیصر باغ کی بارہ دری میں ایک عظیم الشان احتجاجی جلسے کا انعقاد کیا گیا، اس میں مولانا عبدالباری کے پرجوش خطاب نے مسلمانوں کے غم و غصے کو دوآتشہ کردیا، جس کا اثر ملک کے دیگر حصوں میں بھی دکھائی دیا، بقول عینی شاہد: ”غالباً اول مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسیات پر پبلک پلیٹ فارم سے ایک نہایت پرجوش اور جذبات سے بھری ہوئی تقریر کی۔ اب تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہوگیا۔“(۱)

---

(۱) حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق، ص: ۱۸

● مہاراجہ محمود آباد نے لفٹننٹ گورنر سے اس قضیے کے تصفیے کے لیے مسلم قائدین کا ایک وفد ترتیب دیا، جس میں مولانا کو باصرار شامل کیا- اس وفد نے گورنر سے ملاقات کی، جس میں مولانا نے مسجد کی زمین کے سلسلے میں شرعی قوانین کو واضح کیا اور مظلوم مسلمانوں کی رہائی کا پر زور مطالبہ کیا، مگر لفٹننٹ گورنر عناد میں مبتلا تھا، اس لیے کوئی حل نہیں نکل سکا-

● مہاراجہ محمود آباد نے اب وائسرائے آف انڈیا لارڈ ہارڈنگ (Lord Hardinge) کے دربار میں دستک دی، جس کے لیے وہ متعدد بار شملہ گئے- حکومت خود چاہتی تھی کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت ہو جائے تا کہ ان کی بدظنی اور بے چینی دور ہو سکے- اب وائسرائے اور مہاراجہ صاحب کے درمیان مولانا عبد الباری تھے- بقول مولانا عنایت اللہ: مولانا شرعی قوانین کے مطابق اس کا حل چاہتے تھے، اس لیے مولانا نے اس سلسلے میں تفصیلی تجاویز اور مصالحت کے نکات تحریر فرمائے، جس کو بالآخر وائسرائے نے منظوری دی اور ۱۳ر اکتوبر کو وہ خود کان پور آئے، مسجد کا معائنہ کیا اور مسلمانوں کو دوبارہ اسی جگہ پر مسجد کی بلڈنگ تعمیر کرنے کی اجازت دی اور اسی کے نیچے عام شاہراہ بھی بنا دی گئی، جہاں سے لوگ گزر سکیں (۱)، اور مسلم قیدیوں کو رہا کرنے اور ان سے مقدمات واپس لینے کے احکامات جاری کیے- اس طرح ملک گیر سطح پر مہینوں سے چل رہے اس قضیے کا تصفیہ ہو سکا، درجنوں مسلمانوں کو قید و مقدمات سے رہائی نصیب ہوئی، اور کان پور کے مسلمانوں کو حکام کے تعصب اور مظالم سے نجات ملی-

جنگ عظیم میں حرمین کے تحفظ کی کوشش:

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں ایک طرف سربیا، روس، انگلینڈ، فرانس وغیرہ تھے اور دوسری طرف آسٹریا، جرمنی اور بلغاریہ وغیرہ- اس جنگ کا آغاز جولائی ۱۹۱۴ء سے ہوا، تین

---

(۱) مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (ف: ۱۹۲۱ء) سے مولانا عبد الباری صاحب کی اس مصالحت پر استفتا کیا گیا جس پر فاضل بریلوی نے ایک طویل فتویٰ تحریر کیا اور مولانا کی مصالحت کی اس شق کو خلاف شریعت قرار دیتے ہوئے انھیں خوب سخت سست لکھا- اس فتوے کا نام "ابانة المتواری فی مصالحة عبد الباری" ہے، یہ تاریخی نام ہے، جس سے سنہ ۱۳۳۱ھ برآمد ہوتا ہے، جو مسجد کان پور کے سانحے اور مصالحت کا سنہ ہے-

ماہ کے اندر مسلم قائدین کو محسوس ہونے لگا کہ اب خلافت عثمانیہ (ترکی) بھی اس جنگ میں جرمنی کے ساتھ شامل ہو جائے گی۔ اس جنگ سے عام ہندوستانی مسلمانوں کو سخت تشویش تھی کہ اگر ترکی اس میں شامل ہوتا ہے تو حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ حلقہ جنگ میں شامل ہو جائیں گے اور وہ حج و زیارت جیسے اسلامی فریضے سے تو محروم ہوں گے ہی، وہاں جو تباہی آئے گی وہ اس پر مستزاد۔ مولانا عبدالباری کو ان تشویشات کے علاوہ ایک اور فکر بھی لاحق تھی کہ اگر ترکی جرمنی کے ساتھ برطانیہ کے مقابل اعلان جنگ کرتا ہے تو ہندوستانی مسلمانوں کا کیا بنے گا؟ اگر وہ ترکی کا ساتھ دیں گے تو برطانوی حکومت ان پر مظالم کے نئے دروازے کھولے گی اور ترکی کے مقابل برطانیہ کی حمایت، مسلمانوں کی مذہبی غیرت وحمیت اور ایمان کے خلاف تھی۔ مولانا اسی ادھیڑ بن میں تھے اور مختلف منصوبے بنا رہے تھے کہ کس طرح خلافت عثمانیہ (ترکی) کو اس جنگ میں فریق بننے سے دور رکھا جائے تا کہ حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ بھی محفوظ رہے اور ہندوستانی مسلمانوں پر بھی کسی قسم کی آفت و مصیبت نہ آئے۔

مولانا عنایت اللہ نے ”حسرۃ الآفاق“ میں ذکر کیا ہے کہ اسی درمیان برٹش حکام کے اشارے اور تعاون سے بعض ضمیر فروش مسلمانوں نے لکھنؤ میں ایک بڑے جلسے کے انعقاد کا پروگرام بنالیا، جس میں برطانوی حکومت کے ساتھ اظہار وفاداری اور جنگ میں تعاون کے اعلان کا پروگرام تھا۔ چوں کہ ابھی تک ترکی جنگ میں شامل نہیں ہوا تھا، اس لیے عام مسلمانوں اور علما کو برطانیہ کی حمایت و تعاون میں کوئی پریشانی نہیں تھی، لہٰذا اس جلسے میں شامل ہونے کے لیے تمام علما راضی ہو گئے۔ اس جلسے میں مولانا عبدالباری کی شمولیت اور ان کی حمایت و تعاون برطانوی حکومت کے لیے کافی اہم تھا، اس لیے حکام نے ان پر دباؤ بنانا شروع کر دیا، کافی بحث اور ردوقدح کے بعد مولانا تین شرطوں پر شرکت کے لیے تیار ہوئے، وہ تین اہم شرطیں یہ تھیں:

(۱) برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اعلان کیا جائے کہ حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ حلقہ جنگ سے باہر رہیں گے، یعنی جنگ کے دوران انھیں گزند پہنچانے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔

(۲) اس جلسے میں یہ ریزولیوشن منظور کیا جائے کہ مسلمانان ہند خلافت عثمانیہ (ترکی) سے

یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ حتی الامکان شریک جنگ نہ ہو، اگر ترک برطانیہ کے خلاف میں شریک ہوتے ہیں تو ہندوستانی مسلمان ان کی کوئی مدد نہیں کر پائیں گے۔

(۳) اس ریزولیوشن پر کوئی خطاب نہ ہو بلکہ محرک وموئید ریزولیوشن پیش کر دیں اور آرا لے لی جائے۔ (ص:۲۰)

گورنمنٹ نے مولانا کی یہ شرطیں مان لیں اور پھر وہ شریک جلسہ ہوئے۔ برطانوی حکو نے حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ کو جدہ کی بندرگاہ سمیت حلقۂ جنگ سے علیحدہ رکھنے کا اعلا شائع کیا۔ یہ مولانا عبدالباری کی بڑی کامیابی تھی۔

اب مولانا نے براہ راست سلطنت عثمانیہ ترکی کے سلطان محمد خامس (ف:۱۹۱۸ء) کو بھیج کر پہلی جنگ عظیم کا حصہ بننے سے روکا، تاہم وہی ہوا جس کا خدشہ تھا، ۲۹/ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو تر نے جرمنی کا اتحادی بن کر روس کے سیاہ سمندر (Balck Sea) کے ساحل پر حملہ کر دیا۔ تر کے اس فیصلے سے مسلمانان ہند ترکی سے متنفر ہونے لگے۔ برٹش گورنمنٹ نے موقع کی نزاکت فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ لوگوں کو مقرر کیا کہ وہ اس مسئلے پر علما سے فتوے لیں کہ مسلمان ترکی مدد اور تعاون نہ کریں، بہت سے علما نے حکومت کی حسب منشا فتوے بھی دے دیے، اب حکام نے مولانا عبدالباری پر دباؤ بنانا شروع کیا کہ وہ ان فتووں پر دستخط کریں، یہاں تک کہ حکام کی جانب سے مولانا کو ایک خط موصول ہوا جس میں فتوے پر دستخط کرنے کا حکم تھا، مولانا نے انکار کر دیا اور اس کا شرعی جواب لکھ کر حکام کو بھیج دیا۔ برٹش گورنمنٹ کی سازش کا پردہ فاش کرنے اور خلافت عثمانیہ کے حوالے سے مسلمانوں کے اعتماد کی بحالی کے لیے مولانا نے حکومت کا یہ خط اور اپنا جواب مولانا محمد علی جوہر کے معروف ومقبول اخبار ”ہمدرد“ میں شائع کروا دیا۔ اس کے علاوہ خود جوہر صاحب نے اپنے اخبار میں ایک نہایت چشم کشا مضمون لکھ کر شائع کیا، جس میں ترکی کے خلاف برٹش گورنمنٹ کی گزشتہ حرکتوں کو دکھاتے ہوئے یہ واضح کیا کہ ترکی کے پاس جرمنی سے اتحاد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان تحریری حملوں سے حکومت سخت پریشان ہوئی اور علی برادران نظر بند کر دیے گئے۔ مولانا عنایت اللہ لکھتے ہیں:

"مولانا نے کوشش شروع کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہندوستان کے مسلمان ترکوں کے خلاف کوئی امر نامشروع شروع کردیں- اس کے متعلق مضامین لکھے اور علما سے خط وکتابت کی- یہ بھی کوشش کرتے رہے کہ علی برادران کسی طرح نظر بندی سے رہا کر دیے جائیں-" (حسرۃ الآفاق، ص:۲۱)

شریف مکہ کی بغاوت اور مولانا فرنگی محلی کی مستقبل شناسی:

جرمنی کا حلیف بن کر خلافت عثمانیہ (ترکی) کی جنگ عظیم میں شرکت سے عالم اسلام پر بہت برا اثر پڑا- ترکی کو اس کی بڑی بھاری قیمت چکانی پڑی- مغربی طاقتوں خصوصاً برطانوی حکومت نے عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت اور جنگ پر اکسایا اور اس طرح مسلمانوں میں قومیت اور نسل کی بنیاد پر جنگ کرنے کا سلسلہ شروع ہوا- خلافت عثمانیہ (ترکی) کے بہت سے عرب مقبوضات اس کے ہاتھوں سے نکل گئے اور پھر برطانیہ نے اسے مسلمانوں کی عظیم خلافت سے بھی دست بردار ہونے پر مجبور کردیا- یہ سلسلہ یہیں نہیں رکا بلکہ متحدہ عرب کی تقسیم اور ان پر مغرب کے تسلط پر تمام ہوا-

جیسا کہ پیچھے گزرا کہ اُس زمانے میں جزیرۃ العرب خلافت عثمانیہ کے قلم رو میں شامل تھا- خلیفہ سلطان عبدالحمید ثانی (ف:۱۹۱۸ء) نے ۲۴؍نومبر ۱۹۰۸ء کو سید حسین بن علی ہاشمی کو (جو ہاشمی عربی النسل لیڈر تھے) مکہ کا امیر اور شریف مقرر کیا، اس منصب پر یہ ۱۹۱۶ء تک قائم رہے- برطانیہ نے انھیں بھی متحدہ عرب حکومت کا سبز باغ دکھانا شروع کیا، جس میں فلسطین بھی شامل تھا، یہاں تک کہ ۱۹۱۶ء میں شریف مکہ نے عرب کو خلافت عثمانیہ سے آزاد کرانے کے لیے برطانوی حکومت کے تعاون کے وعدے پر بغاوت کردی، اور ان سے مقابلہ آرائی پر اتر آئے-

مولانا عبدالباری نے یہاں بڑا اہم کردار ادا کیا، شریف مکہ سے دیرینہ مراسم ومحبت اور گہرے تعلقات کے باوجود آپ نے ان سے قطعی تعاون نہیں کیا، ترکوں کے ساتھ کھڑے رہے اور انھیں اس اقدام سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی، بے شمار احتجاجی جلسے کیے، عالم اسلام کے لیڈروں سے دباؤ ڈلوایا، لاتعداد مضامین، کتابچے لکھے لکھوائے اور براہ راست گفت وشنید کے ذریعے انھیں سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کہ برٹش گورنمنٹ کا منصوبہ کچھ اور ہے، وہ وحدت

اسلامی کو توڑ کر عالم اسلام پر قابض ہونا چاہتے ہیں اور حرمین شریفین پر براہ راست تسلط چاہتے ہیں۔ پروفیسر فرانسس رابن سن لکھتے ہیں:

In 1916 he condemned his friend, sharif Husayn, for raising the flag of Arab revolt.

۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالباری نے عرب بغاوت کا جھنڈا اٹھانے پر اپنے دوست شریف حسین کی مذمت اور مخالفت کی (۱)۔

تاہم شریف مکہ پر متحدہ عرب کی بادشاہت کا خمار سوار تھا، انھوں نے مولانا کی پیش مستقبل شناسی کو نظر انداز کر دیا، آخر برطانیہ کے تعاون سے ترکوں کو شکست ہوئی اور حسین "شریف مکہ" سے "سلطان حجاز" بنا دیے گئے۔ ان کے بڑے بیٹے امیر فیصل کو شام کی حکر کی گئی، کیوں کہ جنگ عظیم میں انھوں نے شام پر برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کا قبضہ کرایا جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ہی مولانا کی پیشن گوئیاں سامنے آنے لگیں۔ فلسطین کو یہو کا وطن بنا کر وہاں ان کی حکومت قائم کر دی گئی اور ساری دنیا سے یہودیوں کو وہاں لا کر جانے لگا۔ شریف مکہ کے بیٹے امیر فیصل اس سے پہلے کہ تخت پر بیٹھتے فرانس نے انھیں نکا کیا اور دنیائے عرب کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے برطانیہ اور فرانس ان پر قابض ہو اور مقامات مقدسہ پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔

اب برٹش گورنمنٹ نے حسین بن علی کے خلاف مجد کے حاکم ابن سعود (ف: ۱۹۵۳ء جنگ پر اکسایا، ہر طرح اس کا تعاون کیا، کمک پہنچائی، اس کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کا ناحق بہایا۔ اس جنگ میں حسین بن علی کو شکست ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں حجاز پر آل سعود کا قبضہ ہو اس کے بعد آل شیخ (محمد ابن عبدالوہاب) کے ساتھ مل کر آل سعود نے اسلام میں ایک نئے منحرف عقیدے کی داغ بیل ڈالی، اس انتہا پسندانہ عقیدے کی بنیاد پر اسلامی آثار کو مٹایا، مقاما مقدسہ کو مسمار کر ڈالا، اور اسلام کی زریں تاریخ کے وہ تمام نشانات کو کھرچ ڈالنے میں کوئی کس

---

[1] The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia:PP.155

نہیں چھوڑی جنھیں ایک نظر دیکھنے کی حسرت لیے شرق و غرب کے کروڑوں دیوانے سر کے بل جایا کرتے ہیں اور اپنے مجروح دل کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ تاریخ میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھی جائے گی کہ مولانا عبدالباری کا محض ۴۸ر برس کی عمر میں وصال بھی اسی خبر سے ہوا کہ آل سعود نے حرمین کے مقامات مقدسہ کو منہدم کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اب اس کا منصوبہ گنبد خضریٰ کو بھی منہدم کرنے کا ہے۔ مگر عالم اسلام کے قائدین اور مسلمانان عالم کے غم و غصے اور صدائے احتجاج سے انھیں اس کی جسارت نہ ہو سکی۔ یہ اسلامی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے، جو غیر جانب دار محققین اور مورخین کے ذریعے ہمیشہ اجاگر کیا جاتا رہے گا۔ اس حوالے سے مولانا عبدالباری اور ان کے ہم عصر قائدین کی بے شمار تحریریں ہمارے پیش نظر ہیں، جنھیں کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔

وزیر ہند سے قضاۃ کی تقرری کے اختیارات کی کوشش:

پہلی جنگ عظیم نومبر ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی، اس جنگ میں برطانیہ نے شاندار جیت پر اپنی ہندوستانی رعایا کو ان کی خدمات اور قربانیوں کے اعتراف میں کچھ مراعات اور اختیارات دیے، کیوں کہ برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے یہ فتح ہندوستانیوں کے بل پر حاصل کی تھی(۱)۔ وزیر ہند مانٹیگو (Montagu) ہندوستانیوں کو خوش کرنے کے لیے مراعات و اختیارات کا یہ پیکج لے کر ۱۹۱۸ء میں ہندوستان آئے۔ انھوں نے مزید یہ اعلان کیا کہ تمام فرقے اور قومیں اپنے اپنے مطالبات

---

(۱) تقریباً دس لاکھ ہندوستانی فوجی اس جنگ میں برطانیہ کی طرف سے شریک ہوئے، جن میں ۳۶ر ہزار نے اپنی جان دی اور ۷۰ر ہزار زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ فوجی امداد کے مد میں ہندوستانی خزانے سے ایک ارب ۵۴ر کروڑ روپے دیے گئے اور وفادار ہندوستانیوں نے اپنی جیب خاص سے مزید کروڑوں روپے انگریزی حکومت کو پیش کیے۔ اس خدمات اور قربانیوں کے صلے میں اس وقت کے وزیر ہند ایڈون سیموئل مانٹیگو (Edwin Samuel Montagu) اور گورنر جنرل آف انڈیا لارڈ چیمس فورڈ (Lord Chelmsford) نے ہندوستانیوں کے لیے مذکورہ مراعات اور اختیارات کا پیکج مل کر مرتب کیا تھا، جسے عرف عام میں ”مانٹیگو۔ چیمس فورڈ اصلاحات“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اصلاحات کا یہ پیکج برٹش پارلیمنٹ میں ”گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء“ کے نام سے پاس کیا گیا تھا، جس کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ تاج برطانیہ کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستانیوں کو امور حکومت میں زیادہ سے زیادہ شامل کیا جائے تاکہ مستقبل میں انھیں ملک کو سنبھالنے کا اہل بنایا جا سکے۔

وزیر ہند کو پیش کر سکتے ہیں۔ مولانا عبدالباری نے اس موقعے کو غنیمت جانا اور سوچا کہ:

''اگر مسلمانوں کو قضاۃ کی تقرری کے اختیارات اور دیگر ایسی سہولتیں حاصل ہو جاتیں، جن سے امور شرعیہ میں مسلمانوں کو آسانی ہو جاتی تو نہایت بہتر تھا۔''

(حسرۃ الآفاق، ص:۲۱)

اس حوالے سے مولانا نے انجمن ''موئید الاسلام'' کے تحت فرنگی محل میں ہندوستان کے نامور علما کو غور و فکر اور لائحہ عمل مرتب کرنے کی دعوت دی۔ علی برادران چھندواڑہ (مدھیہ پر میں نظر بند تھے، اس لیے مولانا نے اپنے شاگرد مولانا عنایت اللہ کو دو بار لکھنؤ سے چھندواڑ بھیجا تا کہ مذکورہ مطالبے میں ان کے مشورے اور تجاویز بھی شامل ہو سکیں۔

ہندوستان کے مختلف حصوں سے کثیر تعداد میں علما اور قائدین فرنگی محل لکھنؤ پہنچے، متعدد نشس میں اہم میٹنگیں ہوئیں اور کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ انجمن موئید الاسلام کے تحت مختلف مکا فکر کے مخصوص علما کا ایک وفد وزیر ہند سے ملے اور قضاۃ کی تقرری کے اختیارات مسلمانوں کو ہو کا مطالبہ پیش کرے۔ ان میٹنگوں میں مولانا نے بہ اصرار علما سے اپیل کہ وہ مذہبی و ملی سیاست م پر جوش حصہ لیں کہ یہ وقت کا تقاضا ہے، اگر انھوں نے اس میدان کو خالی چھوڑ دیا تو انھیں مذہبی پر بھی نقصانات اٹھانے ہوں گے۔ بہر حال جو علما اس وفد میں شریک ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

- مولانا عبدالماجد بدایونی
- مولانا حامد رضا خاں بریلوی (ابن مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی)
- مولانا آغا حسن مجتہد لکھنوی
- مولانا ثناء اللہ امرتسری
- مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی
- مولانا عبدالعزیز فرنگی محلی
- مولانا ولایت حسین الہ آبادی

واضح رہے کہ کچھ وجوہات کی بنیاد پر علما اور قائدین کے اصرار کے باوجود مولانا عبدالباری

صاحب اس وفد کا حصہ نہیں بنے۔ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ:

> ”بمقام دہلی یہ وفد وزیر ہند کے روبرو باریاب ہوا اور اپنے مطالبات پیش کر دیے۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب بیرسٹر (حال ناظر یار جنگ جج حیدر آباد ہائی کورٹ) اس وفد کے ترجمان تھے۔“ (ایضاً، ص: ۱۹)

وزیر ہند نے وفد کا استقبال کیا اور ان کے مطالبات کی تکمیل کا یقین دلایا۔

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت:

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا خلافت عثمانیہ (ترکی) کے گرد برطانیہ کا حصار تنگ ہوتا جا رہا تھا، جنگ عظیم کے بعد ترکی بہت کمزور ہو چکا تھا، مولانا عبد الباری اور دیگر مسلم لیڈران کی کوشش تھی کہ کسی طرح بھی اس کو محفوظ رکھا جائے، اس کے لیے مضبوط تحریک اور اتحاد کی ضرورت تھی، جب کہ مولانا کی تحریک کے دو عظیم رکن اور مرید علی برادران نظر بند تھے، اس لیے مولانا نے سب سے پہلے ان کی رہائی کی کوشش شروع کی، اس کوشش میں انھوں نے اپنے ساتھ گاندھی جی کو بھی شامل کر لیا۔ اس حوالے سے مولانا متعدد بار دہلی گئے اور گاندھی جی سے مل کر ان کی رہائی کی کوششوں میں لگے رہے۔ دوسری طرف انھوں نے پورے ملک سے علما اور لیڈران کو فرنگی محل دعوت دے کر ترکی کے تحفظ کے لیے منصوبہ بندی کا فیصلہ کیا، مگر ان کے ہم عصر قائدین نے یہ تجویز پیش کی کہ اس آواز کو مسلم لیگ کی سالانہ کانفرنس جو دہلی میں منعقد ہونے والی ہے، اس میں اٹھایا جائے۔ آپ نے اس تجویز کو پسند کیا اور پھر بہت سے علما کو خطوط لکھ کر بہ اصرار اس کانفرنس میں شرکت پر آمادہ کیا۔

اتفاق سے مسلم لیگ کے اجلاس کے آس پاس کی تاریخوں میں چاٹگام (بنگلہ دیش) میں علمائے بنگال کی ایک عظیم الشان کانفرنس ہونا طے پائی، جس کی صدارت کے لیے نہایت اصرار کے ساتھ آپ کو دعوت دی گئی، آپ وہاں تشریف لے گئے، اس پلیٹ فارم سے بھی آپ نے مسلم مسائل کو شد و مد سے اٹھایا اور پھر مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کے لیے دہلی روانہ ہو گئے۔

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

> ”جب ہم دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور بہار و پنجاب

و دہلی کے علما حضرت [عبدالباری] رحمۃ اللہ علیہ کے سخت منتظر ہیں، بلکہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے مجھ سے خود کہا کہ ہمارے امام کہاں ہیں؟ جب تک وہ نہ آئیں گے کچھ طے نہ ہوگا۔‘‘ (ایضاً، ص: ۲۱)

بہر حال مولانا مسلم لیگ کے دہلی اجلاس میں پہنچ گئے، میٹنگیں ہوئیں، مسلم مسائل خص ترکی کے معاملات پر منصوبے بنائے گئے اور تجاویز پاس کی گئیں۔ اس اجلاس میں مولانا نے اہم نکات پر مشتمل خطاب فرمایا، جو بعد میں شائع بھی ہوا۔

‘‘آل انڈیا خلافت کمیٹی’’ کی بنیاد:

بیس ویں صدی کے ربع اول کی یہ بہت اہم، مقبول اور ملک گیر تحریک تھی، جس کا بنیا ایجنڈہ خلافت عثمانیہ کے تحفظ اور استحکام کی آخری کوشش تھی، کیوں کہ جنگ عظیم کے بعد ترکی ک بیشتر مقبوضات پر اتحادی قابض ہو چکے تھے اور دوسری طرف ترکی کے اندر سلطنت عثمانیہ کے سا فوجی جنرل مصطفی کمال پاشا (ف: ۱۹۳۸ء) کی قیادت میں ۱۹۱۹ء میں ‘‘قومی تحریک’’ کی بنیاد ر دی گئی تھی، جس کا مقصد خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے ‘‘جمہوریہ ترکی’’ کا قیام تھا، جس کے لیے ۱۹۲۰ء سے کوششیں تیز تر ہو گئی تھیں۔ گویا خارجی اور داخلی دونوں جانب سے خلافت عثمانیہ خطرے میں تھی۔

خلافت عثمانیہ کا زوال یا خاتمہ صرف ترکی کا داخلی مسئلہ نہیں تھا، اس کی وجہ سے دنیائے اسلام کے ٹکڑے ہو گئے تھے، اماکن مقدسہ پر خطرات کے بادل منڈلا رہے تھے اور حرمین شریفین بالواسطہ برطانوی تصرف میں آ گئے تھے، اس لیے پوری دنیا کے مسلمان، خصوصاً اسلامیان ہند مضطرب اور بے چین تھے، لہٰذا تحریک خلافت کی بنیاد رکھی گئی، جو بالواسطہ ‘‘تحریک آزادی’’ کو بھی قوت اور بھرپور غذا فراہم کر رہی تھی۔ اس تحریک کا ذکر تاریخ میں خوب ملتا ہے اور اس حوالے سے گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی وغیرہ کے کارناموں سے کتابیں بھری ملتی ہیں، مگر افسوس کہ اس تحریک کے محرک اول اور سرگرم بانی مولانا عبدالباری کا ذکر نسبتاً تاریخ کے صفحات میں گم ہو کر رہ گیا ہے، یہ نیرنگی ہے کہ اردو کے محققین و مورخین نے ان پر لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، لہٰذا آج بھی اس بے مثال قائد کو وہ مقام نہیں مل سکا جس کے

وہ مستحق تھے- تاریخ کا اس سے بڑا ستم اور کیا ہوگا کہ تحریک خلافت سے بعد میں وابستہ ہونے والے بہت سے حضرات نے یہ تو لکھا کہ اس کے بانی مولانا عبدالباری تھے، مگر وہ کہاں، کب اور کس طرح قائم ہوئی، اس کا انھیں بھی علم نہیں (۱)- شاہ معین الدین ندوی (ف: ۱۹۷۴ء) نے بھی ''حیات سلیمان'' میں ذکر کیا ہے کہ تحریک خلافت کے بانی مولانا عبدالباری تھے (۲)، مگر اس کی تفصیل سے گریز کیا ہے- بہرحال تحریک خلافت یا ''خلافت کمیٹی'' کی تشکیل کے تعلق سے ایک چشم دید کی حیثیت سے مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

> ''مولانا نے لکھنؤ کے اہل الرائے حضرات سے مشورہ کیا اور سب کی رائے یہ قائم ہوئی کہ ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس لکھنؤ میں منعقد کی جائے اور اس میں اس پر غور کیا جائے- مولانا نے اس کے کثیر مصارف مہمان داری اپنے ذمہ لے لیے اور ایک استقبالی کمیٹی قائم کی گئی، ہم سب اس کے ممبر ہوئے، غرض کہ یہ جلسہ نہایت شان و شوکت سے ۱۸ر ستمبر ۱۹۱۹ء میں منعقد ہوا اور اس میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کے قیام کی منظوری ہوئی اور صدر مقام بمبئی قرار پایا-'' (ایضاً، ص: ۲۱)

مولانا عبدالباری اور سیٹھ ابراہیم ہارون جعفر (پونہ) کی صدارت میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں ملک کے کونے کونے سے مختلف مکاتب فکر کے درجنوں اہل علم، نمائندے اور قائدین شریک ہوئے، مجمع اتنا زیادہ تھا کہ مقام کانفرنس میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی- قاضی عدیل نے ہفتہ وار ''مشرق'' گورکھ پور شمارہ ۲۵ر ستمبر ۱۹۱۹ء کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اس کانفرنس میں مختلف خطابات کے ساتھ سات ریزولیشن بھی پیش کیے گئے جن پر عمل کرنے کا عزم مصمم کیا گیا، اخیر میں مولانا عبدالباری نے تمام مندوبین اور اراکین کا شکریہ ادا کیا-

اس ''آل انڈیا خلافت کمیٹی'' کی تشکیل سے قبل بمبئی کے چند مخیر حضرات نے مقامی سطح پر ''مجلس خلافت'' بنالی تھی، مولانا نے اس کو اپنی آل انڈیا خلافت کمیٹی میں ضم کر دیا اور اس کے

---

(۱) دیکھیے: تحریک خلافت، ص: ۳۸، ۳۹

(۲) دیکھیے: حیات سلیمان، حاشیہ، ص: ۱۴۸

اخراجات اور دیگر وجوہات کی بنیاد پر اس کا صدر مقام بمبئی کو ہی رہنے دیا، جب کہ تحریک کی سرگرمیوں کے اعتبار سے فرنگی محل اس کا مرکز بنا۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کی بالکل منفرد تحریک تھی جس میں ہندوستان کے ہر طبقے کے بیشتر حضرات خواہ وہ علما ہوں، انگریزی تعلیم یافتہ، امیر الامرا، نوابین، خان بہادر، امیر، غریب یا شیوخ طریقت تمام مسلمانوں نے متحد اور منظم ہو کر اپنی آواز بلند کی اور اس تحریک سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہو گئے، کیوں کہ مدعا یہ نہیں تھا کہ خلافت عثمانیہ صحیح معنوں میں خلافت اسلامیہ ہے یا نہیں؟ سلطان ترکی خلافت کا اہل ہے یا نہیں؟ خلیفہ ہونے کے لیے قرشی النسل ہونا لازمی ہے یا نہیں؟ اس بحث کے لیے ساری زندگی پڑی تھی۔ مدعا اس وقت عالم اسلام کو مغرب کے پنجۂ استبداد سے بچانے کا تھا۔ اماکن مقدسہ کو عیسائیوں اور یہود کے تسلط و اختیار سے محفوظ و مامون رکھنے کا تھا اور مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی مستقبل کا تھا۔ یہ سلطنت عثمانیہ کے تحفظ و استحکام سے ہی ممکن تھا، ورنہ اسلامیان ہند تو عملاً اپنا اقتدار اور وقار و منصب انیس ویں صدی کے آغاز سے ہی کھو چکے تھے، ۱۸۵۷ء کا معرکہ تو ان کی شکست و ریخت کا اعلامیہ بن کر آیا، اب اُن کے پاس ذلت، شکست خوردگی، غلامی اور آشفتہ نوائی کے سوا بچا کیا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کے بجھتے ہوئے چراغ سے انھیں عالم اسلام کی دھندلاتی شام میں امید کی ایک موہوم کرن دکھ رہی تھی، اس لیے وہ ہر حال میں اس چراغ کو روشن رکھنا چاہتے تھے۔ جن لوگوں کی آفاقی اور دور بیں نگاہیں تحریک خلافت کے مآل و مقصد کی طرف تھیں، وہ اس میں شمولیت اور تعاون سے دریغ نہیں کر رہے تھے۔

”آل انڈیا خلافت کمیٹی“ کے قیام کے بعد مولانا نے پورے ملک میں اس کی صوبائی اور ضلعی شاخوں کی تشکیل کی کوشش شروع کر دی، سب سے پہلے آپ نے کافی جدوجہد کے بعد ”اودھ خلافت کمیٹی“ قائم فرمائی، جس کا پہلا صدر بیرسٹر ممتاز حسین اور سیکریٹری سید رشید الدین مودودی کو بنایا۔ اس کے بعد ممتاز علما اور قائدین ملت کو اس تحریک سے جوڑنا شروع کر دیا تا کہ یہ تحریک ملک گیر سطح پر اثر انداز ہو سکے اور اس کی کثیر شاخیں قائم ہو سکیں۔ چنانچہ متحدہ کشمیر و پنجاب سے

کیرلا تک اور بنگال سے گجرات و سندھ تک ہندوستان کے اکثر ضلعوں میں مقتدر علما، ملی قائدین اور شیوخ طریقت کے ذریعے اس کی شاخیں قائم ہو گئیں، جن کی وہ دل و جان سے سرپرستی اور تعاون کرنے لگے۔ مولانا کی یہ تمام جدوجہد بتاتی ہے کہ اس تحریک کو مقبول عام اور ملک گیر بنانے میں انھوں نے کتنا اہم کردار ادا کیا۔ قاضی عدیل عباسی کا ذیل کا اقتباس تحریک خلافت میں مولانا کی قیادت اور جہد مسلسل کی توثیق کرتا ہے:

> ”تحریک خلافت کے زمانے میں فرنگی محل مرکز رہا —— جب تک مولانا محمد علی نے اپنے بے مثال دردِ دل کے ماتحت اپنی صحت کو نظر انداز کر کے تحریک خلافت کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہیں لے لیا مولانا عبدالباری ہی کی ذات تھی، جن کا نام نامی ہر جگہ آتا تھا۔ (تحریک خلافت، ص: ۳۷، ۳۸)

تحریک خلافت کی بے انتہا مقبولیت اور اس کے لیے مولانا عبدالباری کی خدمات کے حوالے سے مولانا سید سلیمان ندوی (ف: ۱۹۵۳ء) جو خود بھی تحریک خلافت کے سرگرم رکن رہے، اپنے خطوط کے مجموعے ”برید فرنگ“ کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ”اس مجلس کی تنظیمی قوت اتنی زبردست تھی کہ سارا ہندوستان اس کی ایک آواز پر اٹھتا اور بیٹھتا تھا، پورے ملک میں جس قدر کارکن نوجوان تھے سب اس کے جھنڈے کے نیچے جمع تھے، ہر طرف اس کی امداد کے لیے روپے برس رہے تھے اور قوتیں یکجا ہو رہی تھیں، عوام علما اور تعلیم یافتہ سب اس تحریک میں یکساں شامل تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی سب سے پیش پیش تھے۔“ (ص: ۱۲)

مسئلہ خلافت پر علمائے ہند کا فتویٰ:

مسئلہ خلافت، وحدت عالم اسلامی اور اماکن مقدسہ کی حفاظت کو مولانا عبدالباری ایک خالص دینی و شرعی مسئلہ سمجھتے تھے، جس کے لیے وہ سر بکف تھے اور یہی بات وہ حکومت برطانیہ کو باور کرانا چاہتے تھے کہ یہ ہمارا سیاسی مسئلہ نہیں ہے کہ جس سے ہم دست بردار ہو جائیں گے، جب کہ حکومت اسے سیاسی مسئلہ مان کر مفاہمت کے ذریعے ختم کرنا چاہتی تھی۔

دوسری طرف حکومت برطانیہ نے جنگ عظیم میں مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ ترکی کے خلاف اس کی یہ جنگ اقدامی نہیں، دفاعی ہے اور اس جنگ میں وہ ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جن سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو ٹھیس پہنچے، جس کی وجہ سے مسلمانان ہند نے جنگ میں برطانیہ کی حمایت اور امداد کی، مگر انھوں نے تمام وعدوں کو توڑ کر ہر وہ کام کیا جس سے عالم اسلام کا مسلمان صدمے سے دوچار ہوا- جنگ کو ختم کرنے کے لیے برطانیہ اور دیگر مغربی طاقتوں نے ترکی کے سامنے صلح کی ایسی تباہ کن شرائط رکھ دیں کہ ان شرطوں پر عمل درآمد کے بعد ترکی کے ساتھ عالم اسلام کے حصے بخرے ہونا یقینی تھے-

ان حالات میں مولانا عبدالباری نے حکومت کی غلط فہمی (کہ یہ سیاسی مسئلہ ہے) کو دور کرنے اور انھیں شرعی احکام سے مطلع کرنے کے لیے کہ اگر ہمارے مطالبات تسلیم نہیں کیے جاتے ہیں تو شریعت کی جانب سے ہم پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں وہ ہم کرنے پر مجبور ہوں گے، جنوبی ایشیا کے سیکڑوں علما کی خدمت میں استفتا روانہ کیا- یہ استفتا بنیادی طور پر تین سوالات پر مشتمل تھا، جن میں متعدد ذیلی سوالات تھے، جن کے مستفتی خود مولانا فرنگی محلی تھے- ان تینوں سوالات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(الف) امت محمدی پر نصب خلیفۃ المسلمین واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے اور امت نے کسی کو خلیفہ مان لیا ہے، اگر وہ قریشی نہ ہو تو وہ خلیفہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ خصوصاً ایسی حالت میں جب قریشی صاحب اقتدار اور ذی قوت نہ ہو- اگر غیر قرشی خلیفہ ہو گیا تو کفار کی مدد سے قرشی اس کی بغاوت کر سکتا ہے یا نہیں؟ خاص طور پر ایسی صورت میں کہ اس کی بغاوت سے ظن غالب ہے کہ بلاد اسلامیہ پر کفار کا تسلط ہو جائے گا، مقامات مقدسہ کفار کے قبضے میں چلے جائیں گے اور اس بغاوت سے اہل اسلام فتنہ و قتل و غارت گری سے دوچار ہوں گے؟ اگر کوئی قرشی اس طرح بغاوت کرے تو امت کو اس کی تائید جائز ہے یا حرام؟ ایسے باغی کی شرعاً کیا سزا ہے؟ باغی کو مطیع بنانے کی کوشش کرنا اور صلح کی فکر کرنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے یا نہیں؟ حرمین شریفین پر خلیفہ کا تسلط تھا، اس پر دوبارہ تسلط کی کوشش لازم ہے یا نہیں؟

(ب) سرزمین عرب جس کی حرمت شرعاً لازم ہے، کیا ہے اور کہاں تک ہے؟

(ج) اگر غیر مسلم ممالک اسلامیہ پر حملہ آور ہوں اور وہاں کے لوگ ان کے دفاع کی قدرت نہ رکھیں، یا دفاع نہ کریں تو اس ملک سے متصل مسلمانوں پر اس کا دفاع واجب ہے یا نہیں؟

(مسئلہ خلافت پر علمائے ہند کا فتویٰ، ص:۵)

اس استفتا پر ملک کے بیشتر مذہبی مراکز اور سیکڑوں علما نے جوابات دیے، جن کا خلاصہ یہ تھا:

(الف) نصب امام امت محمدی پر واجب ہے- جب امت نے کسی غیر قرشی کو جو جامع الشرائط نہ ہو، خلیفہ مان لیا ہے تو وہ خلیفہ ہو جائے گا، خصوصاً جب قریشی صاحب اقتدار اور ذی قوت نہ ہو اور بلاد اسلامیہ اور مقامات مقدسہ پر کفار کے تسلط اور قتال مسلمین کا خطرہ ہو- امت نے جس کو خلیفہ تسلیم کرلیا ہے اس کی بغاوت جائز نہیں، اس پر خروج حرام اور باغی، خواہ قرشی ہو اس کا تعاون گناہ اور حد سے تجاوز ہے- اہل اسلام کو خلیفہ اور باغی قرشی کے درمیان مصالحت کی کوشش لازم ہے- مصالحت کی کوشش میں باغی نہ مانے تو واجب القتل ہے- ولی عہدِ خلیفہ کی اطاعت بھی اسی طرح واجب جیسے خلیفہ کی تھی، اس پر خروج حرام- باغی کو ممالک اسلامیہ سے نکالنا اس کا دفاع کرنا ضروری ہے جب کہ ان پر استیلائے کفار کا خوف ہو- دیگر مسلمانوں پر بقدر وسعت اعانت ضروری ہے- خلیفہ کو حرمین پر تسلط کی دوبارہ کوشش کرنا لازم ہے اور مسلمانوں پر اس کی اعانت واجب ہے اگر اس اعانت کے بغیر تسلط ممکن نہ ہو-

(ب) جزیرۃ العرب وہ سرزمین ہے جو بحر ہند، بحر احمر، شام اور دجلہ وفرات سے محدود ہے-

(ج) بلاشبہ ایسی صورت میں وہ اہل اسلام جو قریب ان مقامات سے ہوں، ان پر دفاع ضروری ہے، اگر وہ نہ کریں خواہ کسی وجہ سے ہو، درجہ بدرجہ شرقاً وغرباً عامہ اہل اسلام قادرین پر دفاع کرنا واجب ہے-

ان جوابات کو مرتب کر کے مولانا نے شائع کروایا اور انھیں وائسرائے آف انڈیا کو بھیجا کہ یورپ میں ہونے والی صلح کانفرنس میں ترکی کے خلاف کچھ فیصلہ لینے سے پہلے علمائے ہند کے اس اجتماعی فتوے کو بھی پیش نظر رکھا جائے- برٹش گورنمنٹ بلکہ مغربی طاقتوں کو مولانا فرنگی محلی کا یہ

نہایت جرأت مندانہ چیلنج تھا – مجموعہ فتاوی پر ''پیش لفظ'' میں مذکور ہے کہ:

> ''اس وقت ضرورت معلوم ہوئی کہ احکام مذہبی صاف کر لیے جائیں، یہ استفتا عالم اسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا اور مع جوابات حضرت مولانا عبدالباری صاحب مدظلہ نے اپنے ایک خط کے ساتھ حضور وائسرائے بہادر کی خدمت میں ارسال کر دیا کہ مدبرین برطانیہ مسلمانوں کے مذہبی فرائض سے آگاہ ہو جائیں اور شرائط صلح میں ان کا لحاظ کریں – '' (ایضاً، ص: ۲)

اس فتوے پر دستخط کرنے والے علما کی ایک طویل فہرست ہے، جنھیں یہاں پیش نہیں کیا جا سکتا، تاہم چند مشاہیر علما اور مقامات کے نام دیے جا رہے ہیں تاکہ فتوے کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے:

مولانا عبدالباری فرنگی محلی
مفتی عبدالقدیر عثمانی بدایونی
ودیگر ۸/علمائے مدرسہ قادریہ، بدایوں
ودیگر ۷/علمائے پھلواری، پٹنہ (بہار)
ودیگر ۳/علمائے جامعہ الٰہیہ، کان پور
ودیگر ۷/انجمن علمائے بہار
مولانا ابوالعلا فصیحی غازی پوری
علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری
مولانا انیس نگرامی
مولانا ابوالفیض محمد عبدالرحیم
ودیگر ۴/علمائے جون پور
مولانا سید شاہ تجمل حسین بہاری
مولانا ظہور حسامی مانک پوری
مولانا عبدالشکور مظفر پوری

ودیگر ۱۳/علمائے فرنگی محل
مولانا عبدالماجد بدایونی
مفتی نورالحسن مجیبی پھلواروی
مولانا محمد سلیمان پھلواروی
مفتی ابوالمحاسن محمد سجاد
۴/علمائے مدرسہ انوار العلوم، گیا (بہار)
مولانا ابوالوفا محمد شمس الہدی
ودیگر ۱۳/علمائے دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر
مفتی محمد محفوظ الرحمن نگرامی
مولانا ابوبکر محمد شیث فاروقی جون پوری
مولانا محمد مسعود ندوی
ودیگر ۵/علمائے عظیم آباد
مفتی محمد امیر حسن، مفتی مدرسہ سبحانیہ الہ آباد
دیگر ۳/علمائے مدرسہ فیض عام مظفر پور

مولانا محمد احمد لاہوری
مولانا عبدالجلیل لاہوری
مولانا محمد نور الحق، بیت العلوم شرقیہ لاہور
مولانا فقیر محمد بیجاپوری
مولانا غلام محی الدین لاہوری
ودیگر ۱۹؍علمائے کراچی، حیدرآباد، سکھر
ودیگر ۱۵؍علمائے بھاول پور، نواب شاہ
مولانا ادریس کاندھلوی (دارالعلوم دیوبند)
مولانا محمود الحسن دیوبندی

مولانا احمد علی، ناظم نظارۃ المعارف لاہور
مولانا غلام محمد لاہوری
مولانا عبدالحلیم، پیران پٹن گجرات
ودیگر ۱۰؍علمائے گجرات، رانچی، دربھنگہ
ودیگر ۱۳؍علمائے سندھ
ودیگر ۱۰؍علمائے لارکانہ، ٹنڈوسائیں
ودیگر ۱۷؍علمائے میرپور، گوٹ، وغیرہ
مفتی عزیز الرحمن (مفتی دارالعلوم دیوبند)
ودیگر ۱۰؍علمائے دیوبند

۱۱؍اپریل ۱۹۱۹ء کو اجمیر میں ایک بڑی کانفرنس منعقد کی گئی، جس کی صدارت دیوان صاحب درگاہ اجمیر شریف نے کی، جس میں متفقہ طور پر یہ ریزولیشن پاس کیا گیا کہ:

> ”اگر فیصلہ، صلح کانفرنس کا خلاف شریعت اسلامیہ ہوا تب مسلمان اس فتوے پر عمل کریں گے جو علمائے ہند کا دستخطی وائسرائے ہند کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔“
>
> (ایضاً، ص:۱)

جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹی کا جو وفد یورپ گیا تھا، وہ بھی علمائے ہند کے اس فتوے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی مولانا عبدالباری کے نمائندے کی حیثیت سے وفد کا حصہ تھے، وہ مولانا فرنگی محلی کو لندن سے خط لکھ کر مطلع کرتے ہیں کہ وزیر اعظم ہند سے وفد کی ملاقات ہوئی تو انھیں یہ فتوی پیش کر دیا گیا:

> ”وفد نے خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق اسلام کے جو احکام تھے، ان میں سے ہر ایک کو کہا اور بتایا۔ علمائے ہندوستان کے جو فتاوی اور دستخط آپ نے جمع کیے تھے اور میں نے اپنے ساتھ لے لیے تھے وہ بھی سامنے رکھ دیے۔“
>
> (برید فرنگ، ص: ۸۳)

”جمعیۃ العلماء“ کا قیام:

مرکزی خلافت کمیٹی کے قیام کے بعد مولانا عبد الباری نے ملک کے مقتدر علما اور مشائخ کو اس تحریک سے جوڑنا شروع کیا، مگر ان میں مسلکی اور نظریاتی اختلافات اتنے تھے کہ ان سے نہ صرف اسلامیان ہند کو نقصان پہنچ رہا تھا بلکہ ان کی یہ اجتماعی تحریک بھی اثر انداز ہو رہی تھی، اس لیے مولانا نے ہر مکتب فکر کے علما کو یکجا کر کے ان کا ایک موثر پلیٹ فارم بنانے کا ارادہ کیا تاکہ مسلمانوں کے مشترکہ منصوبوں کو کامیابی مل سکے۔ اتفاق سے نومبر ۱۹۱۹ء میں دہلی میں مرکزی خلافت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں شرکت کے لیے ملک کے گوشے گوشے سے کثیر علما جمع ہوئے۔ کانفرنس کے بعد ۱۹ر نومبر ۱۹۱۹ء کو علما کا ایک خصوصی اجلاس درگاہ حضرت سید حسن رسول نما دہلی میں بلایا گیا، جماعت اہل حدیث کے معروف عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اجلاس کی صدارت کے لیے مولانا عبد الباری کا نام پیش کیا، جسے سبھوں نے قبول کیا، مولانا فرنگی محلی اس اجلاس کے داعی بھی تھے۔ اس میں کافی اہم خطابات ہوئے۔ عالم اسلام کے نازک حالات کے پیش نظر اتفاق واتحاد کی اہمیت پر مولانا نے جذباتی خطاب کیا۔ اجلاس کے اختتام پر ”جمعیۃ العلماء“ کا قیام عمل میں آیا، اس موقع پر تمام علما نے حسب ذیل عہد کیا:

> ”ہم سب دہلی کے مشہور ومقدس بزرگ کے مزار کے سامنے اللہ کو حاضر وناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ مشترک قومی وملی مسائل میں، ہم سب آپس میں متحد ومتفق رہیں گے اور فروعی واختلافی مسائل کی وجہ سے اپنے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہیں کریں گے، نیز قومی وملکی جدوجہد کے سلسلے میں گورنمنٹ کی طرف سے جو سختی اور تشدد ہوگا اس کو صبر ورضا کے ساتھ برداشت کریں گے اور ثابت قدم رہیں گے۔ جماعت کے معاملے میں پوری پوری رازداری اور امانت سے کام لیں گے۔“ (تحریک خلافت، ص:۳۹)

”جمعیۃ العلماء“ کے قیام کے وقت درجنوں علما نے شرکت کی تھی، یہاں چند علما کے نام خصوصی طور پر درج کیے جاتے ہیں:

مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی، مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا سید محمد فاخر الہ آبادی، مولانا آزاد سبحانی، مولانا پیر امام محمد سندھی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا اسد اللہ سندھی، مولانا محمد انیس، مولانا خواجہ نظام الدین عثمانی بدایونی، مفتی کفایت اللہ، مولانا محمد ابراہیم دربھنگوی، مولانا خدا بخش مظفر پوری، مولانا عبدالحکیم گیاوی، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد صادق، مولانا منیر الزماں، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا سید اسماعیل، مولانا عبداللہ۔

قاضی عدیل عباسی لکھتے ہیں:

> ”اس طرح خلافت مرکزیہ کے لیے اول بار وہ علما جو فروعی اختلافی مسائل میں ایک دوسرے سے اس قدر دور ہو گئے تھے کہ ایک دوسرے کو سلام تک نہ کرتے تھے، آج ایک دل اور ایک جان ہو کر پوری قوت سے میدان عمل تیار کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تھے۔ یہ تھی تحریک خلافت کی ہمہ گیری۔ اس نے ہر مسلمان کے ضمیر کو خواہ وہ عالم ہو یا عامی، بیدار کر دیا تھا۔“ (ایضاً، ص: ۴۰)

اس تنظیم نے تحریک خلافت اور تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا، اس کی بھی صوبائی شاخیں قائم ہوئیں اور ملک گیر سطح پر اجلاس ہوئے۔ آگے چل کر جب سلطنت عثمانیہ کے سقوط کی وجہ سے تحریک خلافت کمزور پڑنے لگی تو مولانا عبدالباری نے کانگریسی سیاست سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا، جمعیۃ العلماء پر کانگریسی علما قابض ہوتے گئے، یہاں تک کہ جب جمعیۃ نے کانگریس میں شمولیت کا اعلان کیا تو بہت سے علما (جو کانگریس کے بعض سیاسی نظریات اور فیصلوں سے ناراض تھے) اساسی رکن ہونے کے باوجود جمعیۃ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ف: ۲۰۱۴ء) خواجہ نظام الدین بدایونی (بانی رکن جمعیۃ العلماء) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> ”علی برادران، مولانا حسرت موہانی، حضرت اقدس مولانا عبدالقدیر بدایونی اور حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی جیسے رہنمایان آزادی جمعیۃ سے دور ہوتے گئے اور جمعیۃ علمائے ہند کانپور مقابل میں رونما ہوئی۔“
>
> (تذکرۂ ماجد، ص: ۲۵)

ابتدا میں ’’جمعیۃ علمائے ہند‘‘ کان پور خوب سرگرم رہی، ملک گیر سطح پر اس کے اجلاس ہو مگر ان کے بانیان کی دنیا سے رخصتی کے بعد اس نے بھی رخت سفر باندھ لیا۔ دھیرے دھیر مولانا عبدالباری کی قائم کردہ جمعیۃ میں مسلک دیوبند سے وابستگی رکھنے والے علما ہی شامل ہو گئے، ان کی اکثریت بڑھتی گئی، جب کہ دوسرے مکاتب فکر کے علما رخصت ہوتے رہے، جس ک وجہ سے اس کے قیام کا بنیادی مقصد ’’مشترکہ مسائل میں بین المسالک علما کا اتحاد و اشتراک عمل فوت ہو گیا، تاہم یہ تنظیم اب بھی ہندوستان میں سرگرم اور معروف ہے اور مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی نمائندگی کرتی ہے۔

۲۱ ستمبر ۲۰۱۹ء کو ’’جمعیۃ العلماء‘‘ نے صد سالہ تقریبات کے تحت مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا احمد سعید دہلوی، سابق صدر جمعیۃ (ف: ۱۹۵۹ء) پر دہلی میں سیمینار منعقد کیا۔ اس موقع پر ’’جمعیۃ العلماء‘‘ کے موجودہ صدر مولانا سید محمد عثمان منصور پوری نے اپنے خطبۂ صدارت میں جمعیۃ کے تاسیس گزار کی حیثیت مولانا عبدالباری کے کردار کا یوں اعتراف کیا:

> ’’مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی ذات جمعیۃ علمائے ہند کے لیے بنیاد کے پتھر کی حیثیت رکھتی ہے، مولانا ان شخصیت میں سے ہیں، جن کی فکر اور کوششوں سے جمعیۃ علماء کی تشکیل ہوئی۔‘‘ (ج ایچ یو اردو نیوز، ۲۱ ستمبر ۲۰۱۹ء)

ہندو مسلم اتحاد اور قربانی گاؤ:

تحریک خلافت کے قیام تک ہندو اور مسلمانوں کی سیاست الگ الگ رخ پر چل رہی تھی۔ کانگریس کی سیاست آئینی حقوق طلبی (Dominion Status) سے آگے نہیں بڑھی تھی اور مسلم لیگ کا ایجنڈا بھی مسلمانوں کے حقوق و منصب کی بازیافت تک محدود تھا۔ لیکن آنے والے دنوں میں کچھ ایسے حالات رونما ہوئے (۱) جنھوں نے نہ صرف ہندو مسلم سیاسی و سماجی اتحاد کی بنیاد ڈالی بلکہ اُن میں تحریک خلافت سے جڑنے کی تحریک بھی پیدا کر دی، اس اتحاد سے ’’مکمل آزادی‘‘

---

(۱) (الف) برٹش گورنمنٹ نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۵ء کے تحت سیکڑوں ہندو اور مسلمانوں کو ان کی قومی اور انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے بغیر مقدمہ چلائے جیل میں ڈال دیا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کی تحریک وجود میں آئی اور پھر ہندوستان غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہوسکا۔ شاہ معین الدین ندوی (ف: ۱۹۷۴ء) لکھتے ہیں:

> ”ان واقعات نے ہندو مسلمانوں کے اتحاد کا موقع فراہم کردیا، چنانچہ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، گاندھی جی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی کوشش سے احیائے خلافت کی تحریک میں ہندو اور ہندوستان کی تحریک آزادی میں مسلمان شریک ہوگئے، اس سے دونوں تحریکوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔“ (حیات سلیمان، ص: ۱۵۰)

برٹش گورنمنٹ سے مکمل آزادی کی تحریک گاندھی جی کی ”ستیہ گرہ“ سے شروع ہوئی اور حاشیے میں ذکر کیے گئے حادثات کی جب کوئی شنوائی نہیں ہوئی تو دسمبر ۱۹۲۰ء میں کانگریس نے ”تحریک ترک موالات“ کا آغاز کردیا، جس میں مسلمانوں نے بھرپور ساتھ دیا اور گاندھی جی کے ساتھ مل کر خلافت کمیٹی کے ارکان نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور ہندوستانیوں میں آزادی کے لیے ناقابل بیان جوش و خروش پیدا کردیا، اب ہندو اور مسلمان ایک ساتھ مل کر تحریک خلافت اور تحریک آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے، جس کا مرکز فرنگی محل کا محل سرا بنا ہوا تھا، جہاں نامور مسلم

بقیہ پچھلے صفحے کا حاشیہ: (ب) مارچ ۱۹۱۹ء میں ایک ایکٹ کو منظوری دی گئی، جسے رولٹ ایکٹ (Rowlatt act) کہا جاتا ہے، جس کے تحت کسی بھی ہندوستانی کو محض شک و شبہے کی بنیاد پر جیل میں ڈالا جاسکتا تھا، یہ ایکٹ بھی نافذ کردیا گیا۔ سیکڑوں بے گناہ ہندو مسلم جیل میں ٹھونس دیے گئے۔

(ج) ان زیادتیوں کے خلاف گاندھی جی نے ۶؍اپریل ۱۹۱۹ء میں ”ستیہ گرہ“ کی، جس کے تحت ہندوستان میں عام ہڑتال ہوئی اور جگہ جگہ احتجاجی جلوس و جلسے منعقد ہوئے، امرتسر میں بھی ہوا، جہاں اس کے رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا، انھیں چھڑانے کے لیے اہل شہر نے کمشنر کی کوٹھی پر دھاوا بول دیا، پولس نے فائرنگ شروع کردی، جس میں بہت سے ہندو مسلم مارے گئے اور متعدد زخمی ہوئے۔

(د) یہ سب دیکھ کر ہندوستانیوں کا غصہ اپنے عروج پر پہنچ گیا اور انھوں نے سرکاری عمارتوں اور آفسوں کو لوٹ کر آگ لگادی، حالات دیکھ کر جنرل ڈائر نے پورے امرتسر کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ ۱۳؍اپریل ۱۹۱۹ء کو امرتسر کے ہندوستانیوں نے جلیاں والا باغ میں ایک جلسہ کیا، اس دن بیساکھی کا میلہ بھی وہاں لگا تھا، جہاں بہت سی عورتیں اور بچے بھی تھے، جنرل ڈائر نے جلسہ گاہ میں گولیاں چلوادیں، جس میں سیکڑوں بے گناہ مارے گئے۔ ان حالات کی وجہ سے پورے ہندوستان میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی، لوگ بے قابو ہوگئے اور یہی حالات ہندو مسلم سیاسی و سماجی اتحاد کی بنیاد بنے۔

قائدین کے ساتھ گاندھی جی، لالہ لاجپت رائے، سروجنی نائیڈو جیسے چوٹی کے غیر مسلم قائد مولانا عبد الباری کے مہمان ہوتے، وہ وہاں آتے جاتے، کئی کئی دن قیام کرتے، مشاورت ہوتی منصوبے بنتے اور ملک گیر سطح پر عمل شروع ہو جاتا۔ ان دونوں قوموں کا یہ سیاسی وسماجی اتحاد میں برطانوی سورج کے بہت جلد غروب ہونے کا اشاریہ تھا۔ اس اتحاد کی سلامتی اور دونوں تحریکوں کو کامیابی کے لیے مولانا عبد الباری اور دیگر مسلم قائدین نے اپنی فراست سے دو کام کیے:

(الف) ایسے کسی بھی عمل سے (جب تک وہ شریعت اسلامیہ سے براہ راست متصادم نہ ہو) اجتناب کے خواہاں رہے جس سے غیر مسلموں کی دل آزاری ہو۔

(ب) ہندوستان کے تکثیری معاشرے میں گاندھی جی کی مقبولیت اور اثرات کے پیش نظر انھیں صف اول کی قیادت میں جگہ دی۔

جہاں تک تحریک خلافت اور اس سے متعلق مسائل کا میں نے مطالعہ کیا، مجھے اہل علم ودانش اس حوالے سے دو انتہا پسندانہ موقف میں بٹے نظر آئے۔

ایک موقف تو یہ تھا کہ تحریک خلافت کے تحت جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ سب ٹھیک ٹھاک تھا۔ یہ وہ لبرل طبقہ تھا جسے مذہبی نظریات اور شرعی مصالح سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔

دوسرا وہ طبقہ تھا جسے اس تحریک میں کچھ بھی اچھا نظر نہیں آ رہا تھا، ان کی زندگی کی لغت میں جلب منفعت، دفع مضرت، حصول آزادی، وحدت عالم اسلامی، تحفظ اماکن مقدسہ اور اسلامیان ہند کی تعمیر وترقی کے کوئی معانی نہیں تھے۔ وہ تحریک خلافت کے وسیع مقاصد اور ملکی اور بین الاقوامی اہداف کو نظر انداز کر کے ترک موالات، قربانی گاؤ کشی، ہندو مسلم سیاسی وسماجی اتحاد اور ترکی کی خلافت پر فقہی موشگافیوں میں مصروف تھا اور تحریک کو کمزور کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رہا تھا۔

ان دونوں طبقوں کے متبع اہل قلم پچھلی ایک صدی سے بڑھ چڑھ کر اپنے اپنے اسلاف کے موقف کی نمائندگی فرما رہے ہیں، جس سے ایک عام قاری کو تحریک خلافت، ہندو مسلم اتحاد، تحریک موالات اور قربانی گاؤ کو اس کی اصل حقیقت کے ساتھ سمجھنے میں دشواریوں کا سامنا ہے۔ ان مسائل کو پوری طرح سمجھنے کے لیے غالب کی طرف داری سے زیادہ سخن فہمی مطلوب ہے۔

مجھے اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ یہ تحریک اپنے آپ میں ایک بے مثال تحریک تھی اور وقت کی ایسی ضرورت جس کے بغیر آزادی ہند یا اسلامیان ہند کے حقوق و مطالبات کی تکمیل ممکن نہیں تھی، یہی وجہ ہے ملک کا ہر طبقہ، خصوصاً ملک کے سیکڑوں حساس اور مشاہیر علما اور شیوخ طریقت اس تحریک کے ساتھ وابستہ تھے۔ ملک گیر سطح کی اتنی بڑی تحریک سے شرعی اور سیاسی لغزشوں کا صدور ہونا بعید از امکان نہیں تھا اور یہ لغزشیں مسلم قائدین سے ہوئیں بھی، مثلاً جذبات کی رو میں بہ کر غیر مسلم قائدین کو خطاب کے لیے مساجد کے منبروں پر بٹھا دینا، بعض لبرل نمائندگان تحریک کی جانب سے کبھی کبھار نصوص شرعیہ کی من مانی توجیہ کرنا اور ہندو مسلم سیاسی و سماجی اتحاد کے دائرے کو وسیع کر کے مذہبی کینوس میں لانے کی کوشش کرنا، وغیرہ۔ ان رویوں کی ہم تائید نہیں کرتے، مگر ان کی وجہ سے تحریک کی مخالفت اور اسے نقصان پہنچانے کو بھی ناعاقبت اندیشی اور کوتاہ بینی سمجھتے ہیں۔ جن لوگوں نے بھی ان رویوں کو بنیاد بنا کر براہ راست یا بالواسطہ مولانا عبدالباری کی ہندو مسلم سیاسی و سماجی اتحاد کی کوششوں، اس اتحاد کی پائے داری کے لیے گائے کی قربانی سے اجتناب کی خواہشوں اور خلافت عثمانیہ کی حمایت و تعاون کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی اور ان بنیادوں پر انھیں مطعون کیا تاریخ انھیں معاف نہیں کرے گی۔ اِن پروپیگنڈوں، اِن کی حقیقتوں اور اُس وقت کے نازک حالات کو سمجھنے کے لیے مذکورہ انتہا پسندانہ طبقوں کا لٹریچر نہیں، براہ راست تحریک سے وابستہ قائدین کا لٹریچر پڑھنے اور پھر ان کے موقف کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ گائے کی قربانی کے سلسلے میں آج تک ہم یہی پروپیگنڈہ سنتے آئے کہ ہندوؤں کے دباؤ میں مولانا عبدالباری نے مسلمانان ہند کو باصرار گائے کی قربانی سے روکا، مگر جب ہم نے اس سے متعلق براہ راست مولانا کی تحریروں کا مطالعہ کیا تو معاملہ برعکس تھا۔ مولانا کی یہ تمام تحریریں اور مضامین اُس زمانے میں ملک کے متعدد اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے، مگر جنھیں پروپیگنڈہ کرنا تھا اور غلط مطالب نکالنے تھے وہ اپنے کام میں لگے رہے۔ مولانا کی ان تمام تحریروں کو یکجا کر کے مولانا شاہد علی نے نومبر ۱۹۲۰ء میں ”رسالہ ہجرت و رسالہ قربانی گاؤ“ کے نام سے شائع کیا، جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ مرتب 'پیش لفظ' میں لکھتے ہیں:

''قربانی کی بابت حضرت استاذ الاساتذہ مولانا عبدالباری صاحب مدظلہ نے جو رائے قائم کی اس کو انصاف سے دیکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ بالکل احکام شرعی کے مطابق ہے، مگر اکثر حساد [حسد کرنے والوں] نے طرح طرح کے الزامات تراشے ہیں۔'' (ص:۱)

مولانا عبدالباری نے اس سلسلے میں ایک وضاحتی تحریر لکھی تھی، جو ۸؍مئی ۱۹۱۹ لکھنؤ میں شائع ہوئی، اس کا یہ اقتباس ان کے حقیقی موقف کی ترجمانی کرتا ہے:

''گائے کی قربانی کے بارے میں 'مؤید الاسلام' کی گزشتہ کارروائیاں شاہد ہیں کہ ہم لوگ کیا رائے رکھتے ہیں۔ مذہبی شعار کو کسی دباؤ یا مروت سے نہیں چھوڑ سکتے ہیں ——— میں نے نہ تو اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے، نہ اپنے ہم مذہب لوگوں کا کہ وہ قربانی نہ کریں گے، نہ وعدہ کیا ہے، نہ کسی کو مشورہ دیا ہے، نہ فتویٰ ہے، بلکہ بطور اثر اتحاد کے تخمینی طور پر ایک رائے ظاہر کی ہے، وہ بھی خدا کی مشیت پر محمول رکھا(۱)۔ میرا خیال ہے کہ اگر اتحاد قائم رہا اور اسی طرح رواداری مذہبی ہوئی تو گائے کی قربانی میں اہمیت باقی نہ رہے گی از خود موقوف ہو جائے گی۔ جو شئ محرک ہے وہ اس کا پرستش ہونا اور قربانی نہ کیے جانے پر اصرار ہونا ہے؛ یہ بات جاتی رہے تو گائے کی قربانی میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی ہے۔'' (ص:۳)

مولانا نے ۳؍دسمبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا خلافت کانفرنس دہلی میں خطاب فرمایا، جو ان کی گوئی اور جرأت کا بڑا ثبوت ہے، فرماتے ہیں:

''میں نے گاندھی صاحب کے کہنے سے قربانی گاؤ ترک نہیں کی بلکہ خود بڑے غور و خوض کے بعد چھوڑی، اگر مجھ سے مہاتما جی کہتے بھی تو میں ہرگز نہیں چھوڑتا،

---

(۱) مولانا عبدالباری نے ۱۳؍اپریل ۱۹۱۹ء کو مسٹر گاندھی کے نام ایک تار (برقی پیغام) ارسال کیا تھا، جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ: ''آپ کا استقلال ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایک یادگار ہے، اگر خدا چاہے گا تو گائے آئندہ قربان نہ کی جاوے گی۔ خدا اس اتحاد مقصد کو کامیاب کرے۔'' یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

> میں مذہب کا پابند ہو کر ان کی عظمت کرتا ہوں، مسلمان رہ کر اتحاد پیدا کرنے میں کوئی نقص نہیں۔ ہم وطنوں کا خیال لازم ہے، ان کے اخلاق نے یہ بات میرے ذہن میں پیدا کر دی۔" (ایضا، ص: ۴، ۵)

ان مختصر اقتباسات سے اہل علم وفہم مولانا کا موقف اور نظریہ سمجھ سکتے ہیں۔ ایک تکثیری معاشرے میں بڑے مقاصد کے حصول اور دفع مضرت کے لیے بغیر کسی دباؤ کے گائے کی جگہ دوسرے جانوروں کی قربانی سے شریعت پر آنچ نہیں آتی بلکہ یہ مطلوب شریعت ہے۔ یہ بات انھیں آسانی سے سمجھ میں آئے گی جو اس وقت کے ملکی و بین الاقوامی حالات سے اچھی طرح واقف ہوں اور پھر تکثیری معاشرے میں رہنے کے ادب وآداب اور مصلحتوں کے بھی عادی ہوں۔

ہندو مسلم سیاسی وسماجی اتحاد اور گائے کی قربانی کے سلسلے میں مولانا عبدالباری کے فیصلے کی مصلحتیں مجھ پر اس وقت مزید واضح ہوئیں جب میں نے حالیہ دنوں ہندوستان کے پچیس کروڑ مسلمانوں کو سی اے اے (Citizenship Amendment Act 2019) کے خلاف احتجاجی تحریک چلاتے ہوئے دیکھا، اس تحریک کو بااثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے بلا تفریق مسلک ومشرب ہر عالم وغیر عالم کی یہی کوشش تھی کہ یہ تحریک مسلمانوں کی نہیں ”ہندوستانیوں“ کی تحریک بن جائے۔ ان کوششوں کے نتیجے میں مسلم قائدین کے ساتھ ہندو، سکھ، عیسائی اور دیگر مذاہب کے قائدین ایک پلیٹ فارم پر کھڑے تھے، قیادت بھی وہی کر رہے تھے، ہندو مسلم اتحاد کے مظاہرے کے لیے جلسہ گاہوں کے ایک ہی پنڈال کے اندر ایک گوشے میں قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی، تو دوسرے گوشے میں کیرتن اور پوجا پاٹ بھی۔ اسلامی نعرے بلند کرنے سے سختی سے روکا جا رہا تھا بلکہ ہر اُس عمل سے روکا جا رہا تھا جس سے ہندو مسلم اتحاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، مقصد واضح تھا، اس لیے کسی بھی مسلک کے عالم نے یہ فتویٰ جاری نہیں کیا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ خلاف شریعت ہے۔ اسی پر بس نہیں، انڈین ایکٹ کی شکل میں اس آفت ناگہانی کی وجہ سے پہلی بار دنیا نے مسلمانوں کی مسلکی زنجیروں کو ٹوٹتا بکھرتا ہوا دیکھا اور کفر والحاد کے فتوے ہوا میں تحلیل ہوتے نظر آئے۔ اس وقت بھارت کا ہر مسلمان اتحاد امت کے لیے نعرہ زن ہے اور علم برداران

مختلف دوسرے مسالک پر ہونے والے میڈیائی اور حکومتی مظالم پر آواز بلند کرنے میں ایک پر سبقت لے جارہے ہیں۔

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں جب ایک ایکٹ نے پچیس کروڑ مسلمانوں کو اندر اور ہلا کر رکھ دیا، تو جب اسی تکفیری معاشرے میں اُس وقت کا مسلمان اپنے ہزار سالہ منصب کھو کر غلامی کی زنجیروں میں بے بسی سے جکڑا ہوا ہوگا، مقامات مقدسہ یہود و نصاریٰ کے میں ہوں گے، عالم اسلام کے ٹکڑے کرنے کے لیے مغربی طاقتیں پیش قدمیاں کر رہی اور خلافت عثمانیہ (ترکی) کی شکل میں مسلمانوں کا ایک ہی مرکز امید ہوگا۔ ایسے خطرناک اور نازک حالات میں اسلامیان ہند اور عالم اسلام کے عظیم مقاصد اور اہداف کی تکمیل کے اگر مولانا عبدالباری نے ہندوؤں کے ساتھ سیاسی و سماجی اتحاد کرلیا، گائے کی قربانی سے کرلیا اور غیر مسلموں کو قیادت میں شریک کرلیا تو کون سا گناہ کردیا؟ ہمیں ہزار بار ان کا رہین ہونا چاہیے کہ یہی وہ چند نفوس قدسیہ تھے جو اُس وقت سات کروڑ مسلمانوں کی عزت و آبرو کے کفن بردوش برسرِ پیکار تھے۔ بہر حال تحریک خلافت کے مرکزی، صوبائی اور ضلعی اجلاس کے اطراف و اکناف میں ہو رہے تھے، خلافت عثمانیہ کے تحفظ کے لیے چندے ہو رہے تھے کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے مکمل بائیکاٹ کی مہم بھی چل رہی تھی۔ اس وقت مولانا عبدالباری سیاست اور ان کی مقبولیت کا سورج نصف النہار پر تھا، وہ شب و روز کانفرنسوں میں صدارت شرکت کے لیے ملک کے دورے کر رہے تھے، میٹنگیں کر رہے تھے، اہداف کی تکمیل کے منصوبے بنا رہے تھے اور اعیان حکومت پر دباؤ بنانے کی کوشش میں تھے۔

یورپ میں خلافت کا وفد:

دسمبر ۱۹۱۹ء میں کانگریس کا اجلاس امرتسر میں منعقد ہوا اور اسی وقت مولانا کی کوششوں سے خلافت کمیٹی کا اجلاس بھی وہاں ہوا، مولانا نے پہلے کانگریس کے اجلاس میں شرکت کی اور اس کے بعد خلافت کا اجلاس ہوا، جس میں یہ طے پایا کہ خلافت کمیٹی کا تین رکنی وفد وزارت برطانیہ سے خلافت عثمانیہ کے تعلق سے گفتگو کرنے اور عالمی سطح پر ہندوستان کی آزادی کی راہ ہموار کرنے

کے لیے انگلینڈ جائے، جس میں مولانا عبدالباری کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر اور بیرسٹر سید حسین ہوں گے۔ یہ بھی تجویز ہوا کہ اس سے پہلے کہ وفد انگلینڈ جائے، اپنے مطالبات کو گورنر جنرل آف انڈیا کے روبرو پیش کرنا چاہیے، چناں چہ ۲۳ر جنوری ۱۹۲۰ء کو بشمول مولانا عبدالباری مسلم وغیر مسلم قائدین کا وفد گورنر جنرل سے جاکر ملا، مطالبات پیش کیے مگر کوئی تشفی بخش جواب نہیں مل سکا۔ لہٰذا طے پایا کہ وفد فوری انگلینڈ روانہ ہو جائے۔ برطانوی حکومت کے سامنے خلافت کی اہمیت اور ضرورت کو شرعی نقطۂ نظر سے پیش کرنا تھا، جس کے لیے مولانا عبدالباری کا جانا ضروری تھا، مگر آپ نے مولانا سید سلیمان ندوی کی صلاحیتوں کے پیش نظر وفد میں اپنی نمائندگی کے لیے ان کا نام پیش کیا اور لوگوں کے اصرار کے باوجود اپنے فیصلے پر اٹل رہے۔

مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں چھ رکنی وفد اخیر جنوری ۱۹۲۰ء کو روانہ ہوا اور ستمبر ۱۹۲۰ء میں یورپ کے متعدد ممالک کا دورہ کر کے اس کی واپسی ہوئی۔ وفد کی روانگی سے قبل مولانا عبدالباری وفد کے اخراجات کے لیے چندے کی فراہمی میں مصروف ہو گئے، علی برادران اور دیگر اراکین وفد فرنگی محل تشریف لائے، سیکڑوں لوگوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا، ان لوگوں نے فرنگی محل میں ہی قیام کیا، مولانا نے وفد کے اعزاز میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اپنے مدرسہ عالیہ نظامیہ کی جانب سے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو ”مولانا“ کی اعزازی سند مرحمت فرمائی۔ مولانا محمد رضا فرنگی محلی (ف: ۱۹۹۰ء) نے ذکر کیا ہے کہ ”۱۹۲۰ء میں علی برادران مولانا کی اعزازی سندیں پا کر مولانا ہو گئے، اس وقت سے مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے نام سے یاد کیے جانے لگے (۱)۔“ اس سے قبل مسٹر محمد علی اور مسٹر شوکت علی سے جانے جاتے تھے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی، خلافت کمیٹی کے اس وفد نے عالمی سطح پر عالم اسلام کے تحفظ اور ہندوستان کی آزادی کے لیے جو کارنامہ انجام دیا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، اس کی تفصیل مولانا سید سلیمان ندوی کے خطوط کے مجموعے ”برید فرنگ“ اور سید صباح الدین عبدالرحمن کی کتاب ”مولانا محمد علی کی یاد میں“ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ سید سلیمان ندوی وہاں جا کر اپنے مخدوم

---

(۱) ماہنامہ ”جامعہ“ دہلی، مولانا محمد علی نمبر، حصہ دوم، ص: ۱۰۸، شمارہ: جنوری، فروری ۱۹۸۰ء

محسن مولانا عبدالباری کو تواتر سے خطوط لکھتے رہے اور یورپ میں وفد کی سرگرمیوں سے
کرتے رہے۔ ۶ / مئی ۱۹۲۰ء کو مولانا ندوی نے مولانا عبدالباری کو لندن سے خط لکھا:

> ”مخدوم معظم، ادام اللہ بقاءہ ـــــ الحمدللہ کہ وفد شب و روز کام میں مشغول ہے، جس طریقے سے اور جس تدبیر سے کامیابی کی راہ نظر آتی ہے، اُدھر متوجہ ہو جاتا ہے۔ جب سے یہاں آنا ہوا ایک دو بجے شب سے پہلے کبھی کوئی بستر پر نہیں گیا، اخبارات میں مضامین لکھنا، معترضین کے جوابات تحریر کرنا، لوگوں سے ملنا، شہروں کا دورہ کرنا، وزراء پر اثر ڈالنے کی تدبیریں اختیار کرنا، ترکوں کی نسبت بدگمانیاں دور کرنا، ترک و عرب کو باہم ملانا، دوسرے اسلامی ملکوں کے مسلمانوں کے خیالات دریافت کرنا۔ یہی سب صورتیں وفد کے سامنے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کام انجام پایا اور پا رہا ہے۔“ (برید فرنگ، ص: ۸۰، ۸۱)

۲ / مارچ ۱۹۲۰ء کو وفد نے ڈپٹی وزیر ہند مسٹر فشر اور دیگر وزراء سے لندن میں ملاقات کی اور تفصیل سے اپنے مطالبات رکھے، اس موقع پر بشمول مولانا محمد علی جوہر وفد کے کئی ارکان نے تقریریں کیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی تقریر میں مولانا عبدالباری کے لیے جو کچھ کہا اس سے ان کی اہمیت اور حیثیت دونوں کا اندازہ ہوتا ہے:

> ”میں صرف اتنی بات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں شاید پہلا ہندوستانی مولوی ہوں جو یہاں آیا ہوں، میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں، مولانا عبدالباری صاحب نے جو لکھنؤ کے فرنگی محل کے مشہور خاندان سے ہیں، مجھ کو خاص طور پر اپنی نمائندگی کرنے کے لیے بھیجا ہے تاکہ میں بادشاہ سلامت کی حکومت پر واضح کر دوں کہ ہم لوگوں کے لیے یہ کوئی سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خالص ایک مذہبی معاملہ ہے۔“ (مولانا محمد علی کی یاد میں، ص: ۲۸)

اُدھر وفد یورپ میں راہ ہموار کر رہا تھا، اِدھر وفد کو رخصت کرنے کے بعد مولانا عبدالباری مولانا شوکت علی کو لے کر پورے سندھ کے دورے پر نکل گئے، وہاں سے بمبئی اور پھر بنگال خلافت

کانفرنس میں شرکت کے لیے کلکتہ گئے۔ اس درمیان مولانا کی جواں سال صاحب زادی انتقال کر گئیں مگر ان کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔ مورخین نے ذکر کیا ہے کہ اس تحریک میں مولانا نے اپنی جیب خاص سے پچاس ہزار سے زائد رقم خرچ کی ہوگی، جو اُس زمانے میں ایک بہت بڑی رقم تھی۔ مولانا عنایت اللہ کے بقول اس تحریک میں شروع سے اخیر تک مولانا نے جس طرح حصہ لیا اور اس کو کامیاب بنانے میں جو جد و جہد کی ہے، اس کی نظیر بڑے بڑے کارکنان خلافت میں بھی نہیں ملے گی،" آپ نے اپنی عمر کے دس برس خدام کعبہ، جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی کے کاموں میں لگائے ہیں، ان کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی وقت لگے گا جب آپ کی یادداشتوں اور خط و کتابت کو (جو آٹھ ضخیم جلدوں میں محفوظ ہے) شائع کردیا جائے (۱)۔ خدا جانے یہ سارے قیمتی سرمایے اب کہاں ہیں؟ جن کی بازیافت سے یقیناً بیس ویں صدی کے اس گم شدہ قائد کے بے مثال کارناموں کا سراغ لگ سکے گا۔

تحریک خلافت کے پلیٹ فارم سے خلافت عثمانیہ، اس کے توسط سے عالم اسلام اور اماکن مقدسہ کے تحفظ اور آزادی ہند کی تحریک چل ہی رہی تھی، مولانا عبد الباری بھی خفیہ اور اعلانیہ سرگرم عمل تھے کہ ترکی میں مصطفی کمال پاشا کی قومی تحریک زور پکڑتی گئی اور پھر یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو اس نے سلطان ترکی وجیہ الدین خاں کو معزول کردیا اور ترکی کو جمہوریہ ترکی بنا کر سیاست اور مذہب کو علیحدہ کردیا۔ اس داخلی انقلاب اور تبدیلی کے ساتھ خلافت کی تحریک بھی سرد پڑنے لگی اور کروڑوں مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے۔ ۳/مارچ ۱۹۲۴ء کو پاشا نے خلافت کا بھی اعلانیہ خاتمہ کردیا، اس کے بعد ترکی کی حیثیت ایک عام دنیوی حکومت کی طرح ہوگئی۔

ابن سعود کے حملے کی مذمت اور "خدام الحرمین" کی تشکیل:

۱۹۲۴ء تک مولانا عبد الباری خلافت کمیٹی میں نہایت سرگرم رہے، مگر اسی سال دو بڑے حادثے ہوئے۔ ایک تو خلافت عثمانیہ کے سقوط اور دوسرا برطانوی حکومت کے تعاون سے والی نجد ابن سعود کا حرمین شریفین پر تسلط کے لیے حسین بن علی (معروف بہ شریف حسین) پر حملہ۔ ابن

---

(۱) حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق، ص: ۳۴

سعود نے اعلان کیا کہ یہ جنگ اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ حسین بن علی سے نجات کے لیے ہے جو برطانوی حکومت کا آلۂ کار بنا ہوا ہے، اس جنگ میں فتح کے بعد شرعی طریقے سے لوگ جسے چاہیں گے اپنا حکمراں منتخب کریں گے۔ بہت سے مسلمان ابن سعود کے اس قول پر ایمان لے آئے، یہاں تک کہ خلافت کمیٹی کے قائدین بھی، (جن میں مولانا عبدالباری سے لے کر مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی بھی شامل تھے) اس بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور انھوں نے، مذہبی عقائد میں شدید اختلاف کے باوجود ابن سعود کی سیاسی وملی حمایت کا فیصلہ کر لیا۔ انھیں محسوس ہوا کہ اس طرح "وہاں اب بادشاہت نہ ہوگی بلکہ تمام اسلامی ممالک مل کر وہاں ایک شرعی جمہوریت قائم کریں گے، جہاں عالم اسلام کی رائے اور شوریٰ سے حکومت ہوگی، مسلمانوں کی مرکزیت قائم ہوگی اور مسلمانوں کے روز روز کے جھگڑے ختم ہو جائیں گے، ترکوں نے خلافت ختم کر دی تھی تو اس کا نعم البدل حجاز میں مل جائے گا (۱)۔" عالم اسلام کے لیے ان بزرگوں کے اخلاص نیت پر شک نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کے پیچھے کی جو سیاست تھی، اس سے یہ تمام قائدین ناآشنا تھے۔ اس ناآشنائی کی وجہ خدانخواستہ ان کی سیاسی بصیرت کی کمی نہیں تھی بلکہ ذرائع ابلاغ کی سست رفتاری اور اس میں برطانوی حکومت کی دخل اندازی بھی تھی، جن کی وجہ سے سچائی چھن کر سامنے نہیں آرہی تھی۔ اس میں کچھ مہینے لگے، اور پھر والی نجد کے وعدوں اور بیانات کی سچائی اور مستقبل کے عزائم سامنے آگئے۔

دراصل اسی زمانے میں تحریک خلافت کے صف اول کے رہنما مفتی عبدالقدیر عثمانی بدایونی (ف: ۱۹۶۰ء) اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج کے لیے گئے ہوئے تھے (۲)، شریف حسین سے ان کے دیرینہ مراسم تھے اس لیے غسل کعبہ اور دیگر اہم ارکان میں اس کے ساتھ شریک رہے۔

---

(۱) مولانا محمد علی کی یاد میں، ص: ۱۵۶

(۲) یہ پوری تفصیل مفتی عبدالقدیر عثمانی بدایونی (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں) کے بڑے صاحب زادے مولانا عبدالہادی، استاذ شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (ف: ۱۹۹۴ء) کی تصنیف "احوال ومقامات" میں درج ہے۔ بعض واقعات کے وہ عینی شاہد ہیں اور بعض کو اپنے والد سے براہ راست سماعت کیا ہے۔

دورانِ قیام اس کے وزیر کی زبانی انھیں معلوم ہوا کہ ترکوں کے خلاف سلطان حجاز شریف حسین کی حمایت وتعاون کے بدلے میں برطانوی حکومت ان پر دباؤ بنا رہی ہے کہ وہ حجاز میں عقبہ کی بندرگاہ ان کے حوالے کر دیں اور وہ مان نہیں رہے ہیں، جس سے ان کی حکومت کو بڑا خطرہ لاحق ہے۔ مفتی صاحب نے شریف حسین سے مل کر جب حالات سے آگاہی چاہی تو انھوں نے بتایا کہ اگر یہ بندرگاہ انگریزی حکومت کے تصرف میں آجاتا ہے تو وہ یہودیوں کو عقبہ سے فلسطین پہنچا ئیں گے۔ یہودیوں کا وہاں بسنا عالم اسلام کے لیے خطرے کا الارم ہے، اس لیے میں کسی بھی قیمت پر یہ بندرگاہ ان کے حوالے کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

مفتی صاحب نے ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ/ جولائی ۱۹۲۵ء میں حج کیا تھا، حج کے بعد ابھی وہ وہاں موجود ہی تھے کہ سلطان حجاز کی جانب سے برطانیہ کو آخری جواب مل گیا، اس کے معاً بعد ہی والی نجد ابن سعود نے طائف پر حملہ کر دیا۔ اس پر قابض ہونے کے بعد اس نے حجاز کے دوسرے حصوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا، آثار مقدسہ اور مزارات صحابہ بے دردی سے پامال ہونے لگے۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو مولانا شوکت علی نے ”خلافت کمیٹی“ کی جانب سے والی نجد ابن سعود کو تار بھیج کر مزارات صحابہ واہل بیت کے تعلق سے حقیقت جاننی چاہی۔ جواب آیا کہ ”اسلامی مزارات ہمارے لیے قابل احترام ہیں (۱)۔“ خلافت کمیٹی کے قائدین مطمئن ہو گئے، مگر سچائی یہ نہیں تھی۔ پھر وہ علمائے احناف بھی اس کے عتاب کا شکار ہو رہے تھے، جو شریف حسین کے قریب تھے اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی پر آواز اٹھا رہے تھے (۲)۔

دوسری طرف اس افراتفری میں شریف حسین نے مفتی صاحب کو (جو ان حادثات کے عینی

---

(۱) تاریخ نجد وحجاز، ص: ۲۳۵

(۲) اس جنگ کے دوسرے سال ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء کو نواب مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (ف: ۱۹۵۰ء) حج کے لیے تشریف لے گئے، حج کے بعد ۲۷رمحرم ۱۳۴۵ھ/اگست ۱۹۲۶ء کو مولانا عبدالباری صاحب کے بھائی اور استاذ مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (ف: ۱۹۴۵ء) کے مدرسے میں گئے اور ان سے ملاقات کی، لکھتے ہیں کہ: ”نجدیوں کی وحشت کا مقابلہ جرأت وصداقت سے کیا، کلمۂ حق کے اظہار میں ڈرے نہیں۔“ (الفوز العظیم، ص: ۳۷)

شاہد تھے) جدہ سے افریقی ساحل کی طرف روانہ کر دیا کہ وہاں سے کوئی جہاز انھیں ہندوستان پہنچادے گا۔ جب وہ مصوی (افریقا) سے بمبئی پہنچے تو انھیں ابن سعود کے تعلق سے "خلافت کمیٹی" کے قائدین کی حمایت کی اطلاع ملی اور انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن سعود کی حمایت میں مولانا محمد علی جوہر کی ایما پر مولانا عبدالباری صاحب کا بیان بھی اخبار میں شائع ہوا ہے۔ مفتی صاحب کو اس پر سخت تشویش ہوئی اور وہ براہ راست بدایوں جانے کی بجائے مولانا عبدالباری کو ان تمام حقائق سے آگاہ کرنے کے لیے لکھنؤ روانہ ہو گئے۔

آگے کے حالات مولانا عبدالہادی (ف: ۱۹۹۴ء) کی زبانی ملاحظہ ہو:

> "فرنگی محل پہنچ کر المولوی (۱) [مفتی عبدالقدیر] نے حضرت [مولانا عبدالباری] سے شکایت کی کہ آپ نے نجدیوں کی تائید میں بیان دے دیا، حالاں کہ یہ حملہ انگریزی حملہ ہے، آپ کو میرا انتظار تو کرنا چاہیے تھا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ "تم غلط کہہ رہے ہو، کہیں وہ بات تو نہیں جو مشہور ہے کہ شریف نے لوگوں کو خرید لیا ہے کہ اس کی تائید کریں، تعجب اس پر ہے کہ المولوی کو بھی خریدا جا سکتا ہے؟" دونوں میں بات بڑھی، المولوی کچھ کھائے پیے بغیر اٹھ گئے ــــــ
>
> اسٹیشن آئے، تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضرت باری میاں اسٹیشن آئے۔ المولوی کھڑے ہوئے، حضرت نے صرف اتنا پوچھا: "تم جو کہتے ہو وہ سچ ہے؟" انھوں نے عرض کیا "میں نے جھوٹ کب بولا ہے کہ اس وقت بول رہا ہوں؟" حضرت نے المولوی کو سینے سے لگا لیا۔ بیٹھ گئے اور فرمایا الطاف میاں! اخباروں میں ہمارا دوسرا بیان دو، جو بیان پہلے دیا تھا وہ غلط تھا، نجدی حملہ حقیقت میں برطانوی حملہ ہے، مسلمانوں کو ہاشمی حکومت کی تائید کرنا چاہیے۔" (احوال ومقامات، ص: ۶۳، ۶۴)

مولانا کا بیان ملک کے اخباروں میں چھپا اور پھر خلافت کمیٹی میں بھونچال آ گیا۔ اس کے

---

(۱) مفتی محمد عبدالقدیر بدایونی کو بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہ کے صاحب زادگان "المولوی" کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔ مولانا عبدالہادی نے انھی کی متابعت میں اپنے والد ماجد کو جا بجا المولوی لکھا ہے۔

بعد دھیرے دھیرے سچائیاں سامنے آنے لگیں- مولانا عبدالباری "فاضل اکمل"(۱)، روشن ضمیر اور مستقبل شناس قائد تھے، انھیں ابن سعود کے مذہبی عقائد ونظریات کا علم تو تھا، مگر جب برطانوی پشت پناہی اور اصل حقائق کا علم ہوا تو آپ نے قائدین خلافت کو سمجھانا شروع کیا، متعدد بار بمبئی تشریف لے گئے، خط وکتابت کی اور مختلف ذرائع سے اپنے مریدین علی برادران کو اپنے موقف کو تبدیل کرنے، اس مضر پالیسی سے دور رکھنے اور باہمی سمجھوتے کی کوشش کی، مگر حالات مزید بگڑتے چلے گئے-

مولانا نے جن خدشات اور حقائق کی بنیاد پر اپنی حمایت اور موقف تبدیل کیا تھا، وہ سامنے آ گئے- ۲۳/اگست ۱۹۲۵ء کو روضہ نبوی ﷺ پر بم باری کی خبر ملی- ابن سعود کی نجدی فوج نے اقتدار کے لیے مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا، شدید گولہ باری کی جس کی زد میں مسجد نبوی اور گنبد خضری بھی آ گئے- اس خبر پر مولانا عبدالباری جذبات سے بے قابو ہو گئے اور تیسرے دن ایک بہت بڑا احتجاجی اجلاس لکھنؤ میں منعقد کیا- اس کے بعد کروڑوں مسلمان ابن سعود کے شدید مخالف ہو گئے اور مولانا کے موقف کی تائید میں نہ صرف مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا سلیمان پھلواروی، شیخ مشیر حسین قدوائی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور بہت سے مسلم قائدین آ گئے بلکہ لاکھوں مسلمان بھی ان کے ساتھ ہو گئے- مگر علی برداران اور ان کے متبعین مدینے پر حملے کو جنگی حادثہ سمجھتے ہوئے اب بھی ابن سعود کی حمایت میں تھے اور مولانا عبدالباری پر شریف حسین کی طرف داری کا الزام عائد کر رہے تھے کہ وہ ابن سعود کی اتنی شدت سے مخالفت شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر علی کی ہمدردی میں کر رہے ہیں اور یہ بالواسطہ برطانوی حکومت کی حمایت ہے- اس الزام واتہام کا آپ نے سختی سے رد کیا- اس حوالے سے مولانا کی ایک تحریر ۱۲/ستمبر ۱۹۲۵ء کو اخبار "خلافت" میں شائع ہوئی:

> "مولانا شوکت علی نے ایک بیان میں یہ ظاہر کیا ہے کہ میں اور مولانا حسرت موہانی

---

(۱) مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی مولانا عبدالباری کو "فاضل اکمل" کہتے تھے- (تذکرۂ علمائے اہل سنت، ص: ۱۷۳)

نے مشورہ کر کے مشیر حسین قدوائی اور مولوی عبدالقدیر [بدایونی] سے سازش کی ہے کہ شریف حسین اور ان کے خاندان کو تخت حجاز پر بٹھایا جائے۔ یہ ایک سخت الزام ہے اور مولانا شوکت نے راستے سے ہٹ کر ہماری نیت پر حملہ کیا ہے، مگر مجھے ان کی نیت میں شبہ نہیں۔ میں اسے صاف اور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں شریف حسین اور امیر علی کا طرف دار نہیں اور نہ میں نے ان کی حکومت کی کبھی حمایت کی۔ ابن سعود اور ان کی افواج نے جو خلاف شرع حرکات کی ہیں اس کے باعث مجھے ان سے کوئی ہمدردی باقی نہیں ہے ـــــ

میں اور مولانا حسرت کو ابن سعود سے اس وجہ سے اختلاف ہے کہ وہ غیر مسلم اثر میں ہے، وہ اور اس کے متبع مزارات کی کماحقہ عزت نہیں کر سکتے۔ جب نجدی مدینہ کو حرم سمجھتے ہیں تو پھر اس پر حیرت ہے کہ انھوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی کیوں جرأت کی۔ سکنائے مدینہ بہت خائف ہیں اور چوں کہ ان میں بہت سے حنفی ہیں، اس لیے وہ نجدیوں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ایک شخص یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہے کہ نجدی تمام دنیا کو کافر سمجھتے ہیں اور خود انھوں نے مدینے پر حملہ کیا، مدینے والوں نے کسی قسم کا حملہ نہیں کیا۔ وہ نہ حسین کے طرف دار تھے اور نہ ترکوں کے مقابلے میں کبھی وہ حسین کی طرف سے لڑے۔

ابن سعود کو لازم تھا صرف جدہ میں لڑتے اور مدینے پر حملے کی ضرورت نہیں تھی۔ نجدیوں کا یہ گناہ کہ روضۂ نبوی ﷺ کو گولوں کا نشانہ بنایا، ناقابل معافی ہے۔ اور چوں کہ ان کا عقیدہ معلوم ہے، اس لیے اب اس معاملے میں کسی تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ تسلیم کر لینا پڑے گا کہ انھوں نے اس کے علاوہ شہدائے احد کے مزارات بھی برباد کر دیے اور حضرت حمزہ کی مسجد بھی گرا دی۔ میں بلاخوف اختلاف ان کے اس فعل کی مذمت کرتا ہوں۔"

(قول فیصل، ص: ۳، ۴)

اس کے بعد آپ نے پورے ہندوستان کے سربرآوردہ حضرات کو اس کی سنگینی کی طرف توجہ دلائی اور پھر ابتدائے ربیع الاول ۱۳۴۴ھ/ستمبر ۱۹۲۵ء کو آپ نے لکھنؤ میں ایک بہت بڑی ''حجاز کانفرنس'' منعقد کی، جس میں کثیر تعداد میں مشاہیر علما اور مسلم قائدین شریک ہوئے۔ اس کانفرنس میں ابن سعود کے خلاف قائدین اور مسلمانوں کے جذبات قابل دید تھے۔ وہ کچھ بھی برداشت کر سکتے تھے، مگر رسول کریم ﷺ کی کسی بھی طرح توہین برداشت نہیں کر سکتے، تحفظ ناموس رسالت کے لیے اگر ان کی جان بھی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے اعزاز کی بات ہوگی۔ کانفرنس کی صدارت کے لیے آپ نے مولانا حسرت موہانی کو پیش کیا اور راجہ صاحب سلیم پور نے اس کے اخراجات اٹھائے۔ اس کانفرنس میں ''خدام الحرمین'' کی بنیاد پڑی، جس کے خادم الخدام (صدر) مولانا عبدالباری ہوئے، شیخ مشیر حسین قدوائی اور راجہ نواب علی خان اس کے معتمد مقرر ہوئے۔ معروف مؤرخ سید صباح الدین عبدالرحمن (ف: ۱۹۸۷ء) لکھتے ہیں:

> ''[مدینے پر حملے کی وجہ سے] مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے میں بہت اشتعال پیدا ہوا، مولانا محمد علی اس حادثے کو جنگ کا ایک اتفاقی حادثہ سمجھے، لیکن ان کے مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی سلطان ابن سعود کے مخالف ہو گئے اور انھوں نے ''خدام الحرمین'' قائم کر کے سلطان ابن سعود کی مخالفت شروع کر دی، ان کے ہم خیال اور بہت سے لیڈر اور مسلمان ہو گئے۔ مولانا محمد علی بڑی آزمائش میں مبتلا ہو گئے، ایک طرف ان کے مخلصانہ جذبات تھے، دوسری طرف ان کے مرشد کے خیالات تھے، لیکن وہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو گئے اور مرشد سے اختلاف مول لے لیا۔'' (مولانا محمد علی کی یاد میں، ص: ۲۸)

مولانا عبدالباری کی ناراضی اور ابن سعود کی حمایت کا اثر یہ ہوا کہ اس زمانے میں مولانا محمد علی جوہر لکھنؤ اور اس کے اطراف کے اضلاع میں جہاں کہیں بھی جلسوں اور میٹنگوں میں خطاب کے لیے گئے، انھیں لوگوں نے خطاب کرنے نہیں دیا، خاموش کرا کر بٹھا دیا اور ان کے جلسوں کو ناکام بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ جلسوں کو ناکام کرنے والے مولانا عبدالباری کے لوگ سمجھے

گئے، اسی طرح مولانا جوہر کے اخبار ”ہمدرد“ میں مولانا عبدالباری کے لیے نازیبا کلمات شائع ہوئے، جن کی وجہ سے مرشد و مرید کے درمیان خلیج بڑھتی گئی۔ مولانا محمد رضا فرنگی محلی نے مولانا کے شاگرد، مرید و خلیفہ اور سفر و حضر کے ساتھی مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی (ف: ۱۹۳۲ء) کی ذاتی ڈائری کے حوالے سے لکھا ہے کہ سچائی یہ نہیں تھی، جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ درمیان کے کچھ لوگوں کی لگائی بجھائی کی وجہ سے، ورنہ یہ سیاسی و ملی اختلاف ذاتی نہ بنتا۔ اس درمیان مولانا محمد علی جوہر اپنی بیگم کو لے کر ۲۰؍اکتوبر ۱۹۲۵ء کو فرنگی محل پہنچے، مگر مولانا حیدرآباد کے دورے پر تھے، تاہم انھوں نے صفائی دی کہ ”ہمدرد“ میں جو کچھ بھی مرشد کے لیے چھپا وہ میری اطلاع کے بغیر چھپا ہے۔

۸؍نومبر ۱۹۲۵ء کو مولانا جوہر اور چودھری خلیق الزماں وغیرہ نے ابن سعود کی حمایت میں جلسہ رکھا مولانا جوہر لکھنؤ آئے اور مرشد گرامی سے ملنا چاہا مگر مرشد نے ملنے سے انکار کر دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ۲۰؍اکتوبر کو جب وہ فرنگی محل آئے تھے تو مولانا حسرت موہانی سے گفتگو کرتے ہوئے گنبد خضری سے متعلق ان کے منہ سے یہ نکل گیا کہ ”اگر شریعت سے یہ ثابت ہو جائے کہ قبہ بنانا ناجائز ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر سے اس غلاظت کو میں خود اپنے ہاتھوں سے دور کروں گا (۱)۔“ حالاں کہ مولانا جوہر نے ایک شرعی حکم کی تعمیل پر آمادگی کا اظہار کیا تھا، مگر الفاظ کی شوخی اور درشتی حلقۂ علما اور صوفیہ میں نہایت برہمی کا سبب بن گئی۔ اس لیے مرشد نے ملنے سے انکار کر دیا۔ دونوں بھائی فرنگی محل کے باہری حصے میں قیام پذیر رہے اور ان کی سفارش اور التجا لے کر قطب میاں (بھتیجے و جانشین) اور شیخ سید ممتاز میاں رزاقی (پیرزادے) اندر گئے، مرشد کو منانے کی کوشش کی اور دونوں بھائیوں کے اظہار ندامت کا ذکر کیا، اس کے بعد انھیں محل سرا میں آنے کی اجازت ملی اور پھر معافی تلافی ہو گئی، مگر حرمین کے سیاسی موقف پر بات نہیں ہوئی۔ مخلصین نے سمجھا کہ معاملہ ختم ہو گیا اور خلافت کمیٹی اور فرنگی محل جلدی ہی ایک پلیٹ فارم پر ہوں گے، تاہم بچولیوں نے ابھی ہار نہیں مانی تھی، وہ مسلسل اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ مرشد و مرید میں ہمیشہ کے لیے علیحدگی ہو جائے، تاکہ انھیں مسلم سیاست و قیادت میں کچھ جگہ میسر آ سکے۔

---

(۱) ماہ نامہ ”جامعہ“ دہلی، مولانا محمد علی نمبر، حصہ دوم، ص: ۱۲۱، ۱۲۲، شمارہ: جنوری، فروری ۱۹۸۰ء

رئیس احمد جعفری (ف: ۱۹۶۸ء) کے بقول:

> ''پیر و مرید کی اس جنگ میں مخالفین کو موقع ملتا ہے، وہ پیر و مرشد کو مرید کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور دونوں میں نقیض پیدا کرا دیتے ہیں۔''
>
> (مقالات محمد علی، حصہ: اول، ص: ۲۴۲)

حجاز کانفرنس کے بعد مولانا عبدالباری چار ماہ تک باحیات رہے، مگر جب تک سانس رہی آپ ''خدام الحرمین'' کے پلیٹ فارم سے آثار مقدسہ اور حرمین شریفین کے تحفظ کے لیے جد و جہد کرتے رہے۔ آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ اس معاملے میں مولانا حق پر تھے اور ابن سعود کے سلسلے میں ان کے خدشات بے جا نہیں تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین مولانا قطب الدین عبدالوالی اس کے صدر ہوئے اور راجہ صاحب محمود آباد کی کوششوں سے دوسرے سال دوسری ''حجاز کانفرنس'' لکھنؤ میں ہوئی، اس طرح یہ تنظیم برسوں تک کام کرتی رہی۔

غروب آفتاب فضل و کمال:

۱۳؍جنوری ۱۹۲۶ء کا دن مولانا عبدالباری کی زندگی میں ایک بڑا سانحہ بن کر آیا، جس کے ضرب کی وہ تاب نہ لا سکے۔ اس دن دو خبریں ایک ساتھ آئیں: پہلی خبر ابن سعود نے اپنے آپ کو حجاز کا ''سلطان'' ڈکلیر کر دیا۔ دوسری خبر ایک عرصے کی چپی کے بعد مرید نے اپنے مرشد کے خلاف ''تقاضائے وفا'' کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون ''ہمدرد'' میں لکھا، جس میں اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر مرشد سے بغاوت کا اعلان کر دیا۔

یہ دونوں خبریں مرشد کے وجود پر بجلی بن کر گریں۔ وہ اس صدمے سے بے چین ہو اٹھے، کبھی مصلے پر کھڑے ہو کر اپنے رب سے فریاد کرتے، کبھی قلم دوات لے کر کچھ لکھنے کی کوشش کرتے اور کبھی محل سرا کے دالان میں ٹہلنے لگتے، جیسے کسی گہری سوچ میں غرق ہوں۔ اسی عالم میں ۱۷؍جنوری آئی، اچانک آپ پر فالج کا حملہ ہوا، چلتے ہوئے گر پڑے اور پھر بے ہوش ہو گئے، جسم کے بائیں حصے نے کام کرنا بند کر دیا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس صدمے کی ان الفاظ میں منظر کشی کی ہے:

”مضمون ۱۳ر جنوری کے اخبار میں شائع ہوا، مولانا پر فالج ۱۷ر کو گرا، حیرت فالج گرنے پر نہ کیجیے، حیرت اس پر کیجیے کہ یہ تین چار دن کا وقفہ درمیان میں کیسے پڑ گیا – مولانا کا قلب کیا بالکل بے حس تھا؟ آخر ایک صاحب ایمان کا قلب تھا، صاحب ارشاد کا قلب تھا، محمد علی ہی کے پیر و مرشد کا قلب تھا، روحانی رہنما کا قلب تھا – مولانا صاحب سماع تھے اور صاحب سوز و گداز، پیشہ ور قوالوں کی زبان سے کسی کا نام سن کر بارہا اپنا ملبوس اور اپنا خرقہ، اپنا پیرہن اور اپنا عمامہ اتار چکے تھے – آج اسی ہیبت والے اور عظمت والے کا نام ایک اخلاص کے پتلے، سرفروش اور جاں باز سے سنا تھا – کیا جامۂ ہستی اتار پھینکنے میں رکتے اور جھجکتے؟ –“ (محمد علی: ذاتی ڈائری کے چند اوراق، ص: ۱۲۰)

آن کی آن میں پورے لکھنؤ شہر بلکہ اطراف میں بجلی کی طرح یہ خبر پھیل گئی کہ امام وقت مولانا عبد الباری پر فالج کا حملہ ہوا ہے – یہ حادثہ عصر سے کچھ پہلے کا ہے، عشا تک فرنگی محل کی پارچے والی گلی پروانوں اور جاں نثاروں سے اٹی پڑی تھی – عیادت کرنے والوں میں علما، امرا، عوام، روٴسا اور غربا کا تانتا لگا ہوا تھا، جن میں نواب صاحب چھتاری، راجہ صاحب جہانگیر آباد، علمائے ندوۃ العلماء، اساتذۂ فرقانیہ اور نہ جانے کون کون، سبھی تو موجود تھے – یونانی، طبی اور انگریزی کے ڈاکٹروں کی ٹیم مسلسل کوششیں کر رہی تھی، ہوش میں تو آ گئے مگر حالت نازک بنی ہوئی تھی، اسی حالات میں خاندان کے تمام بڑے، بچے، عورتیں اور جو لوگ اُس وقت تک بیعت نہیں ہوئے تھے، سلسلۂ طریقت میں منسلک ہو گئے – آخر ۴ر رجب ۱۳۴۴ھ ر مطابق ۱۹ر جنوری ۱۹۲۶ء بروز منگل شب گیارہ بج کر دس منٹ کو ۴۸ برس کی مختصر عمر پا کر یہ آفتاب فضل و کمال غروب ہو گیا – فرنگی محل اور اطراف میں کہرام مچ گیا، آہ و فغاں بلند ہونے لگے، فوراً آواز کو قابو کرنے کی تلقین کی جانے لگی – لکھنؤ کی تاریک گلیوں میں لوگ پکارتے پھر رہے تھے کہ ”لوگو! آج ہندوستان کا چراغ گل ہو گیا ہے، آج آفتاب فضل و کمال غروب ہو گیا ہے“ – حضرت مخدوم شاہ مینا میں اس دن بسنت تھا، جیسے ہی وہاں خبر پہنچی سارے مراسم موقوف کر دیے گئے –

دوسرے دن ۲۰ رجنوری ۱۹۲۶ء کو تدفین کی تیاری شروع کردی گئی- مولانا امید شہادت پر آبِ زم زم سے تر کیا ہوا ایک پارچہ اپنے ساتھ کفن کے لیے رکھتے تھے، غسل کے بعد اسی پارچے کا کفن دیا گیا، آستانہ خواجہ غریب نواز سے لائی گئی چادر کا عمامہ باندھا گیا اور پھر میت کو تبرکاً اُسی چارپائی پر رکھا گیا جس پر خاندان کے کئی بزرگوں کے جنازے رکھے گئے تھے- اُس وقت فرنگی محل، پارچے والی گلی اور اطراف کے علاقے لوگوں سے اٹے پڑے تھے، جنازہ جیسے ہی اٹھا، کسی شخص نے جھٹ سامنے کنویں کی منڈیر پر چڑھ کر زور زور سے پڑھنا شروع کردیا:

اے تماشا گاہ عالم روے تو　　تو کجا بہر تماشا می روی

عینی شاہد نے لکھا ہے کہ اُس وقت مجمع میں ایسا سخت کہرام اور تلاطم برپا ہوگیا کہ قابو کرنا مشکل تھا- جنازے میں شیعہ، سنی، ہندو، امرا، حکام، اعیان شہر اور عوام بھی شامل تھے، جب کہ عورتیں گھروں کی چھتوں سے زار و قطار رو رہی تھیں- جنازہ پہلے حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کے مزار کے روبرو رکھا گیا پھر مجمع کی کثرت کی وجہ سے میڈیکل کالج میں جنازے کی نماز ادا کی گئی- مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

> ”جناب قطب میاں صاحب [مولانا قطب الدین عبدالوالی] کی امامت میں تقریباً بیس ہزار آدمیوں نے نماز جنازہ ادا کی، اس کے بعد جنازہ ہمارے خاندانی قبرستان باغ مولانا انوار الحق قدس سرہ کی طرف روانہ ہوا، اور اب لوگ ہر طرف سے آ آ کر شریک جنازہ ہونے لگے- مزار شریف حضرت مخدوم قدس سرہ سے باغ تک انسانوں کا سمندر موجیں مارتا ہوا معلوم ہوتا تھا، جنازہ ہجوم میں دکھائی نہیں پڑتا تھا، لوگوں نے اوپر کی چادر تبرک کے خیال سے پارہ پارہ کر کے دو دو انگل کی چٹ تقسیم کرلی ــــــــ زوال کے بعد جنازہ باغ کے سامنے پہنچا اور مشرقی دروازے کے متصل رکھا گیا- وہاں دوبارہ حکیم حافظ حاجی مولوی وہاج الحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، اس نماز میں بھی دس ہزار کے قریب آدمی شریک تھے- (حسرۃ الآفاق، ص: ۴۲، ۴۳)

خاندانی قبرستان باغ مولوی انوار میں تدفین عمل میں آئی- مولانا عنایت اللہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ "وہ پلنگ جس پر جنازہ لایا گیا تھا، بالکل ٹوٹ گیا تھا اور لوگوں نے چاقوؤں سے کاٹ کاٹ کر اس کی نواڑ تقسیم کر لی تھی، پائے کی کچھ لکڑی بھی ٹوٹ گئی تھی، وہ بھی لوگ لے گئے۔" لکھنؤ کے تمام مدارس اسلامیہ، شیعہ کالج، میونسپل اسکولز، ندوۃ العلماء، سبزی منڈی بند کر دی گئی، سرکاری عدالتوں اور ریلوے کے تمام مسلم ملازمین کو جنازے میں شرکت کے لیے رخصتی دے دی گئی- دوسرے دن جب یہ خبر چھپی تو پورا ہندوستان سوگوار تھا- بیرونی ادارے مثلاً دارالعلوم دیوبند، بریلی، بدایوں اور بہت سے شیعی اداروں میں بھی تعطیل کر دی گئی اور قرآن خوانی اور دعا کا اہتمام کیا گیا- ہفتوں تک پوری دنیا سے تعزیتی تار آتے رہے، گاندھی جی، والی رام پور، نواب سالار جنگ بہادر اور تمام ہندو مسلم لیڈروں نے بھی تعزیتی پیغامات بھیجے، ہندوستان کی تمام اسلامی تحریکوں اور تنظیموں نے ریزولیشن پاس کیا اور بالاتفاق سبھوں نے مولانا کی وفات کو ایک قومی اور مذہبی سانحہ قرار دیا- ہفتوں تک ملک کے درجنوں اخبارات و رسائل (جن میں ہمدم، پیسہ اخبار، ہمدرد، خلافت، زمیندار، وکیل، سیاست، سچ، ذوالقرنین، ریاست، سیف الاسلام اور معارف خاص طور پر قابل ذکر ہیں) مضامین اور تعزیتی پیغامات شائع کرتے رہے-

مولانا محمد علی جوہر کو تدفین والے دن خبر ہوئی، فوراً اپنی بیگم کو لے کر دہلی سے نکل کھڑے ہوئے- آگے کی روداد مولانا عبدالماجد دریابادی کی زبانی:

> "جو لوگ محمد علی کی حساس طبیعت سے واقف ہیں، اس ناگہانی اطلاع پر غم و صدمے کا اندازہ کر سکتے ہیں- پیر و مرشد اور بہترین دوست کی وفات کی خبر اچانک ملے، اب نہ کوئی موقع مصالحت کا باقی، نہ کوئی موقع خدمت گزاریوں کا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ محمد علی کیسا تلملا تلملا کر رہے ہوں گے- پہلی ٹرین سے مع بیگم صاحبہ روانہ ہوئے اور پنج شنبہ (۲۱ر جنوری) کو صبح تڑکے لکھنؤ پہنچ گئے- تدفین خاندانی قبرستان ملا انوار کے باغ میں ۲۰ر کی دوپہر کو ہو چکی تھی اور اس دھوم دھام اور اژدھام کے ساتھ کہ لکھنؤ کی تاریخ غالباً اس نظیر سے خالی ہے، اسٹیشن سے

> سیدھے قبرستان پہنچے اور مٹی کے ڈھیر سے لپٹ کر بے اختیار رونے لگے۔
>
> بہ جنازہ گر نہ آئی، بہ مزار خواہی آمد
>
> دل ایک دن قبل ہی سے رو رہا تھا، اس وقت آنکھوں سے بھی چشمے ابل پڑے، اس وقت کی مصوری کون کر سکتا ہے؟ (محمد علی: ذاتی ڈائری کے چند اوراق، ص: ۱۲۲)

یہ نالۂ کرب، یہ گریۂ بے اختیار، ندامت کے تھے، حسرت و یاس کے تھے اور پچھتاوے کے تھے۔ مولانا جوہر تین دنوں تک فرنگی محل میں رکے رہے، ہر لمحہ خاموش روتے رہے اور اپنے رویے پر شرمسار ہوتے رہے کہ مرشد سے معافی مانگنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ قطب میاں کی رسم جانشینی میں بھی شریک ہوئے، کھڑے ہو کر اپنی اور بھائی شوکت علی کی جانب سے نذر پیش کرنا چاہا، کھڑے نہ ہو سکے، قدم لڑکھڑا گئے۔ غالباً یہ سوچ کر کہ فرنگی محل کی آخری شمع ہی نہیں بجھی ہے، بیسویں صدی کا آفتاب فضل و کمال اور قائد سرفروش بھی غروب ہو گیا ہے، اس کے بعد عالم اسلام کے لیے لمحہ بہ لمحہ برسرپیکار رہنے والا شاید ایسا کوئی دوسرا قائد افق سیاست پر طلوع نہ ہو سکے۔

□□□

[دوسرا باب]

عربی متن

آثارُالأُوَل

مِنْ عُلَمَاءِ فَرَنْگِي مَحَلْ

الفاضل المدقق و العالم المحقق مو لانا الحاج الشيخ

محمد قيام الدين عبد الباري

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى منّ على عباده بآلائه لا تحصى، وخص من شاء من عبيده بفضائل لا تنتهي، نحمده على ما أولنا بالعلم والإيمان ونشكره على أنه جعلنا من ذوي الإيقان. والصلوة والسلام على من أوتي علم الأوّلين والآخرين محمد المصطفى المرتضى بعلوم غيبه من النبيين والمرسلين وعلى آله وأصحابه المقتبسين أنوار المعارف من مشكوٰة نبي الأميين وعلى أتباعهم وارثي علوم الدين أجمعين.

أما بعد، فيا أيها الطالب مني تذاكر أسلافي وتراجم آبائى من الفضلاء الكاملين قد أجبت مامولك وأنجحت مسولك، راجياً من اللهُ أن ينزل الرحمة علينا عند ذكر الصالحين، وطمعاً منك أن تأسى بهولاء الكملاء الراسخين، وأن تقلد فى كسب الفضائل وردع الرذائل بالعلماء العاملين، رزقنا اللهُ وإياكم إتباع السلف السابقين من المومنين.

ثم إنما أذكر خصائصهم عد الآلاء اللهُ ونعمائه لا بالإفتخار والعجب المهين، ونعتمد على اللهُ في كل حين وهو نعم المولى ونعم المعين.

وليعلم أنى أجملت في التذكرة واقتصرت على ذكر النسب، والتلمذ، والدرس والتصانيف، والتاليف المشهورة فقط، إتكالاً على مصنفات الأقدمين. وذكرت أسامي الكتب التى أخذت منها للتوثيق لمن شاء التحقيق والوقوف لمن شاء التفصيل من المورخين.

* * *

أسامي الكتب المستمدة

●مقدمة الهداية	[لمولانا عبد الحي اللكنوي]
●مقدمة عمدة الرعاية	[لمولانا عبد الحي اللكنوي]
●خير العمل بتذكرة علماء فرنگي محل	[لمولانا عبد الحي اللكنوي]
●حسرة العالم	لمولانا عبد الحي اللكنوي
●حسرة الفحول	[مولانا عبد الباقي مدظله]
●تكملة خير العمل	مولانا عبد الباقي مدظله
●أغصان الأنصاب	لرضي الدين محمود الفتح پوري
●الأغصان الأربعة	[لمولانا ولي الله اللكنوي]
●عمدة الوسائل	لمولانا ولي الله اللكنوي
●الرسالة في ذكر الملّا نظام الدين	[لمولانا عبد الغفار اللكنوي]
●الرسالة في ذكر الملّا أحمد عبد الحق	لمولانا عبد الغفار اللكنوي
●الرسالة القطبية	لمولانا عبد الاعلىٰ بن بحر العلوم اللكنوي
●سبحة المرجان	[لملّا غلام علي آزاد البلگرامي]
●مآثر الكرام	لملّا غلام علي آزاد البلگرامي
●البحر الزخار	[لشيخ شرف الدين الأودهي]

●أحسن العمل	لمولوي عبدالهادي اللكنوي
●تذكرة المدراسي	
●مقدمة فتاوى قيام الملة والدين	
●حسرة المسترشد	(كلاهما من تصانيفي)
●تاريخ فرنگي محل	للشيخ ألطاف الرحمن (من أهل بڑاگاؤں)
●تاريخ علماء الهند	للنگرامي

وغيرها من الكتب.

□□□

ذكر النسب

إعلم أنّ جميع علماء فرنگي محل من أولاد العلّامة القطب الشهيد الآتى ذكره (ان شاء الله تعالى)، وهو من أحفاد العلّامة، الفهّامة، حافظ الدين السّهالوي، الذى أعطاه السلطان أكبر جلال الدين (المتوفى بسنة سبع وعشرين وألف) وظائف وأراضي وسنده عندنا إلى الآن محفوظ. يعلم منه أن الشيخ كان من مشاهير عصره، وأعيان دهره، رحلة الطلبة، أستاذ الكملة من أولاد شيخ الإسلام عبد الله الأنصاري البخاري المشهور وهو من أولاد سيدنا أبي أيوب الأنصارى صاحب رحل رسول الله صلى الله عليه وسلم. فلذا نقول (والناس يصدقون والله يشهد أنا لصادقون).

أنا ورثنا العلم عن الأكابر كابر أعن كابر منذ ثلث مأة سنة بلا إنقطاع ولا إنفصال وهذه الفضيلة قد خصنا الله بها بمزيد فضله ورحمته بين الأنام (والله يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِ مَنۡ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيم).

ونظن ظناً غالباً أن العلم كان فينا من القرن الثالث، لأن شيخ الإسلام المذكور ولد في ثلث مأة وست وتسعين (٣٩٦) وتوفي أربع مأة وإحدى وثمانين (٤٨١) من هجرة النبي الأمي الأمين صلوة الله وسلامه عليه وعلى آله وأصحابه أجمعين.

وهذا ببركة دعاءه صلى الله عليه وسلم حيث دعا لأبي أيوب وأولاده بالعلم والعمل كما روينا بسندنا عن عبد الله بن أبي أيوب الأنصاري قال:

بينما نحن عند النبى صلى الله عليه وآله وسلم إذا نظر إلينا مبشراً

اللّهم أدّب أبا أيوب وأيب أبا أيوب ولاتابه.

اللهم ابق بقية أهله إلى يوم يحشر الناس في أرضك.

اللهم اجعل في ولده علماً وزده إلى يوم يلقونك.

اللهم اجعل في هولاء القوم علماً وغني وفقرا.

اللهم اجعلهم آباء الساجدين لك.

ثم علمنا أن نقر أبكرةً وأصيلاً.

اللهم مالك الملك إلى بغير حساب (سبع مرات.)

وأيضاً بدعاء الولي الكامل المشهور في أقطار الهند نظام الدين محبوب الإله الدهلوي فإنه دعا لبعض أجدادنا بالعلم والعمل له ولأولاده، وببركة دعاء بعض الأبدالين كذا رأيت في بعض الكتب وسمعت عن الثقات.

وقد كان أبو أيوب الأنصاري من قرّاء الصحابة وعلمائهم، ولا نكذب لو ندعي أن العلم كان فينا من قبل الهجرة بكثير حسب ما يشهد فن التاريخ.

قال في خلاصة الوفاء: أن بيت أبي أيوب الأنصاري الآتى ذكره بناه تبع الاول وإسمه تبان أسعد بن كلكيكرب لما مرّ بالمدينة وكان معه أربع مأة عالم فتعاهدوا على أن لا يخرجوا منها، فسألهم تبع عن ذلك فقالوا نجد في كتبنا أنها مهاجر نبي إسمه محمد، فنقيم لعل أن نلقاه، فبنى لكل منهم داراً، وزوجه جارية وأعطاه مالا جزيلاً، وكتب كتاباً فيه إسلامه ومنه، شعر:

شهدت على أحمد انه — رسول من اللّٰه باري النسم
فلو مد عمري إلى عمره — لكنت وزيرا له وإبن عم

وختمه بالذهب ودفعه إلى كبيرهم وسأله أن يدفعه للنبي صلى الله عليه وسلم إن أدركه وإلا فمن أدركه من ولده أو ولد ولده وبنى للنبي صلى الله عليه وسلم داراً ينزلها إذا قدم، فتداول الدار الملاك إلى أن صارت لأبي أيوب الأنصاري وهو من ولد ذلك العالم، انتهى. □□□

ذكر المُلّا قطب الدين

هو علّامة العصر، فهّامة الدهر، مُلّا قطب الدين الشهيد بن العلّامة عبد الحليم، بن العلّامة مُلّا عبد الكريم، بن العلّامة مُلّا أحمد، بن العلّامة مُلّا محمد حافظ الدين السهالوي المذكور.

ولد في سِهالي (بكسر السين ثم الهاء ثم الألف ثم اللام ثم التحتانية) قرية من قرى لكهنؤ، قرأ العلوم على والده حين كان مدرسًا في مدرسة لاهور وعلى مُلّا دانيال تلميذ العلّامة مُلّا عبد السلام الديوي المشهور، وعلى العلّامة القاضي گهانسي، (بالكاف الفارسية) الإله آبادي خليفة شيخ الصوفية العلّامة مولانا محب الله الإله آبادي.

وبايع على يده في السلسلة الصابرية، ونال منه حظًا وافرًا من العلوم الظاهرة والفيوض الباطنة، حتى كمل، وبرع، وصار عديم النظير في أصول الفقه والمعاني والمنطق والطبعي والإلهي والرياضي والفنون العربية.

واشتغل بالتدريس، وأخذ منه خلق لا يحصى عددهم، والله يعلم عددهم، والعلماء في عصره كانوا يفتخرون على تلمذه كما ذكره مُلّا غلام علي آزاد البلگرامي

وتصانيفه كثيرة منها:

- حاشية شرح العقائد الدواني
- حاشية التلويح

- حاشية العقائد النسفي
- حاشية للتفريعات للبزدوي
- حاشية المطول في المعاني
- رسالة في تحقيق دار الحرب
- حاشية على شرح حكمة العين

وكان كثير النوافل، مشغولًا بالعلم، مجتنبًا عن الرفعة والجاه، زاهدًا، ورعًا، استشهد في التاسع عشر من رجب سنة ألف ومأة وثلث، وكان عمره ثلث وستين سنة. وأوصى أن لا يؤاخذ القتلة بقصاصه. وتفصيل الواقعة في تكملة خير العمل، فليراجع.

وترك أربع بنين، أكبرهم ملّا أسعد وأصغر منه ملّا محمد سعيد وأصغر منه ملّا نظام الدين محمد وأصغر منه ملّا محمد رضا. ولمّا سمع السلطان عالمگير شهادته تاسف كثيرًا وأعطى لأولاده حويلي فرنگي وكتب السند بإسم ملّا أحمد المعروف بأسعد وملّا سعيد، وهو محفوظ في أيدينا.

وذكر بعض أهل السير أنّ السلطان أخذ القصاص عن قتلهم لأنهم قتلوا كثيرًا من الطلبة مع ملّا القطب. وذكر بعضهم أنهم بقوا ولكن ابتلوا بالبرص والجذام. (والله عزيز ذو انتقام).

□□□

وجه التسمية بفرنگي محل

ذكروا أن تاجرًا من أهل فرنسا جاء مستامنًا في الهند زمن السلطان أكبر المذكور شهر سلاطين المغلية، ودخل لكهنؤ وبنى بها بيتًا، اشتهرت بإسم حويلي فرنگي، أو رنگي محل، فلمّا تمّت مدة قيامه واستيمانه ترك الهند وصار مكانه نزولًا في بيت لمال حسب قواعدهم.

ثم لمّا استشهد ملا قطب واراد أبناءهم أن ينقلوا عن وطنه إلى موضع آخر، عطاهم السلطان أورنگ زيب عالم گير ذلک الدار، المشهورة بفرنگي محل، لمّا استوطنوا صار دار العلم والعمل، ولكن إسمها السابق لم يتبدل، هذا هو الوجه لأصلي للتسمّية بهذا الإسم.

أمّا ما قال بعض التلامذة من الأفاغنة وغيرهم، أنه كان في الاصل فرهنگي أى لفهم، ثم سقطت الهاء لكثرة الاستعمال فليس بشيء، إلا أنه توجيه حسن لائق لهذا لدار. والله أعلم بحقيقة الحال.

والآن نذكر تراجم العلماء المنتسبين بفرنگي محل حسب ترتيب حروف لأسماء المشهورة.

حرف الألف

[١]

مُلّا محمد أسعد

[ــــــــــ]

مُلّا محمد أسعد بن القطب الشهيد وكان أكبر أبناءه الأربعة. كان عالما فاضلاً، جيداً، عديم النظير. تلمذ على أبيه وبرع في جميع الفنون، وكانت له مهارة في كلام المتأخرين، ولازم السلطان عالم گير صحبته، كان مُلّا معه في الدكن وتولى هناك. ألّف حاشية على الحواشي القديمة للدوّاني المتعلقة بشرح التجريد وهي تدل على مهارته وتنطق بقوة ملكته ولد إبناً إسمه مُلّا غلام مصطفى سيأتي ذكره في فصل الغين.

[٢]

مُلّا أحمد عبد الحق

[المتوفى:١١٣٦ھ]

مُلّا أحمد عبد الحق بن مُلّا محمد سعيد، بن القطب الشهيد ولد في قرية سهالي المذكورة يوم قتل جدّه، واكتسب العلوم عن عمه مُلّا نظام الدين، واشتغل بعد الفراغ بالتدريس، وصار متبحراً في العلوم الظاهرة، غواصاً في بحار المعارف الباطنة.

أخذ البيعة على يد شيخ الإسلام والمسلمين، قدوة العرفاء الكاملين، سيدنا الس

عبدالرزاق البانسوي نسبته إلى بانسه مدفنه (ألباء الموحدة ثم الألف ثم النون الساكنة ثم السين المهملة ثم الهاء) قرية بقرب لكهنؤ، المتوفى سادس شوال يوم الأربعاء من سنة ست و ثلثين بعد الألف و المأة. وله تصانيف كثيرة و حواشي عديدة منها:

- شرح سلّم العلوم (لم يوجد مثله في إيضاح المغلقات و حل المشكلات.)
- ومنها الحواشي المتعلقة بحواشي السيد الزاهد الهروي على شرح المواقف.
- ومنها الحواشي المتعلقة بحواشي الزاهد على حاشية التهذيب الجلالية.

وكان رحمة الله عليه ذا رياضات شاقة و مجاهدات عسيرة، يأكل في أربعينة تمرات عديدة، واكتفى على مقدار نصف خبز.

وله كرامات كثيرة و مكاشفات شهيرة ذكرها في خير العمل وفي عمدة الوسائل وغيرهما فليراجع. وأنا أذكر هنا من مكاشفاته ما سمعت عن بعض الثقات، أنه خرج ذات يوم متفكراً، وخاطب الحاضرين وقال: سيكون القحط وأرى أن أصحاب القلانس يعني الإنكليز جاؤا في الهند و فتحوها، ثم جاء بعدهم الأفغان، فصدق الله مقالته في القحط و فتح الإنكليز، والله يصدق أخبار أولياءه.

كانت وفاته يوم الجمعة تاسع ذي الحجة من شهور سنة سبع و ستين بعد الألف والمأة من الهجرة، وقبره واقع في مقبرة أهل محلّتنا في بلدتنا اللكنؤ، يزار ويتبرك به.

وذكر صاحب خير العمل: أن كراماته باقية ممتحنة مجربة. وله زوجتان ولد من أوليهما ابن إسمه مُلّا محب الله ومن أخريهما إبنان مُلّا أحمد أنوار الحق و مُلّا أزهار الحق الآتي ذكره في حرف الزاء.

[٣]

مُلّا أحمد أنوار الحق

[المتوفى: ١٢٣٦هـ]

مُلّا أحمد أنوار الحق بن مُلّا أحمد عبدالحق المذكور. قال مُلّا عبدالحي في

خير العمل: وكان هو جامعاً للكمالات الانسية، حامل رايات الصفات الملك صاحب الكرامات الباهرة العجيبة، والخوارق الظاهرة الغريبة.

وقد عقد مؤلف الأغصان لذكر أحواله باباً علاحدةً وطول له ترجمة مشتملة على ذكر كراماته ومحاسن كيفياته إنتهى عبارته. ثم ذكر كرامات تركتها لأني لست بسدد ذكرها، فإن شئت فارجع إلى خير العمل وتكملة الأغ وغيرها.

وتلمذ على علامة الدهر مولانا أحمد حسن بن مُلّا محمد رضا بن مُلّا القط وعلى مُلّا محمد حسن بن مُلّا غلام مصطفى بن مُلّا سعد بن القطب وعلى مُلّا عبد بحر العلوم بن مُلّا نظام الدين.

وبايع على يد أبيه وكان عمره سبع عشرة سنة كما حققه أستاذي مو عبد الباقي مدظله في رسالة مستقلة. وكانت له مناسبة تامة بروحانية صلى الله وسلم وبروحانية والده. وكان متوجهاً إلى اكتساب المعارف الباطنية، ويقو لا أجد التوجه القلبي إلى كتب المعقولات الرسمية.

وكانت أوقاته محدودة بالذكر والفكر لا ينام إلا قليلاً من الليل. وكان يحتا في أخذ البيعة بل لا يأخذ عن أحد إلا بعد الإجازة عن روحانيته صلى الله عليه وسلم، ثم حصلت له إجازة عامة، فدخل في سلسلة إرادته خلق لا يحصى عددهم.

توفي في سادس وعشرين شعبان سنة ست وثلاثين بعد الألف والمائتين، ودفن في مقبرتنا المنسوبة باسمه باغ مولوي أنوار، يزار ويتبرك به.

وخلف بعده خمسة أبناء أكبرهم مولانا نور الحق وأصغر منه مُلّا علاء الدين محمد وأصغر منه مُلّا أسرار الحق من والدة واحدة وأصغر منه مُلّا أحمد وأصغر منه مُلّا عبد الصمد من والدة أخرى وسيأتي ذكر الأربعة.

وخامسهم عرض له الجنون في حياة والده، ولكن ظهرت منه في حال جنونه

عجائب كثيرة وغرائب عديدة ذكرها بعض من رآها، منها أنه كان يحث على تبليغ الإسلام كأنه يخاطب لرجل ثم بعد برهة من الزمان خرج وأبشر بأنه أسلم ذلك الرجل. وقال له انت أسلمت ولكن كل من يسلم يأكل لحم البقر فأتى حتى تأكل عندنا ثم يوجد عنده لحوم البقر وهو في بيت خال أو على سطح عال ليس عنده غير ولايرى أحد عنده كأنه يخاطب بالأجنّة. توفي ولم يعقب غير بنت ولصاحب الترجمة بنات تركت ذكرها إعراضاً عن التطويل.

[۴]

مُلّا أسرار الحق

[————]

مُلّا أسرار الحق بن مُلّا أنوار الحق المذكور تلمّذ على أخيه الأكبر مُلّا نور الحق وعلى مُلّا محمد مبين، كان ماهراً في مسائل الفقه، مات في حياة والده وخلف إبناً إسمه أمين الحق الآتي ذكره.

[۵]

مُلّا أمين الحق

[————]

مُلّا أمين الحق بن مُلّا أسرار الحق تلمذ على عمه الأكبر مُلّا نور الحق ودرس الطلبة مدةً لم يعقب ذكرًا.

[٦]

مُلّا محمد أحمد

[المتوفى: ١٢٦٩ھ]

مُلّا أحمد بن ملا أنوار الحق المذكور تلمذ على أخيه الأكبر وقام مقام أبيه بعد وفاته في أخذ البيعة والإرشاد، واتصف بأوصاف أبيه، توفى خامس صفر يوم الأحد

سنة تسع وستين بعد الألف والمأتين، وخلف إبنين مُلّا حامد ومُلّا خير الله، سيأتي ذكرهما في الموضع.

[٧]

مُلّا أزهار الحق

[———————]

مُلّا أزهار الحق بن مُلّا أحمد عبد الحق المذكور، تلمذ على مُلّا عبد العلي بحر العلوم وعلى مُلّا أحمد حسين بن مُلّا رضا وعلى مُلّا حسن بن مُلّا غلام مصطفى بن مُلّا أسعد، وحصل له الفراغ وبرع في العلوم، فلم يزل مشتغلًا بالعلم، وكان يدرس الطلبة وبايع على يد شاه لعل محمد النقشبندى، وأخذ عنه طرق الذكر والمرا وحبس النفس ومع هذا كان مشتغلًا بدرس العلم إلى أن غرق إبنه ضياء الحق في شبابه في البحر فعرض له الألم الشديد إلى أن مات بعمر سبعين سنة. وخلف إ إسمه ظهور الحق سيأتي ذكره.

[٨]

المفتي أحمد أبو الرحم

[———————]

المفتي أحمد المعروف بأبي الرحم بن مُلّا محمد يعقوب بن مُلّا محمد عبد العزيز بن مُلّا سعيد بن مُلّا القطب. تلمذ على أبيه بعد حفظ القرآن وحصل له مزاولة بالكتب الفقهية، وكانت له يد طولى في العلوم النقلية.

صار مفتي العدالة في عهد النواب سعادت علي خان وهو يعتمد عليه على ديانته وأمانته. وكانت له إرادة من السيد عبد الله البغدادي، وكان ذا كيفية باطنية خلف إبنين أكبرهما المسمّى بالأكبر وأصغرهما المسمّى بالأصغر وسيأتي ذكرهما.

[٩]

مُلّا محمد أكبر

[——————]

مولانا أكبر بن المفتي أبي الرحم المذكور، حفظ القرآن و تلّمذ على أبيه واكتسب الصفاء الباطني عن السيد غلام علي البانسوي حفيد عبدالرزاق قدس أسرارهم، وبلغ إلى رتبة الجذب حتى انقطع العلائق الدنيوية معتزلًا، متعبدًا إلى أن مات، خلف إبنًا إسمه مُلّا أمين اللهؒ.

[١٠]

المفتي محمد أصغر

[المتوفى: ١٢٥٥هـ]

مولانا المفتي أصغر بن المفتي أبي الرّحم حفظ القرآن وتلّمذ على أبيه و على مُلّا محمد مبين، وبرع في جميع العلوم لاسيّما في الفقه وأصوله. وله تعليقات على الكتب الدرسية، فوض إليه الإفتاء. توفي في يوم السبت تاسع عشر رجب سنة خمس وخمسين بعد الألف و المأتين. ذكر صاحب خير العمل: كان رحمه اللهؒ فقهيا [فقيهًا]، متبحرًا، ذا صورة حسنة و سيرة مستحسنة. خلف إبنًا إسمه المفتي محمد يوسف سيأتي ذكره.

[١١]

مُلّا أمين الله

[المتوفى: ١٢٥٣هـ]

مُلّا أمين اللهؒ بن المفتي محمد أكبر أخذ العلوم عن عمه المفتي محمد أصغر وعن المفتي محمد ظهور اللهؒ بن مُلّا محمد ولي. كان عالمًا مستعدًا. وله تعليقات على الكتب الدرسية، وله تصانيف مدونة منها: حاشية الفوائد الضيائية، وشرح

الضابطة للتهذيب، وشرح فصول أكبري. توفي في التاسع والعشرين من جمادى الثانية يوم السبت سنة ثلاث وخمسين. خلف إبنًا إسمه عبد الحليم سيأتي ذكره.

[١٢]

مُلّا أسد الله

[المتوفى: ١٢٨١ھ]

مولانا أسد الله بن مُلّا نور الله بن مُلّا محمد ولي بن القاضي غلام مصطفى بن مُلّا أسعد بن مُلّا قطب الدين. أخذ العلم عن عمه المفتي ظهور الله وعن أبيه مُلّا نور الله. ذكر في خير العمل: كان عالمًا، فاضلًا، متواضعًا، زاهدًا. اشتغل بالتدريس وتلمذ عليه خلق كثير، منهم مولوي شاه أمير علي اميٹهوي الشهيد، ومولوي غلام إمام الشهيد وغيرهم من المشاهير. وتوفي ليلة الثلثاء ثالث رمضان سنة إحدى وثمانين بعد الألف والمأتين. ولم يعقب ولدًا ذكرًا.

[١٣]

مُلّا أحمد حسين

[———————]

مُلّا أحمد حسين بن مُلّا رضا بن القطب الشهيد أخذ العلم عن عمه مُلّا نظام الدين، قال صاحب خير العمل: كان من أكابر العلماء، وأعاظم الأذكياء. ولم يزل مشتغلًا بالإفادة وإشاعة مراسم الدين إلى أن توفي. وخلف ولدًا ذكرًا إسمه مُلّا سعد الدين سيأتي ذكره.

[١٤]

مُلّا محمد إسحق

[———————]

مُلّا محمد إسحق بن مُلّا محمد محب الله بن مُلّا أحمد عبد الحق بن مُلّا سعيد

بن قطب الشهيد. تلَمذ على أخيه الأكبر مُلّا محمد مبين، وصار فاضلًا، مستعدًا يدرس أنواع العلوم. وكان له عهدة في العدالة الديوانية من عند رئيس عصره. فلما ابتلى في آخر عمره بضعف البصارة أقام مقامه إبن إبنه محمد عيسى.

ملا محمد يوسف:

وله ولد مولوي محمد يوسف كان عالمًا مستعدًا، طبيبًا. تغير وخرج من لكهنؤ مع بعض الأمراء إلى مرشد آباد وابتلى منها بالهيضة ومات. وترك إبنًا إسمه

مُلّا محمد عيسى:

مُلّا محمد عيسى، حصل العلوم الآبائي والطب ولازم البيت يطالع ويدرس. توفي في تسع وأربعين بعد ألف ومأتين. وخلف إبنًا إسمه

ملا محمد يعقوب:

مولانا محمد يعقوب، قرأ على مُلّا معين وغيره. وحصل له إستعداد، صنف أربع رسائل في أحوال الخلفاء الأربعة. وله مهارة في الأدب، وكان له جريدة [سمّاها] 'كارنامه'. وهو غيور مقيم في بيته وليس له ولد ذكر، حفظه الله.

[١٥]

مُلّا أمان الحق

[المتوفى: ١٣٠٥ھ]

مُلّا أمان الحق بن مُلّا محمد برهان الحق بن مُلّا محمد نور الحق، بن مُلّا محمد أنوار الحق، بن مُلّا عبد الحق، بن مُلّا محمد سعيد، بن مُلّا قطب الشهيد. قرأ على أبيه وعلى المولوي عبد الحكيم بن مُلّا عبد الرب، وعلى جدي مُلّا عبد الرزاق بن مُلّا جمال الدين احمد، وكان عالمًا فاضلًا، ماهرًا في الفرائض والحساب. كان ملازمًا بالدرس في المدرسة الإنكليزية. توفي تاسع عشر ربيع الأول سنة خمس وثلث ماة بعد الألف. وخلف أربع بنين، أكبرهم مولوي فضل حق. قرأ الكتب الرسمية وصار

ملازمًا في دولة النظام. وله خمس بنين، ذكاء الحق، وجيه الحق، وحيد الحق، منظور الحق، ظهور الحق سلّمهم الله، وأصغر منه مولوي ضياء الحق. قرأ الكتب على أبي مولوي عبدالوهاب، وعلى مُلّا محمد نعيم، وعلى مُلّا عين القضاة مدظله. وصار ملازمًا في الدولة الإنكليزية. وأصغر منه مولوي منهاج الحق، حفظ القرآن وقرأ على المولوي عبدالحميد بن مولوي عبدالحليم بن مولوي عبدالحكيم وعلى أستاذي العلامة محمد عبدالباقي مدظله. وهو مشغول في إشاعة العلوم العقلية والنقلية. وأصغر منه مولوي الحكيم محمد ممتاز الحق، قرأ عليَ، وعلى ملا عبدالباقي وعلى ملا عبدالحميد وعلى مولوي حافظ أحمد الپوربى. وأخذ الطب عن الحكيم عبدالوحيد والحكيم عبدالعزيز والحكيم عبدالولي، وهو مشغول بالطب يعالج الناس وينتفع به.

[١٦]

مُلّا محمد أكرم

[المتوفى: ١٣١١هـ]

مُلّا محمد أكرم بن مُلّا محمد نعيم [بن ملا عبدالحكيم] بن مُلّا محمد عبدالرب، بن مُلّا عبدالعلي بحر العلوم، بن مُلّا نظام الدين، بن مُلّا قطب الدين الشهيد. قرأ العلوم على أبيه. كان عالمًا مستعدًا. توفي في حياة والده سنة إحدى عشر وثلث مأة وألف. وترك ولدين الأول مولوي محمد أعلم، توفي في شبابه في حياة جده أثناء التحصيل ولم يتفق له الفراغ. والثاني مولوي محمد أسلم قرأ الكتب الدرسية على جده وعلى أبيه وعلى مولوي عبدالمجيد بن مولوي عبدالحليم وعلى مولوي عبدالحميد بن مولوي عبدالحليم. وقام مقام جده بعد وفاته. وهو مشغول بتحصيل العلم والإرشاد، وصنف كتبا منها المعلم، وعمدة الفرائد. رزقه الله علمًا نافعًا، وحياه الله.

[١٧]

مُلّا إفهام الله

[المتوفى: ١٣١٦هـ]

مُلّا إفهام الله بن المولوي محمد إنعام الله بن مُلّا محمد ولي الله، بن مُلّا حبيب الله، بن مُلّا محب الله، بن مُلّا أحمد عبد الحق، بن مُلّا سعيد، بن قطب الدين الشهيد. تلّمذ على عمّي مُلّا عبد الباسط بن مُلّا عبد الرزاق، وعلى العلامة ملا عبد الحي. وقرأ الحديث على جدّي مولانا عبد الرزاق، ودخل في سلسلة إرادته. كان جامعًا للعلوم العقلية والفنون النقلية. تلّمذ عليه خلق كثير. صنف:

- رسالة في المعراج
- رسالة في تحقيق الروح
- حاشية على شرح العقائد النسفية
- حاشية على حاشية الخيالي
- حاشية على القطبي.

توفي سنة ست عشر وألف وثلث مأة، ولم يعقب.

حرف الباء

[١٨]

مُلّا برهان الحق

[المتوفى:١٢٨٦ھ]

مولانا برهان الحق بن مُلا نور الحق بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. حصل الفراغ عن تحصيل العلوم حين كان عمره تسع عشرة سنة. وبايع على يد أبيه وعلى مولانا عبد الوالي قدس سره. كان زاهدًا، ورعًا. حج أولًا في سنة إثنين و خمسين ثم في سنة إحدى و ستين و أقام هناك ثلاث سنين وحصل له إجازة كتب الحديث من علماء الحرمين، منهم المفتي الأحناف مولانا محمد جمال (المتوفى سنة أربع وثمانين)، وعن مُلا محمد عابد السندي المدني تلّمذ عليه خلق كثير من الجن والإنس. كتب على الكتب الدرسية حواشي متفرقة. توفي في سابع عشر [رجب] بعد الزوال سنة ست وثمانين بعد الألف والمأتين. خلف إبنين مولوي أمان الحق قد مرّ ذكره، و مولوي لمعان الحق سيأتي ذكره.

حرف الجيم

[١٩]

مُلّا جمال الدين أحمد

[المتوفى: ١٢٧٦ھ]

مُلا جمال الدين أحمد بن مُلا علاء الدين أحمد بن مُلا أحمد أنوار الحق، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. تلمذ على عمه مُلا نور الحق. صار عالمًا، فاضلًا. أقام مدةً في الوطن، ثم ذهب إلى مدراس بعد وفاة أبيه. وتلمذ عليه النواب [غلام غوث خان بهادر]. وكان مدرسة جده الفاسد بحر العلوم في يده، وكان هو قائم مقامه. وله تعليقات متفرقة على الكتب الدرسية وكان قد أخذ السلسلة عن أبيه وكان يتأدب بآداب المشائخ. وقد وقع بينه وبين غير المقلدين مناظرة واسكت هو غير المقلدين. وله كرامات سمعنا عن أهل مدراس. توفي في الربيع الثاني سنة ألف ومأتين وست وسبعين. خلف إبنًا وهو جدي إسمه مُلّا عبد الرزاق.

حرف الحاء

[٢٠]

ملّا محمد حامد

[المتوفى: ١٢٨٣هـ]

ملّا حامد بن ملا أحمد بن ملا أنوار الحق، بن ملا عبد الحق، بن ملا سعيد، بن قطب الشهيد. تلمذ على المفتي ظهور الله وغيره، ذكر في ترجمته في خير العمل. كان متصفًا بالأوصاف الجميلة والمحاسن الحميدة. قام مقام أبيه بعد وفاته ولم يزل مشتغلًا بالإرشاد والعلم الباطني. وكتب حواشي متفرقة على الكتب الدرسية وشرح أيضًا بعض الكتب كميزان الصرف. توفي في رجب سنة ثلاث وثمانين بعد الألف والمأتين من الهجرة. ولم يخلف ولدًا ذكرًا.

[٢١]

ملّا حسن

[المتوفى: ١١٩٩هـ]

ملا حسن بن القاضي غلام مصطفى، بن ملا أسعد، بن ملا قطب الشهيد. تلمذ على ملا كمال الدين الفتح پورى، وعلى ملا نظام الدين اللكهنوى. برع في العلوم حتى قال في حقه الثقات: أنه لو قابل الشيخ إبن سينا في المعقولات لغلبه. كان ذا ذكاوة ممتازة بين الأقران، وحفظ كامل حتى لا يحتاج إلى الكتب في الرجوع. تلمذ

عليه خلق كثير. وله تصانيف كثيرة وحواشي عديدة متداولة بين العلماء شرقًا وغربًا

منها:

- شرح السلم
- شرح المسلم
- حواشي شرح هداية الحكمة للصدرا
- حواشي الشمس البازغة
- حواشي على الزواهد الثلثة
- رسالة إسمها معارج العلوم في المنطق
- رسالة في الحكمة إسمها مدارج العلوم

أقام بالوطن مدةً، ثم سافر إلى رام پور، فأكرمه رئيسه النواب فيض الله خان. تزوج بامرأة في صفي پور، فولدت له ولداً إسمه غلام دوست محمد سيأتي ذكره. وتزوج بامرأتين في رام پور، ولدت أولى عبد الرزاق مات في حياة والده، وعبد الله بلغ رتبة العلوم. وأخرى مولوي محمد إسحق ومولوي محمد يوسف، بلغا إلى الفراغ واشتغلا بالدرس والتدريس.

[٢٢]

ملّا محمد حبيب الله

[المتوفى: ١٢٩١ھ]

مولوي محمد حبيب الله بن مولانا غلام يحيىٰ بن ملّا غلام دوست محمد، بن ملّا حسن المذكور. كان فاضلًا، كاملًا. أقام مدة مديدة في قرية من قرى مرزاپور. مات هناك سنة إحدى وتسعين بعد الألف والمأتين. وخلف إبنًا إسمه مولوي رعايت الله تلمذ على ملّا محمد عبد الحليم بن ملّا أمين الله حين إقامته في جون پور، ثم توطن مولوي رعايت الله بمرزاپور، يتكسب بعهدة الوكالة في العدالة، سلمه الله تعالى.

[٢٣]

مُلّامحمد حيدر

[المتوفى:١٢٥٦ھ]

مولانا حيدر بن مُلامبين بن مُلامحب الله، بن مُلاأحمد عبد الحق، بن مُلامحمد سعيد، بن مُلاقطب الشهيد. قرأ العلوم عن أبيه، وصار عالمًا، فاضلًا، واعظًا، محترما عند الأمراء.

أقام الوطن مدةً يدرس، ثم وقع بينه وبين الوزير مناقشة للمذهب، فسافر من الوطن إلى كلكته، وركب المركب عازمًا للحج، وكان ذلك أخر الموسم فاتفق أن مركبه وصل إلى مسقط بسبب مخالفة الرياح العاصفة، وذهب ذلك الموسم فأقام هناك ثلثة أشهر وعشرة أيام، ثم ركب إلى المركب من هناك في ثاني ربيع الأول سنة أربعين وألف ومأتين ووصل إلى مكة المعظمة في ثاني جمادي الأولى.

وقرأ هناك كتب الحديث على السيد يوسف بن البطاح الأهدل اليمني، ومُلا عمر بن عبد الرسول المكي. وسافر إلى المدينة في آخر جمادي الأولى، وأخذ كتب الحديث أثناء إقامته بها وأخذ الحديث عن العلامة عبد الحفيظ العجيمي المكي، والعلامة الشيخ محمد عابد السندي المدني، ثم رجع في شعبان إلى مكة وقام هناك إلى أن حج.

وكان قد حفظ القرآن فى أثناء السفر، فقرأه في التراويح في المسجد الحرام، وحصل له هناك إعزاز وإحترام، وبعد الفراغ من الحج سافر من مكة في سابع عشرين ذي الحجة إلى جده، وركب المركب غرة المحرم سنة إحدى وأربعين، فاتفق أن مركبه هلك بالطوفان قرب جده وغرق أهله ومن رفقاءه ايضاً قريب عشرين، وحصلت له مع إبنه وبعض رفقاءه النجاة، فوصلوا إلى جده ثم ركب المركب الآخر ووصلوا إلى بمبئى، وكان هناك شمس الأمراء من أمراء حيدر آباد

الدكن، فأخذه بالعزّ والجاه وكمال الإحترام.

وكان ملا حيدر بايع على يد شاه نجات الله خليفة شاه شاكر الله، وحصلت له الإجازة بأخذ البيعة، فاشتغل في الدكن بالوعظ والتدريس والإرشاد والتصنيف. له تعليقات عديدة على الكتب الدرسية، ورسالة مستقلة في المنطق والوظائف الحيدرية.

تزوج في الوطن بإمرأتين، وفي الدكن بإمرأة، هي بنت مولوي نور الأصفياء من السادات المعتبرين المحترمين، ولدت له أربع بنين. أكبرهم المولوي نور المرتضى، وكان فاضلًا، عالمًا. قرأ على مُلا ظهور علي أخيه مات في حياة والدته سنة ست وسبعين وألف ومأتين.

وأصغر منه مولانا نور الحسنين، وأصغر منه مولانا نور الصديق، بلغا رتبة الكمال. وقرأ العلوم نبذأ منها على أخيه الأكبر مُلّا ظهور علي والباقية على مُلا عبد الحليم بن مُلا أمين الله، وعظم جاههما وإعتبارهما بين أمراء تلك البلدة. ولمولانا نور الصديق إبن إسمه مُلا محمد نور الحيدر، قرأ العلوم وصار فاضلًا، متورعًا. وتوفي أبوه في سنة ثلث مأة بعد الألف سادس عشر من جمادي الأولى.

ولمولوي نور الحيدر [مد] ظله تصانيف، منها جواهر الفرائد. وله إبن إسمه نورالحق رزقه الله علمًا نافعًا. أما مولوي نور الحسنين فهو بحمد الله إلى الآن حي موجود، يعظ الناس ويعزز [ه] ويحترمه الأمراء كمال الإحترام لاسيّما والى حيدر آباد الدكن. وله إجازة تامة من الشيخ عابد السندي، ومُلّا محمد حيدر، فأخذنا منه، وله إبن إسمه مولانا نور الرزاق تلمذ على مولوي عبد الرحمن الپنجابي وحصل له إستعداد كاف في العلوم والفنون. وله إبن إسمه نور الرحمن رزقه الله علمًا نافعًا. أما أصغرهم مُلّا نور المبين مات في صغره.

ومن زوجتي وطنه خمس بنين، أربع منهم الزوجة الأولى المولوي ظهور علي وهو أبو أمي، وأصغر منه المولوي غضنفر وأصغر منه المولوي خادم أحمد وسيأتي

ذكرهم. وأصغر منهم المولوي محمد على ولم يتفق له البلوغ إلى رتبة العلماء توفي في الثاني والعشرين سنة ثلاث وثمانين بعد الألف والمأتين.

وواحد من زوجة أخرى إسمه مُلّا أحمد حسن، كان حافظًا، فاضلًا، صالحا مات في شبابه سابعًا وعشرين من صفر سنة سبع وستين [بعد الألف والمأتين] ولم يخلف ولداً. توفي صاحب الترجمة في ثالث عشر من المحرم سنة ست وخمسين بعد الألف والمأتين. وقد حكى له أهل تلك البلدة كرامات وخوارق عادات، وقبره يزار ويتبرك به.

[۲۴]

مُلّا حبيب الله بن محب الله

[المتوفى:١٢٢٦هـ]

مُلّا حبيب اللّٰه بن مُلّا محب اللّٰه بن مُلّا أحمد عبدالحق، بن مُلّا سعيد، بن مُلّا القطب. أخذ العلوم عن أخيه الأكبر ملا مبين وعن عمه ملا أزهار الحق وعن ملا أحمد حسن بن مُلّا رضا وعن مُلّا محمد حسن بن القاضي غلام مصطفى. ولم يتفرغ للتاليف والتدريس لتوجهه إلى تحصيل المعاش. وذكر صاحب خير العمل: كان ذا طبع سليم وذكاء. بالغا [بلغ] إلى مدارج الاذكياء، وكان ممن يذكره الناس بخير حياً وميتاً. توفي ليلة السادس عشر من ذي القعدة من السنة السادسة والعشرين بعد الألف والمأتين. خلف خمس بنين ولي اللّٰه، ونعيم اللّٰه، وحفيظ اللّٰه، وعليم اللّٰه، وسلام اللّٰه، سيأتي ذكرهم ان شاء اللّٰه تعالى.

[٢٥]

مُلّا حفيظ الله

[المتوفى:١٢٧٩هـ]

ملا حفيظ اللّٰه بن مُلّا حبيب اللّٰه المذكور، أخذ العلوم على أخيه الأكبر ملا ولي اللّٰه.

كان عالمًا، جيدًا. لم يزل معززًا، محترمًا، مفتيًا في السلطنة مفيدًا، مدرسًا. توفي سنة تسع وسبعين بعد الألف والمأتين، ودفن جنب أخيه الأكبر ملا ولي الله. وله ثلاث بنين مولوي خليل الله سيأتي ذكره، ومولوي عظيم الله قرأ على أخيه، وكان عالمًا. مات سنة سبع وسبعين بعد ألف ومأتين. وخلف إبنًا إسمه مولوي فصيح الله، قرأ على المفتي محمد يوسف. شاعر، مورخ حفظه الله. تزوج بنت المفتي محمد يوسف وليس له ولد. وإبنه الثالث مولوي حميد الله كان ذا صفات حسنة، وأخلاق رضية. بايع على يد شيخ الوقت مولانا عبدالوالي قدس سره. توفي خامس عشر محرم سنة ست بعد الثلث مأة والألف. ترک إبنين، أكبرهما مولوي وحيد الله حفظه الله. وأصغرهما مولوي نصير الله، تلمذ على عمي مولانا عبدالباسط وغيره. مات سنة سبع عشر وألف وثلث مأة. وترک إبنًا إسمه أنوار الله. توفي في صباه سنة إحدى وعشرين بعد ألف وثلث مأة بالطاعون.

[٢٦]

مُلّاأبو الحسن محمد صالح

[المتوفى: ١٢٨٢ھ]

مُلّاأبو الحسن محمد صالح بن مُلّاعبدالجامع بن مُلّاعبدالنافع، بن مُلّاعبدالعلي بحرالعلوم، بن مُلّانظام الدين، بن مُلّاالقطب. حفظ القران وعلم التجويد. وأخذ العلوم عن مُلّاعبدالحكيم ومُلّامعين. صنف تميز الكلام في الحلال والحرام. توفي سنة إثنين وثمانين وألف ومأتين، ولم يعقب.

حرف الخاء

[٢٧]

مُلّا خليل الله بن غلام يحيٰ

[المتوفى: ۱۳۱۳ھ]

مولوي خليل الله بن مولوي غلام يحي، بن ملا غلام دوست محمد، بن ملا حسن، بن القاضي غلام مصطفى، بن ملا أسعد، بن القطب الشهيد. أخذ العلوم وصار عالمًا، فاضلًا. ومات سنة ثلث عشر بعد الألف وثلث مأة، ودفن في مقبرتنا. وكان مقيمًا في ساگر من بلاد الدكن. له إبنان أكبرهما مولوي رحيم الله، فاضل، صالح، توفي في شوال سنة تسع وثلث مأة وألف. ترك إبنًا إسمه مولوي كليم الله، حفظه ورزقه ولدًا صالحًا. وهو مشغول بعهدة في الوكالة في حيدر آباد الدكن. وأصغرهما مولوي حفيظ الله، درس برهة من الزمان في مدرسة إشاعة العلوم الواقع في فرنگي محل، وتوفي، ولم يخلف ذكرًا.

[٢٨]

مُلّا خليل الله بن حفيظ الله

[المتوفى: ۱۲۷۲ھ]

مولانا خليل الله بن مولوي حفيظ الله، بن مُلا حبيب الله، بن مُلا محب الله، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن مُلا قطب الشهيد. أخذ العلوم عن أبيه وعمه

المولوي ولي الله وغيرهما. صار عالمًا، فاضلًا. توفي في عظيم آباد بلدة من بلاد الفورب. ثالثًا وعشرين من شعبان سنة إثنين و سبعين بعد الألف و المأتين. وخلف إبنين، أكبرهما مولوي عبدالله، عالم، فاضل. قرأ على المولوي عبدالوحيد بن المولوي عبدالواحد و المفتي محمد يوسف وغيرهما. ثم سافر و أقام ببلدة مونگير مدرسًا بها إلى أن توفي في السنة الخامسة بعد ألف و ثلث مأة. و أصغرهما المولوي محمد مسيح الله، فاضل، حسن الأخلاق. بايع على يد شيخ الوقت مولانا عبدالوالي قدس سره. وهو مقيم في عظيم آباد في خزانة الكتب لخدابخش خان. وله إبنان، أكبرهما مولوي حبيب الله، حصل له إستعداد و مهارة في عهدة الوكالة. له ولد سميع الله، رزقه الله علمًا نافعًا. وأصغرهما مولوي نجيب الله تلمذ على خواجه عزيز الدين عزيز اللكهنوي كتبًا فارسية، وقرأ على أستاذي مولانا عبدالباقي، وعلى مولوي عبدالحميد، وعلى مولانا عين القضاة، وعلى مولوي محمد فاروق الچرياكوٹي. وله ولد رزقه الله علمًا نافعًا.

[٢٩]

مُلّا خادم أحمد

[المتوفى: ۱۲۷۱ھ]

مولانا خادم أحمد بن مُلا حيدر، بن مُلا مبين، بن مُلا محب الله، بن مُلا أحمد عبدالحق، بن مُلا سعيد، بن القطب الشهيد. أخذ العلوم عن ملا معين هو عمه. ودرس الطلبة مدةً ووعظ في كل جمعة في مسجد فرنگي محل. وله تصانيف مستقلة وحواشي متفرقة منها:

- التقرير المعقول في بحث الحاصل و المحصول من الفوائد الضيائية
- رسالة بالفارسية وأخرى بالعربية في تحقيق الدائرة الهندية
- وسيلة الشفاعة في أحوال الصحابة

- زاد التقوى في آداب الفتوى
- رسالة في تحريم المزامير والغنا مسمّاة بأعلام الهدى
- هداية الأنام في إثبات تقليد الأئمة الكرام
- رسالة في الطهر المتخلل

توفي ثاني عشر من ذي الحجة من سنة إحدى وسبعين بعد الألف والمأتين ولم يخلف ذكرًا.

[٣٠]

مُلّا خير الله

[المتوفى: ١٣٠٧هـ]

مولوى خير الله بن مُلا أحمد، بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. ذكر في تكملة خير العمل: كان متصفًا بمكارم الأخلاق ومحاسن الشمائل، مشاغلًا بالأوراد. [قام] مقام أبيه وجده. مات خامس ربيع الآخر سنة سبع وثلث مأة بعد الألف، ولم يخلف.

حرف الراء

[٣١]

مُلا محمد رضا

[———]

مُلا محمد رضا بن القطب الشهيد: هو أصغر أبنائه الأربعة. كان عالمًا متبحرًا، ناسكًا، ورعًا، زاهدًا. درس مدة، ثم اشتغل باكتساب المعارف الباطنية، وأخذ البيعة على يد شيخ الوقت، قدوة العرفاء، السيد عبد الرزاق البانسوي. قال في خير العمل: أمر منامًا من رسول الله صلى الله عليه وسلم بزيارة القبر المكرم، ثم زار قبر غوث الثقلين، وأقام هناك مدةً إلى أن توفي، وأخبر أهله بموته مُلا نظام الدين أخوه كشفًا. وله من التاليفات شرح سلم العلوم. وترك إبنين أحدهما مُلا أحمد حسين قد مرّ ذكره، وثانيهما مُلا عبد الحي وكان طبيبًا فاضلًا، مات في شبابه بلا عقب.

[٣٢]

مُلا رحمت الله

[المتوفى: ١٣٠٥ھ]

مولانا رحمت الله بن مولوي نور الله، بن مُلا محمد ولي، بن مُلا غلام مصطفى القاضي، بن مُلا أسعد، بن مُلا القطب. تلمذ على أخيه المولوي نعمت الله وعلى المولوي أمين الله. قال في تكملة خير العمل: له دخل تام في الفرائض، والحساب،

والفقه. تولى الإفتاء بعد إرتحال عمه المولوي محمد ظهور اللهُ. ثم سافر إلى غازي پور من بلاد پورب، أقام هناك وبنى مدرسة مسمّاة بچشمۂ رحمت. وله تصانيف:

- ●شرح الميزان
- ●شرح المنشعب
- ●شرح پنج گنج
- ●رسالة في الفقه
- ●مجموعة الفتاوى
- ●رحمت شرح خلاصة الحساب وغيره.

توفي في غازي پور سابع عشر جمادي الأولى سنة خمس وثلث مأة وألف، وليس له ولد ذكر.

مُلاسعيدبن مُلا

كان من أعاظم عصر

گير في بلاد الدكن

في تاليف الفتاوى

ذكره. ومُلّا عبدا

كمالا يخفي.

حرف السين

[۳۳]

مُلّا سعيد

[———]

مُلا سعيد بن مُلا قطب الدين الشهيد: أخذ العلوم وبرع. قال صاحب خير العمل: كان من أعاظم عصره، وأكابر دهره. قد ارتحل بعد شهادة والده إلى سلطان عالم گير في بلاد الدكن، وتوفي هناك. وقد سمعت عن الثقات: أنه كان مشاركًا للعلماء في تاليف الفتاوى الهندية المشهورة بعالم گيريه. خلف إبنين مُلّا عبد الحق قد مرّ ذكره. ومُلّا عبد العزيز سيأتي ذكره إن شاء الله تعالىٰ. وأكثر أهل محلتنا من أولاده كما لا يخفي.

[۳۴]

مُلّا سلام الله

[المتوفى: ۱۲۶۴ھ]

مولوي سلام الله بن مُلّا حبيب الله، بن مُلا محب الله، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. أخذ العلوم الدرسية الرسمية، ودرس الطلبة. مات في شبابه وترك إبنًا إسمه إكرام الله، توفي بلا ولد.

[٣٥]

مُلّا سراج الحق

[——————]

مولوي سراج الحق بن مُلا نور الحق، بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. قال صاحب خير العمل: كان عالمًا، فاضلًا، صالحًا. توفي في شبابه وخلف إبنًا إسمه نظام الحق، سيأتي ذكره.

[٣٦]

مُلّا سعد الدين

[——————]

مُلا سعد الدين بن مُلا أحمد حسين، بن مُلا محمد رضا، بن ملا القطب. كان فاضلًا، قرأ العلوم وترك إبنين، الأول ملا عماد الدين وله إبنين مولوي كمال الدين و چودهری عبد الكريم. والآخر مولوي عبد الرب وكان له ثلث بنين، أوله مولوي شائق والد مولوي محمد حسين، وهو قرأ على ملا عبد الرزاق وغيره وبلغ إلى عهدة عالية في السلطنة الانكليزية. وصنف مناقب القادرية والرزاقيه. كان شاعرًا. توفي سنة إثنين وعشرين بعد ألف ومأتين ولم يخلف. وأوسطهم مولوي فقير الله ولم يعقب. وأصغرهم مولوي كرامت الله سيأتي ذكره في الكاف.

حرف الصاد

[٣٧]

مُلّا صفدر

[———]

مُلا صفدر بن مُلا مبين، بن مُلا محب اللهِ، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. قرأ على أخيه مُلا حيدر وعلى مولوي ولي اللهِ، وتوجه إلى الرياضات والزهد، توفي بلا عقب.

[٣٨]

مُلّا صمصام الحق

[المتوفى: ١٣١٢هـ]

مولوي صمصام الحق بن مُلا نظام الحق، بن مُلا سراج الحق، بن مُلا نور الحق، بن ملا أنوار الحق، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن ملا القطب. قرأ العلوم على مولوي عبد الحليم بن مُلا أمين اللهِ. وبايع على يد جدي مولانا عبد الرزاق. وصنف كتابًا في الفقه "الصراط المستقيم"، وفي الهيئة رسالة. توفي ولم يعقب ولدًا ذكرًا.

حرف الظاء

[٣٩]

مُلا ظهور الحق

[ـــــــــــ]

مُلا ظهور الحق بن مُلا أزهار الحق، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن قطب الدين الشهيد. أخذ العلوم عن والده ومُلا عبد العلي بحر العلوم. قال مُلا عبد الحي: كان فاضلًا جيدًا، عابدًا، زاهدًا، مشتغلًا بقراءة القرآن وتفاسيره، وكتب الحديث، مشغولًا بالعبادة. ولم [يتيسر] له التدريس كثيرًا. ولم يعقب ولدًا ذكرًا.

[٤٠]

المفتي ظهور الله

[المتوفى: ١٢٥٦هـ]

المفتي ظهور الله بن مُلا محمد ولي، بن القاضي غلام مصطفى، بن مُلا سعد، بن القطب الشهيد. أخذ العلوم عن أبيه وعن عمه ملا حسن. كان ذا تصانيف مقبولة وتاليفات مفيدة، منها:

- الحواشي على الحاشية الزاهدية على الرسالة القطبية
- منها الحواشي على الحاشية الزاهدية المتعلقة بحاشية التهذيب الجلالية.

قال صاحب خير العمل: وهو أحسن حواشيها جمعاً للفوائد الفريدة وأكملها حلاً للمغلقات العسيرة.

- منها الحواشي على الحاشية الزاهدية المتعلقة بشرح المواقف
- منها شرح الدوحة الميادة في حديقة الصورة والمادة لمؤلف الشمس البازغة.

قال صاحب خير العمل: كلها مشتملة على ما خلت عنه الدفاتر، شاهدة بان مولفها من أجلة الأكابر.

توفي يوم السبت السابع عشر من ربيع الأولى سنة ست وخمسين بعد الألف والمأتين. وكان مفتيًا في العدالة. ولصاحب الترجمة تلاميذ لا تحصى عددهم، ذكر بعض منهم في خير العمل. ولم يعقب ولدًا ذكرًا.

[٣١]

مُلّا ظهور علي

[المتوفى: ١٢٧٥هـ]

مولانا ظهور علي بن مُلا محمد حيدر، بن مُلا مبين، بن مُلا محب الله، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن ملا القطب. وهو أبو أمي، أخذ العلوم عن أبيه والمفتي ظهور الله وغيرهم. وحفظ القرآن في شبابه. وأقام في الوطن مدرسًا، واعظًا، مفيدًا، إلى أن توفى أبوه. فارتحل من الوطن إلى الدكن، وأقام هناك معززًا، محترمًا. كان يفتي ويذكر ويدرس إلى أن مات بمرض الهيضة في حالة الإعتكاف في رمضان سنة خمس وسبعين بعد الألف والمأتين. وله من التصانيف:

- تفسير القرآن
- رسالة في المعراج
- الطريقة الوسطى في سماع الموتى

- شرح الخطبه من شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم.

ترك إبنين مولوي ظهور الحسن ومولوي أفضل حسن.

[۴۲]

مُلّا ظهور الحسن

[المتوفى: ۱۳۰۹ھ]

[مولوي ظهور الحسن بن مولوي ظهور علي، بن مُلا محمد حيدر، بن مُلا مبين بن مُلا محب الله، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد]. أخذ العلوم عن [أبيه] وعن ملا عبد الحليم بن ملا أمين الله ثم هاجر الأول [أي مولوي ظهور الحسن] إلى مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم، توفي هناك عام التاسع بعد الألف وثلث مأة، ودفن عند قبة أهل البيت. وترك إبنين أكبرهما مولوي ظهور علي توفي في شبابه ودفن جنب أبيه. أصغرهما مولوي ظهور الله أخذ العلوم عن أستاذي مولوي عبد الباقي مدظله. وهو معزز، محترم في حيدر آباد دكن خوطب بنصير جنگ. وله بنين أكبرهم أنوار الله، أوسطهم ظهور حسن، أصغرهم سراج الحق، حفظهم الله ورزقهم علمًا نافعًا.

أما الثاني أي مولوي أفضل حسن [أخذ العلوم عن أبيه وعن مُلا عبد الحليم بن مُلا أمين الله]، توفي سنة ثلث عشر وألف وثلث مأة. وترك ثلث بنين أكبرهم مولوي أحمد حسن وله إبن، وأوسطهم مولوي محمد حسن، وأصغرهم مولوي حامد حسن. حيّاهم الله ورزقهم الصلاح والتقوى.

حرف العين

[۴۳]

مُلّا علاء الدين

[المتوفى: ۱۲۴۲ھ]

مُلا علاء الدين بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. تلمذ على أخيه مُلا محمد نور الحق وعلى مُلا مبين وعلى مُلا أزهار الحق وعلى مُلا عبد العلي بحر العلوم. وبايع على يد أبيه، ثم سافر إلى مدراس وصار قائمًا لمقام بحر العلوم وخوطب بخطابه ‘بملک العلماء’. صنف شرح الفصول الأكبرى والحواشي الحاشية السيد الزاهد على الرسالة القطبية. توفي هناک في العاشر من شوال سنة إثنين وأربعين بعد الألف والمأتين. ودفن جنب صهره بحر العلوم. وخلف إبنًا إسمه مُلا جمال الدين قد مرّ ذكره.

[۴۴]

مُلّا عبد العزيز بن مُلا سعيد

[المتوفى: ۱۱۶۵ھ]

مُلا عبد العزيز بن مُلا سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. تلمذ على أبيه، وبايع على يد السيد إسماعيل البلگرامي بأمر عمه مُلا نظام الدين. فصار عالمًا، متبحرًا،

وشيخًا كاملًا، زاهدًا، متورعًا. له أوصاف كثيرة و كرامات شهيرة ذكرها صاحب خير العمل وغيره. توفي في ذي القعدة لتسع خلون منها سنة ألف ومأة وخمس وستين، ودفن في البستان المعروف. وخلف إبنًا إسمه مُلا يعقوب، سيأتي ذكره.

[۳۵]

مُلّا عبدالقدوس

[ـــــــــــــــ]

مُلّا عبدالقدوس بن مُلا يعقوب، بن مُلا عبدالعزيز المذكور. حصل العلوم على أبيه ومُلا حسن، فصار عالمًا عاملًا. وعاش زائدًا على ثمانين سنة، متوكلًا، زاهدًا عن الدنيا. وأخذ طريق الباطن بأمر أبيه عن مُلا غلام يحي البهارى المشهور. وله تعليقات وحواشي متفرقات على الكتب الدرسية و خلف إبنًا إسمه. مُلا عبدالسلام بن مُلا عبدالقدوس المذكور، أخذ العلوم عن أبيه وصار عالمًا، فاضلًا، ثم فقد فلم يدر أثره ولا خبره، عقب ولدًا إسمه مُلا عبدالرحيم.

[۳۶]

مُلّا عبدالرحيم

[المتوفى: ۱۲۷۴ھ]

[مُلا عبدالرحيم بن مُلّا عبدالقدوس]، قال صاحب خير العمل: كان عالمًا، فاضلًا، استشهد في فتنة الهند سنة أربع وسبعين بعد الألف و المأتين من الهجرة. وله ثلث بنين.

[۳۷]

مُلّا عبدالوهاب بن عبدالرحيم

[المتوفى: ۱۳۳۰ھ]

أكبرهم، مولوي عبدالوهاب قرأ الكتب واشتغل باكتساب المعيشة بعهدة

الوكالة. ويحفظ القرآن في شيبه، متورع متشرع، ليس له ولد ذكر، حفظه اللهُ ورزقه ولدًا صالحًا.

[۴۸]

مُلّاعبدالأحد شمشاد

[المتوفى: ۱۳۳۵ھ]

مُلّاعبدالاحد: أوسطهم، قرأ العلوم على مُلّا رحمت اللهُ بن مُلّا نور اللهُ. ويدرس في غازی پور في مدرسة استاذه 'چشمۂ رحمت'. ومن تصانيفه: حاشية في المعانی، وجمع الأشعار في الدفترين. وليس له ولد من كفوء، حفظه اللهُ. تزوج في غازی پور فولدت له ولد إسمه عبدالأول، أحياه اللهُ.

[۴۹]

مُلّاعبدالعزيز بن عبدالرحيم

[المتوفى: ۱۳۳۸ھ]

مُلّاعبدالعزيز: أصغرهم قرأ الكتب على مولانا عبدالحي وعلى مُلّاعبدالرزاق وغيرهما، وأخذ الطب، وصنف كتبًا وحواشي، منها حاشية على العينی على الكنز، وحاشية على المجلد الرابع من شرح الوقاية، وهو يحفظ جزئيات الفقه. أخذ البيعة عن جدي مولانا عبدالرزاق قدس سره. زاهد، ورع، عابد، لازم للجماعة، مدرس في مدرسة إسمها "كالون اسكول" متعنا اللهُ به. وله ثلث بنين.

[۵۰]

مُلّاعبدالسلام محمد بقا

[المتوفى: ۱۳۸۷ھ]

أكبرهم مولوي عبدالسلام محمد بقا، تلمذ على أبيه وعليَ وعلى مولوي عظمت اللهُ، وقرأ الكتب الإنگليزية حتى حصل له السند فيها، وصار ملازمًا في العدالة

وهو إلى الآن مشغول لتكميل تحصيل العلوم مع كثرة العوائق، رزقه اللهُ علمًا نافعًا، وولدًا صالحًا. وله تصنيف في بيان احكام الصوم.

[٥١]

المفتي عبد القيوم محمد قائم

[المتوفى: ١٣٩٧ﻫ]

أوسطهم مولوي عبد القيوم محمد قائم: قرأ عليَّ، وعلى مولانا عبد الباقي، وعلى مولوي عظمت اللهِ، وعلى المفتي محمد يوسف، بن مولوي قاسم، والآن هو مشغول في الدرس والتدريس، زاد اللهُ علمًا وعمرًا. وهو ملازمٌ في المدرسة النظامية الواقعة في محلتنا. وصنف كتبًا وحواشي، منها حاشية الميزان، ورسالة في أحكام الصلوة، وحاشية مختصر المعاني.

[٥٢]

المفتي عبد القادر

[المتوفى: ١٣٧٨ﻫ]

أصغرهم: مولوي عبد القادر: صبي يقرأ الكتب الدرسية في المدرسة النظامية، رزقهم اللهُ علمًا وحلمًا. وحفظهم اللهُ عن السوء، وبارك اللهُ في عمرهم.

[٥٣]

مُلَّا عبد الوالي

[المتوفى: ١٢٧٩ﻫ]

مُلَّا عبد الوالي بن مُلَّا أبي الكرم، بن مُلَّا محمد يعقوب، بن مُلَّا عبد العزيز، بن مُلَّا سعيد، بن مُلَّا القطب. أخذ العلوم عن خاله مُلَّا نور الحق. وبايع على يد جده الفاسد مُلَّا أنوار الحق. ودرس مدةً ثم اشتغل باكتساب الأمور الباطنية، وصار شيخ مشائخ عصره، وقدوة كبار دهره. ودخل في سلسلته خلق لا يحصى. وتلمذ عليه رجال

لاتتناهى. وكان في آخر عمره يدرس المثنوي الرومي ويذكر نكاته ولطائفه.

قال في خير العمل: له كرامات متعددة وملفوظات نافعة جدًا. توفي في الثاني والعشرين من شعبان من السنة التاسعة والسبعين بعد الألف والمأتين، ودفن جنب قبر مولانا عبد الحق في البستان، يزار ويتبرك به. ولم يعقب ولدًا ذكرًا.

[۵۴]

مُلّاعزيز الله

[المتوفى:۱۱۹۱ھ]

مُلاعزيز الله بن مُلا محمد ولي، بن القاضي غلام مصطفى، بن مُلا سعد بن مُلا القطب الشهيد. أخذ العلوم وسافر إلى "سورت" عازماً للحج، وأخذ السلسلة هنا عن شاه حفيظ الله السورتي، وقرأ الحديث على مولوي خير الدين السورتي، ومات هناك في حياة والده سنة إحدى وتسعين وألف ومأة. ولم يخلف.

[۵۵]

مُلّاعلي محمد

[المتوفى:۱۲۸۸ھ]

مُلّاعلي محمد بن مولانا معين، بن مُلا مبين، بن محب الله، بن مُلا أحمد عبد الحق بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. أخذ العلوم عن مولانا خادم أحمد بن مولانا حيدر بن مُلا مبين. كان عالمًا بارعًا، واعظًا، منتفع الناس بوعظه. صنف كتبًا منها رسالة بهداية النسوان، ورسالة إسمها چشمۂ فيض، ورسالة في مسائل الزكوة. مات مبتلي بالهيضة، سنة ثمان وثمانين بعد الألف والمأتين. وخلف ثلث بنين.

مُلّامحمد إبراهيم:

أكبرهم مولانا إبراهيم، قرأ على جدي مولانا عبد الرزاق، وحصل له الإجازة بالإرشاد. كان زاهدًا، متورعًا، يعظ الناس كل جمعة مقام أبيه. وحج مرارًا، ثم هاجر

واستوطن بطية. وتوفي هناك سنة خمس عشر وألف وثلث مأة. وخلف إبنين مولوي محمد عظيم، قرأ عليّ وعلى مولانا عبدالباقي، وله ولد، ومولوي محمد كريم حفظهما الله.

[۵۶]

مُلا عبدالباقي

[المتوفى: ۱۳۶۴هـ]

وأوسطهم مولانا عبدالباقي: هو من كبار علماء عصره، ومن مشاهير فضلاء دهره. قرأ العلوم عن مولانا عبدالحي، وعلى مُلا فضل الله بن مُلا نعمت الله، وعلى مُلا عين القضاة وغيرهم من الأساتذة. وأخذ السلسلة عن جدي مولانا عبدالرزاق، وحصل له إجازة الإرشاد. وسافر إلى الحرمين مرارًا، وأخذ أسانيد الأحاديث قرأها على جدي قدس سره وعلى غيره من شيوخ العرب. وتلمذ عليه خلق في الوطن والآن يدرس في الحرم النبوى صلى الله عليه وسلم، والناس ينتفعون به. صنف كتبا عديدة وحواشي متفرقة، منها:

- تكملة خير العمل
- رسالة في صلوة الجنازة في المساجد
- رسالة في تحقيق بيعة مولانا أنوار الحق
- رسالة في سدل الثواب
- رسالة في علم الغيب
- رسالة في السماع ولم يصنف مثله في هذا الباب
- حسرة الفحول لوفاة نائب الرسول،

وغيرها من الكتب.

ليس له ولد، رزقه الله ولدًا صالحًا.

[٥٧]

ملّا عبد الهادي

[المتوفى: ١٣٦٥هـ]

وأصغرهم مولوي عبد الهادي: أخذ العلوم عن أخيه، وعن مولانا عين القضاة، وعن مولانا إفهام الله وغيرهم. أخذ البيعة على يد جدي مولانا عبد الرزاق، ثم جد، وعلى أبي مولانا عبد الوهاب قدس أسرارهما. وحصل له إجازة الأحاديث من شيوخ الهند والعرب. وهو مدرس في المدرسة النظامية. ومن تصانيفه:

- أحسن العمل بتراجم فرنگي محل
- رسالة في شهادة الإمام حسين عليه السلام المسمّاة بـ "فسانهٔ غم وألم"
- رسالة في الأعمال المسمّاة بـ "مجربات عثمانيه"
- رسالة في الأوراد المسماة بـ "وظائف القادريه"
- رسالة في ترجمة قطب الأقطاب الغوث الأعظم قدس سره المسماة بـ "فضائل غوثيه"
- رسالة لقضاء الحاجات المسماة بـ "التوسل"
- رسالة مسمّاة بإنشراح الصدر بأسماء البدر
- رسالة في المعراج
- حاشية على الفوائد الضيائية
- حاشية على إخوان الصفا.

حفظه الله ورزقه ولدا صالحا.

[٥٨]

ملّا عبد الرزاق

[المتوفى: ١٣٠٧هـ]

مولانا عبد الرزاق بن ملا جمال الدين، بن ملا علاء الدين، بن ملا أنوار الحق،

بن مُلا عبدالحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. تلمذ على المفتي أصغر وعلى إبنه المفتي محمد يوسف، وقرأ الحديث على ميرزا حسن على المحدث وعلى الشيخ حسين أحمد المحدث من تلاميذ مولانا عبدالعزيز الدهلوى، وعلى الشيخ محسن بن بدر. وأخذ السلسلة عن خاله مولانا عبدالوالي قدس سره العزيز، وصار خليفةً بعد وفاته. تلمذ عليه خلق كثير، ودخل في سلسلة إرادته جم غفير. قال أخي مولانا عبدالحي في مقدمة عمدة الرعاية عند ذكره، فقيه عابد ونبيه زاهد، له حفظ قوى للفروع القفهية انتهى.

وله كرامات كثيرة وخوارق شهيرة، ومن خصائصه أنه لقي عن بعض الأصحاب من الجن وسمع عنه الأحاديث، وحصل له اجازة عن بحر العلوم بطريق الأويسية وعن بعض مريده بالمشافهة لسلسلة الصديقية التى أخذها مولّانا بحر العلوم عن مشكوة النبوة بلاتوسط، والتفصيل في موضعه. وله تصانيف نافعة كثيرة، منها:

- ●حاشية على شرح الوقاية
- ●منهج الرضوان
- ●كشف القضاة في أحوال الأموات
- ●رسالة في مقامات الصوفية
- ●أنوار الغيبية
- ●رسالة في السعد والنحس
- ●رسالة في آداب المطالعة
- ●رسالة في التصوف المسماة بعمدة الوسائل وشرحها أحسن الخصائل
- ●إثنى عشر رسالة في الميلاد
- ●رسالة طويلة أيضًا في الميلاد
- ●تنشيط العشاق في أحوال النبي المشتاق

- ● إحدى عشر رسائل في أحوال الغوث الأعظم
- ● أربع رسائل لتذاكر الخلفاء الأربعة
- ● رسالتين في أحوال السبطين
- ● رسالتين في أوقات الصلوة
- ● مقدمة التفسير
- ● شرحين الأسماء الحسنى بالعربية والفارسية.

توفي سنة سبع وثلث مأة وألف، الخامس والعشرين من صفر. ودفن جنب قبر مولانا أنوار الحق قدس سره. تزوج بابنته [بابنت] ملا حيدر، فولدت له ثلث بنين.

[٥٩]

مُلّا عبد الباسط

[المتوفى: ١٢٩٥ھ]

أكبرهم مولانا عبد الباسط: قرأ الكتب عليه وحفظ القرآن. قال فى خير العمل: كان ذا لياقة واستعداد تام. وبايع على يد مولانا عبد الوالي قدس سره، وأجازه أبوه في جميع السلاسل. صنف رسائل لم يترتب، وله مجموعة الفتاوى أدرجتها في فتاوى قيام الملة والدين. وكان ملازمًا في دولة النظام. توفي الحادى والعشرين من ذي الحجة سنة خمس وتسعين، ولم يعقب ولدًا ذكرًا.

[٦٠]

مُلّا عبد الوهاب بن عبد الرزاق

[المتوفى: ١٣٢١ھ]

وأوسطهم مولانا عبد الوهاب: هو أبى ومرشدي، أخذ العلوم عن أبيه وصار عالمًا، فاضلًا، مدرسًا، مفتيًا. ثم ترك الجميع بعد وفاة أبيه، وصار قائمًا مقامه وخليفته. وكان بايع على يد مولانا عبد الوالي قدس سره في السلسلة القادرية، ثم جددها على

يد أبيه. وقد كتبت في حاله رسالة مستقلة سميتها حسرة المسترشد. وله تصانيف منها:

- رسالة في جواز الفاتحة
- رسالة في ذكر الغوث الأعظم
- حواشي متفرقة على حاشية القطبي للسيد
- [حاشية] على التوضيح
- [حاشية] على المثنوي المعنوي

كان زاهدًا، ورعًا، منكسرًا، ما رأيت مثله. توفى فى الثانى من المحرم سنة إحدى وعشرين وثلث مأة وألف بالطاعون، وترك ابنين.

[٦١]

مُلّا عبد الرؤف

[المتوفى: ۱۳۲۲ھ]

أكبرهم مولوي عبد الرؤف: قرأ العلوم على مولانا عبد الباقي وعلى مولانا افهام الله وعلى مولانا فضل الله. واخذ البيعة على يد جده مولانا عبد الرزاق قدس سره وأجاز أبوه وصار قائمًا مقام أبيه بعد وفاته. وكان قد حج مرتين، وأجاز له شيوخ الحديث كالشيخ محمد علي بن ظاهر الوتري، والشيخ أمين الرضوان. وله من التصانيف ترجمة الفوائد العظمى ولم تتم. توفي التاسع من ذي القعدة سنة إثنين وعشرين بعد ثلث مأة وألف. وعقب له ولد إسمه قطب الدين عبد الوالي سلمه الله، وحفظ القرآن وقام مقام أبيه. ورزقه الله علمًا نافعًا وعملًا صالحًا.

[٦٢]

مُلّا محمد قيام الدين عبد الباري

[المتوفى: ۱۳۴۴ھ]

وأصغرهما أنا الفقير محمد قيام الدين عبد الباري الأنصاري: قرأت الكتب على

أستاذي مولانا عبد الباقي وعلى مولانا عين القضاة، أخذت عنهما إجازة الأحاديث وعن مشائخ الكرام من أهل العراق والعرب. وبايعت على يد جدي إذ كنت صغيرًا، ثم جددت البيعة على يد أبي قدس أسرارهم. وصنفت كتبًا كثيرةً وحواشي عديدة، رزقني الله القبول.

أما في علم الصرف:

- تحفة الاخوان [مختصر الميزان]
- هدية الخلان [شرح الميزان]
- المنتخب مختصر المنشعب
- سلسلة الذهب [شرح المنشعب]
- تسهيل الصرف
- جامع القواعد
- إرتقاء الشرف [بعلم الصرف]
- مقدمة الصرف
- شرح هداية الصرف
- شرح الفصول الأكبري. وهذان لم تتم.

أما في النحو:

- نور الصباح حاشية المصباح
- هدية الطلبة
- شرح هداية النحو
- حاشية الألفيه. وهذان لم تتم.

أما في الحكمة:

- تحفة الأحباب [في صفة الأسطرلاب]

- عين الصواب [في صنعة الأسطرلاب]
- الحاشية النافعة [على طفرة الزاوية]

أما في المنطق:

- إعتصام الأذهان [بصنعة الميزان]
- شرحان لايساغوجي (في العربية والهندية)
- تقريب الأذهان [شرح تهذيب الميزان]

أما في الفقه:

- العمل المغفور [في زيارة القبور]
- رحمة الغفور [لزائر القبور]
- خير الزاد [لسفر المعاد]
- الفيض الرحماني حاشية الخلاصة للكيداني
- قرة العينين في إيمان الأبوين
- حياة أولي الألباب
- الخطر بسوال القبر
- رسالة في تحقيق الجزية
- إحقاق السماع
- أحسن القربات [في تحقيق صلوٰة الجمعة في القصبات]
- رجم الشيطان [بتكرار الأذان]
- غاية المامول [في جواز تسمية فضل احمد و فضل رسول]
- القول المؤيد [لتكرار صلوٰة الجمعة في مسجد واحد]
- كشف الحال [عن المانع لرؤية الهلال]
- طعن السنان [بزيادة أسامي الخلفاء في الأذان]

- التعليق المختار [على كتاب الآثار]
- رسالة في مسائل الطهارة
- ذب الطاعنين [في الأذان لدفع الطواعين]
- خير الدعاء [في الطاعون والوباء]
- الحرز المصون [للوباء والطاعون]
- رحمة الأمة [في شهادة الأمة]
- صرع الجان [في نسمة الإنسان]
- فتاوی قيام الملة والدين ومقدمتها

أما في الفرائض:

- كتاب الفرائض
- حاشية السراجية
- الإظهار في توريث الإحماء والإصهار

أما في الكلام:

- غاية الكلام [شرح الوصايا للإمام]
- زبدة الفوائد [شرح نظام العقائد]
- كتاب العقائد

أما في أصول الفقه:

- ملهم الملكوت [شرح مسلَّم الثبوت]
- رسائل سائنس وكلام [اربع وثلثين مجلدًا)

أما في الحديث:

- الدرة الباهرة [في الأحاديث المتواترة]
- شفاء الصدور [في احاديث صلوٰة الأسبوع والشهور]

- راحة الفؤاد [في فراق الأحباء والأولاد]
- الإرشاد في الإسناد
- الباقيات الصالحات
- الإستبشار بفضائل الأنصار

أمّا في التفسير:

- فيض القادر [في تفسير آية الغافر]

أمّا في السير:

- تنوير الصحيفة [في تابعية أبي حنيفة] وترجمته بالعربية
- شهادة الحسين
- تنشيط المحبين [ذكر محبوب رب العالمين]
- رسالة في الوفاة
- رسالة في المعراج
- مختصر التاريخ
- أصول التاريخ

أمّا في التصوف والسلوك:

- أفضل الشمائل
- سبيل الرشاد
- رسالة النصيحة
- رسالة التوبة
- نظم الفرائد في بعض الفوائد
- الهياكل المعنوية للشمائل الترمذية

وقد ذكرت أحوالي في ‘حسرة المسترشد’ فليراجع.

[٦٣]

ملا عبد الحليم

[المتوفى: ١٢٨٥هـ]

ملا عبد الحليم بن أمين الله، بن ملا أكبر، بن ملا أبي الرحم، بن ملا يعقوب، بن ملا عبد العزيز، بن ملا سعيد، بن ملا القطب. تلمذ على والده، وعلى المفتي ظهور الله وعلى المفتي محمد أصغر، وعلى المفتي محمد يوسف، وعلى مولانا نعمت الله. ثم صار عالمًا كاملًا. درس مدةً في الوطن فلم يتفق له القيام، وأقام في جون پور مدةً مدرسًا، وأقام في باندا مدةً، ثم سافر إلى حيدر آباد دكن، وفوضت له العدالة، ومع ذلك كان مشتغلًا بالدرس والتصنيف. وله حواشي كثيرة مرغوبة مطبوعة، فمن تصانيفه:

- رسالة في الإشارة في التشهد
- حل المعاقد في شرح العقائد
- نظم الدرر في سلك شق القمر
- التحلية شرح التسوية
- نور الإيمان في آثار حبيب الرحمن
- بركات الحرمين
- الإملاء في تحقيق الدعاء
- إنقيام المصابيح في صلوة التراويح
- غاية الكلام في مسائل الحلال والحرام
- خير الكلام في مسائل الصيام
- القول الحسن فيما يتعلق بالنوافل والسنن
- عمدة التحرير في مسائل اللون واللباس والحرير
- السقاية لعطشان الهداية

- قمر الأقمار حاشية نور الأنوار
- التعليق الفاضل [على] حاشية الطهر المتخلل
- رسالة في أحوال سفر الحرمين
- التحقيقات المرضية لحل حاشية الزاهد على الرسالة القطبية
- القول الأسلم لحل شرح السلم
- الأقوال الأربعة
- كشف المكتوم في حاشية بحر العلوم
- القول المحيط فيما يتعلق بالجعل المؤلف والبسيط
- معين الغائصين في ردّ المغالطين
- الإيضاحات لمبحث المختلطات
- كشف الإشتباه في حل شرح السلّم للمولوي حمد الله
- البيان العجيب شرح ضابطة التهذيب
- كاشف الظلمة في بيان أقسام الحكمة
- الغرمان حاشية بديع الميزان
- حواشي على الحاشية القديمة
- حل النفيسي

ذكر حاله إبنه مولانا عبد الحي في رسالة ’حسرة العالم‘ فليراجع.

[٦۴]

ملّا محمد عبد الحي

[المتوفى: ١٣٠۴ھ]

مولانا عبد الحي بن مولانا عبد الحليم المذكور، قرأ الكتب الدرسية على والده العلام، وقرأ بعض الكتب من الرياضي عند مولانا نعمت الله استاذ والده، وحج مرارا

فحصل له إجازة الحديث من مشائخه الكرام، منهم السيد أحمد زيني دحلان الشافعي، والسيد محمد بن عبد الله بن حميد الحنبلي، ومولانا عبد الغني بن مولانا أبي سعيد الدهلوی. وقام في الوطن يدرس ويفيد ويصنف و يفتي. وقد رزقه الله القبول. وله تصنيفات شهيرة وتاليفات مفيدة تدل على تبحره في جميع العلوم.

ففي الصرف:

- چار گل
- امتحان الطلبة [في الصيغ المشكلة]
- التبيان [في] شرح الميزان وتكملة وشرحها

في النحو:

- إزالة الجمد [عن إعراب أكمل الحمد]
- خير الكلام [في تصحيح كلام الملوك ملوك الكلام]

في المناظرة:

- الهدية المختارية [شرح الرسالة العضدية]

في المنطق والحكمة:

- حاشيه قديمة على حاشية المحقق غلام يحيىٰ البهارى مسمّاة بهداية الورىٰ
- حاشية جديدة عليه مصباح الدجىٰ [في لواء الهدىٰ]
- حاشيه أجد نور الهدىٰ [لحملة لواء] الهدىٰ
- التعليق العجيب لحلّ حاشية الجلال لمنطق التهذيب
- حل المغلق فى بحث مجهول المطلق
- ميسر العسير [في مبحث المثناة بالتكرير]
- الإفادة الخطيرة [في بحث نسبة سبع عشر شعيرة]
- مفيد الخائفين [في جواب من ردّ على معين الغائصين]

- التعليق النفيس [على خطبة شرح الموجز]
- تكملة حل النفيسي
- المعارف بما في حواشي شرح المواقف
- تعليق الحمائل على تعليق السيد الزاهد المتعلق بشرح الهياكل
- دفع الكلال [عن طلاب تعليقات الكمال]
- حاشية بديع الميزان
- الكلام الوهبى [في حل بعض عبارات القطبي]
- الكلام المتين [في تحرير البراهين]

في التاريخ:

- حسرة العالم [بوفاة مرجع العالم]
- الفوائد البهية [فى تراجم الحنفية]
- التعليقات السنية [على الفوائد البهيئة]
- إبراز الغي [الواقع في شفاء العي]
- تذكرة الراشد [برد تبصرة الناقد]
- النافع الكبير [لمن يطالع الجامع الصغير]
- مقدمة التعليق الممجد
- مقدمة عمدة الرعاية
- مقدمة السعاية
- مقدمة الهداية
- مذيلة الدراية [لمقدمة الهداية]
- طرب الأماثل [بتراجم الأفاضل]
- فرحة المدرسين [بذكر المؤلفات والمؤلفين]

- خير العمل [بتراجم علماء فرنجي محل]
- النصب الأوفر في تراجم علماء الائمة الثالثة عشر
- رسالة في ذكر تراجم السابقين من علماء الهند

في الفقه والحديث والسير:

- حسن الولاية [بحلّ شرح الوقاية]
- عمدة الرعاية [في حلّ شرح الوقاية]
- [شرح شرح الوقاية المسمّىٰ] بالسعاية
- الفلک المشحون [في انتفاع المرتهن بالمرهون]
- القول الجازم [في سقوط الحد بنكاح المحارم]
- الفلک الدوّار [في رؤية الهلال بالنهار]
- الإفصاح [عن حكم شهادة المرأة في الإرضاع]
- تحفة النبلاء [في جماعة النساء]
- الكلام الجليل [فيما يتعلق بالمنديل]
- ترويح الجنان [تشريح حكم شرب الدخان]
- زجر أرباب الريان [عن شرب الدخان]
- روع الإخوان [عن محدثات آخر جمعة رمضان]
- دافع الوسواس [في أثر إبن عباس]
- زجر الناس [على إنكار أثر إبن عباس]
- الآيات البينات [على وجود الأنبياء في الطبقات]
- الإنصاف في حكم الإعتكاف
- نفع المفتي والسائل [بجمع متفرقات المسائل]
- تحفة الطلبة [في تحقيق مسح الرقبة]

- إقامة الحجة [على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة]
- إفادة الخير [في الإستياك بسواك الغير]
- التحقيق العجيب [في التثويب]
- رفع الستر [عن كيفية إدخال الميت وتوجيهه إلى القبلة في القبر]
- سباحة الفكر [في جهر بالذكر]
- خير الخبر [في آذان خير البشر]
- إمام الكلام [فيما يتعلق بالقرأة خلف الإمام]
- غيث الغمام [على حواشي إمام الكلام]
- الآثار المرفوعة [في الأخبار الموضوعة]
- نزهة الفكر [في سبحة الذكر]
- النفحة [النفحة بتحشية النزهة]
- زجر الشبان والشيبة [عن إرتكاب الغيبة]
- عمدة النصائح [في ترك القبائح]
- اللطائف المستحسنة [بجمع خطب شهور السنة]
- الهسهسة [بنقض الوضوء بالقهقهة]
- القول المنشور [في هلال خير الشهور]
- القول المنثور [على القول المنشور]
- آكام النفائس [في أداء الأذكار في لسان الفارس]
- الرفع والتكميل [في الجرح والتعديل]
- ظفر الأماني [في شرح مختصر الجرجاني]
- الكلام المبرم [في نقض القول المحقق المحكم]
- الكلام المبرور [في ردّ القول المنصور]

- السعي المشكور [في ردّ المذهب المأثور]
- قوت المغتدين [بفتح المقتدين]
- القول الأشرف [في الفتح عن المصحف]
- تحفة الأخيار [في إحياء سنة سيد الأبرار]
- نخبة الأنظار [على تحفة الأخيار]
- التعليق الممجد [على موطا الإمام محمد]
- تبصرة البصائر [في معرفة الأواخر]
- تحفة الثقات [في تفاضل اللغات]
- جمع الغرر [في ردّ نثر الدرر]
- أحكام القنطرة [في أحكام البسملة]
- غاية المقال [فيما يتعلق بالنعال]
- ظفر الأنفال [تعليق غاية المقال]
- تدوير الفلك [في حصول الجماعة بالجن والملك]
- در المآرب في شان أبي طالب
- تحفة الأمجاد بذكر خير الأعداد

توفي مصرعاً في التاسع والعشرين من ربيع الاولى سنة أربع وثلث مأة وألف. ولم يعقب ولدًا ذكرًا. ودفن في البستان، وكان عمره إذ ذاك تسع وثلثين. وقد ذكر أحواله مولانا عبد الباقي في رسالة مستقلة مسمّاة ’بحسرة الفحول‘ فليراجع.

[٦٥]

بحر العلوم مُلّا عبد العلي

[المتوفى: ١٢٢٥ﻫ]

مُلا عبد العلي بحر العلوم بن مُلا نظام الدين محمد، بن القطب الشهيد. أخذ

العلوم عن أبيه. كان من أعيان العصر، وأكابر الدهر، رحلة الطلبة، معتمد الكلـ
وكان له مناسبة تامة بروحانيته صلى الله عليه وسلم وبايع على يده صلى الله عليه
وسلم في اليقظة. وأقام الوطن مدةً، ثم سافر إلى شاهجهان پور، ثم رام پور، ثم بهار
بلاد پورب، ثم مدراس. وأقام هناك معززًا، محترمًا. تلمذ عليه النواب والأجـ
وخلق كثير من الأمراء والأغراب. وغلب عليه الجذب الإلهي حتى ينفي الشعور
وكان ينشد في هذه الحالة الأشعار العشقية في أثناء الصلوة. وله كرامات وعجائب
وخوارق غرائب. صنف كتبا كثيرةً مفيدةً مشهورةً، منها:

- شرح مسلّم الثبوت
- شرح سلّم العلوم
- حواشي الزواهد الثلث
- حاشية شرح هداية الحكمة للصدر
- حاشية للشمس البازغة
- رسالة في وحدة الوجود
- شرح الفقه الأكبر للإمام
- شرح الدائر في الأصول
- تكملة حاشية شرح تحرير الأصول لأبيه
- شرح المثنوي الرومي

توفي سنة خمس وعشرين بعد الألف والمائتين ودفن في المسجد، يزار ويتبرك. وله ثلث بنين.

[٦٦]

ملا عبد الأعلى

[المتوفى: ١٢٠٧هـ]

أكبرهم مولانا عبد الأعلى، أخذ عن والده، وصنف كتبا كثيرةً لا يخلو عن

فوائد، منها:

- شرح الفقه الأكبر (وطال لسانه في حق سيدنا معاوية رضى الله عنه)
- منها: رسالة في التاريخ سمّاه الرسالة القطبية
- منها: شرح المناقب الرزّاقيه لجده
- رسالة في الأوراد.

توفي أمام أبويه سنة سبع وألف ومأتين. وترك إبنين.

[٦٧]

مُلّا عبد الواحد

[المتوفى: ١٢٦١ه]

الأول مُلا عبد الواحد، أخذ العلم عن ملا أزهار الحق وعن مُلا بحر العلوم. توفي سنة إحدى وستين وألف ومأتين. وترك إبنًا إسمه مُلا عبد الوحيد محمد، أخذ العلم عن مُلا قدرت علي وعن عمه الآتي ذكره، كان له مهارة تامة في الفرائض حتى ضرب به المثل، توفي سنة تسع وسبعين وألف ومأتين، ولم يخلف.

[٦٨]

مُلّا عبد الواجد

[المتوفى: ١٢٤١ه]

والثاني مُلا عبد الواجد (بالجيم)، تلمّذ على جده بحر العلوم وعلى عمه مُلا عبد الرب. ولم يعقب. وله رسالة في جواز التعزية.

[٦٩]

مُلّا عبد النافع

[المتوفى: ١٢٢٣ه]

وأوسطهم مولانا عبد النافع، قرأ العلوم عن والده بحر العلوم وعن ملا ولي بن

مُلا غلام مصطفى وعن مُلا يعقوب بن مُلا عبد العزيز. توفي سنة ثلث وعشرين والف ومأتين، وترک إبنًا إسمه ملا عبد الجامع.

[٧٠]

مُلّا عبد الجامع

[المتوفى: ١٢٧٢ھ]

مُلا عبد الجامع: أخذ العلم عن مُلا عبد الرب، وعن مُلا نور الحق، وعن مُلا قلندر علي. وسافر إلى حيدر آباد الدكن، وتوفي هناک مبتلي بالهيضة، سنة اثنين وسبعين وألف ومأتين. وترک أربع بنين، أكبر منهم مُلا محمد صالح أبو الحسن قد مرّ ذكره في حرف الحاء.

[٧١]

مُلّا عبد الرحمن

[المتوفى: ١٣٠٣ھ]

وأصغر منه مولوى عبد الرحمن: تلمذ على مُلا عبد الحليم بن مُلا أمين الله، وعلى مُلا ظهور علي بن مُلا حيدر. وحجّ. توفي سنة ثلث وألف وثلث مأة.

[٧٢]

مُلّا محمد عبد الغفار

[المتوفى: ١٣٢٢ھ]

وأصغر منه مولانا محمد عبد الغفار: تلمذ على جدي مولانا عبد الرزاق، وعلى مُلا محمد نعيم. وأخذ البيعة وإجازة الإرشاد عن شيخ عصره مولانا عبد الوالي قدس الله سره. وصنف كتبًا:

- رسالة في أحوال مُلا نظام الدين
- رسالة في أحوال مُلا عبد الحق بن مُلا سعيد

- رسالة في أحوال السيد إسماعيل البلگرامي
- رسالة في حال شيخه وسمّاه الأسرار العالية
- رسالة في التصوف

قرأت عليه المثنوي الرومي لأنه قرأها على شيخه مرارًا. توفي في سنة إثنين وعشرين بعد الألف والمأتين [والثلث مأة]. ولم يعقب ولدًا. وكان له ولد عبد الستار توفي في حياته.

[۷۳]

مُلّا عبد العلي المكنى بأبي تراب

[المتوفى: ۱۲۹۱ھ]

وأصغر منه ملا عبد العلي المكنى بأبي تراب: تلمذ على مُلا نعيم بن مُلا عبد الحكيم ولم يرض به، وذهب إلى علي گڈه، وقرأ على مولانا لطف الله، صار عالمًا فاضلًا. توفي سنة إحدى وتسعين بعد الألف والمأتين في شبابه عام فراغه عن تحصيل الكتب الدرسية. ولم يعقب.

[۷۴]

مُلّا عبد الرب

[المتوفى: ۱۲۵۳ھ]

وأصغرهم مُلا عبد الرب: أخذ العلوم عن والده بحر العلوم، وحصل له استعداد، توفي سنة ثلث وخمسين بعد الألف والثلث مأة [والمأتين]. وترك إبنًا إسمه مُلا عبد الحكيم.

[۷۵]

مُلّا عبد الحكيم

[المتوفى: ۱۲۸۷ھ]

مُلا عبد الحكيم: أخذ العلوم عن والده، وعن مولانا دائم مريد ملا أنوار الحق قدس سره، وعن مُلا نور الحق بن ملا أنوار الحق. وكتب شروحًا وحواشي، منها:

شرح هداية الصرف لجده، وحاشية حمد الله، وحشى دائرة الأصول. وسمعنا أنه كتب حاشيةً على الهداية ولكن ما خرج عن صناديق أولاده وشاع. وبايع على يد شاه نجات الله الكرسوي، توفي سنة سبع وثمانين بعد ألف ومأتين. وترك إبنين مُلا محمد نعيم أصغرهما، وسيأتي ذكره في حرف النون.

[٧٦]

مُلّا عبد الحليم ابو الحياء

[المتوفى: ١٣٠٠هـ]

وأكبرهما مُلا عبد الحليم: أخذ العلوم عن مُلا قدرت علي، وعن مولوي نور الكريم الدريابادي. وبايع على يد أبيه. ولم أعلم أنه صنف أم لا، توفي سنة ألف وثلث مأة. وقد كتب إبنه الأصغر أحواله في رسالة مستقلة سمّاها ’روضة النعيم‘. وترك أربع بنين.

[٧٧]

مُلّا عبد الخالق

[المتوفى: ١٣٢٨هـ]

أكبرهم مولانا عبد الخالق: قرأ على أبيه وعمه وصنف في مسئلة علم الغيب رسالة. وله إبن مولوي محمد عبد القادر يقرأ على مولوي محمد أسلم وعلى مولانا عبد الحميد وعلى مولانا عبد المجيد رزقه الله علمًا.

[٧٨]

المولوي عبد الغني

[————]

وأصغر منه مولوي محمد عبد الغني لم يبلغ إلى درجة العلماء حياه الله وحفظه.

[٧٩]

مُلّا عبد المجيد أبو الغناء

[المتوفى: ١٣٤٠هـ]

وأصغر منهم مولانا عبد المجيد أبو الغناء: تلمذ نبذًا من الكتب على أخي مولانا عبد الحي، وعلى عمه مُلا محمد نعيم، وعلى أستاذي مولانا عين القضاة. وهو يكتب شرح هداية الصرف. وله إبنان.

[٨٠]

المولوي عبد الرشيد

[———]

[أولهما] مولوي عبد الرشيد: يقرأ العلوم على أبيه وعلى عمه مولوي عبد الحميد، رزقه الله علمًا نافعًا.

[٨١]

الحافظ عبد الماجد

[———]

والآخر صبي يحفظ القرآن إسمه عبد الماجد، حفظه الله ورزقه علمًا نافعًا.

[٨٢]

مُلّا عبد الحميد

[المتوفى: ١٣٥٣هـ]

وأصغر منهم مولانا عبد الحميد: تلمّذ على مُلا عبد المجيد، وعلى مُلا فضل الله بن مُلا نعمت الله. وقيل أنه قرأ على أستاذي مُلا عين القضاة مدظله، ولكن أستاذي أنكر أمامي تلمذه. وبايع على يد أبيه وقام مقامه، ودخل في بيعته خلق كثير. وله تصانيف، منها:

- حاشية القدوري

- حاشية الجلد الثالث من شرح الوقاية
- ضمين الصرف
- الكلام القدسي تفسير آية الكرسي.

وله ولد إسمه عبد الولي سلمه الله ورزقه علمًا نافعًا.

[٨٣]

مُلا عباد الحق

[المتوفى: ١٢٩٤هـ]

مولوي عباد الحق بن مُلا نظام الحق، بن مُلا سراج الحق، بن مُلا نور الحق، بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن القطب الشهيد. تلمّذ على مُلا فضل الله، بن مُلا نعمت الله، و مُلا عبد الحي بن مُلا عبد الحليم. توفي في حالة شبابه سنة أربع وتسعين وألف ومأتين. وخلف إبنًا إسمه مولوي نصير الحق سيأتي ذكره [في حرف النون].

[٨٤]

مُلا عظمت الله

[المتوفى: ١٣٥٦هـ]

ملا عظمت الله بن مولانا احمد الله، بن ملا نعمت الله، بن ملا نور الله، بن ملا ولي، بن القاضي غلام مصطفى، بن مُلا أسعد، بن القطب الشهيد. تلمذ على مولانا عبد الحميد وعلى مولانا محمد إفهام الله، وعلى مولانا عبد الباقي، وعلى مولانا عين القضاة، وعلى مولانا فضل الله، وعلى مولوي محمد فاروق الپوربی. وله تصانيف منها حاشية 'نفحة اليمن'. وهو مدرس أول في المدرسة النظامية الواقعة في فرنگي محل، لهذا العام مرخصاً عن المدرسة الانگريزية. وله إبن إسمه عزت الله، سلمه الله ورزقه علمًا نافعًا.

[٨٥]

مُلّا عليم الله

[――――――――]

مولوي عليم اللهؒ بن مولوي حبيب اللهؒ، بن مولوي محب اللهؒ، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن ملا قطب. كان فاضلًا مستعدًا. مات في شبابه بلا ولد.

حرف الغين

[٨٦]

مُلّا غلام مصطفى

[——————]

مُلا غلام مصطفى بن مُلا أسعد، بن مُلا القطب الشهيد. تلمذ على عمه مُلا نظام الدين، وارتحل بعد انفراغ الدرس لطلب المعاش إلى دهلی، وحصل له سند القضاء وحصلت بينه وبين القاضى المعزول عداوةً، فقرر أشخاصا لقتله، ومعه إبنه الأكبر ملا محمد علی، فقتلوهما. وترک إبنين مُلا محمد حسن مرّ ذكره ومُلا ولي سيأتي ذكره [في حرف الواو].

[٨٧]

مُلّا غلام دوست محمد

[——————]

مُلا غلام دوست محمد بن مُلا حسن المذكور: حفظ القرآن والعلوم، وسافر لأجل الحج إلى ساحل 'سورت' فتوفي هناک وترک ثلث بنين.

[٨٨]

مُلّا غلام يحيٰ

[——————]

أكبرهم مُلا غلام يحيٰ: تلمّذ على المفتي ظهور الله، وصار صدر الصدور في

بنارس. وترك أربع بنين من زوجة الوطن المـلّا حبيب الله، ومُلا خليـل الله، قد مرّ ذكرهما. ومُلا نظام الدين، ومُلا قطب الدين، سيأتي ذكرهما. وترك إثنين من زوجة أخرى من غير كفوء، مُلا محمد رضا، ومُلا الٰهى بخش، وكلاهما صار عالمين فاضلين. ولهما أولاد لا نعلم أسمائهم.

[٨٩]

مُلّا غلام ذكريا

[ــــــــــــ]

وأوسطهم مُلا غـلام ذكريا: تلمّذ وصار عالمًا فاضلًا، منصفًا ببنارس. وخلف أبناء، منهم المولوي غلام مرتضى تلمّذ على مولانا عبد الحليم وغيره، توفي سنة ثلث وعشرين بعد ألف ومأتين [والثلث مأة]. له ثلث بنين مولوي غـلام محي الدين، ومولوي غياث الدين، ومولوي غلام جيلانى، وحصل لهم عهدة الوكالة في رياسة النظام. وأكبرهم حفظ القـرآن في الشيب. وأوسطهم ولد إبنين معيـن الدين، وفريد الدين، سلمهما الله ورزقهما علمًا نافعًا. والآخر المولوي غلام نبي كان فاضلًا حسنًا. ترك إبنين المولوي عبـد الغفور، والمولوي عبـد الغني سلمهما. والآخر المولوي غـلام رسول، توفي سنة إحدى وتسعين وألف ومأتين. ولم يخلف ولدًا.

[٩٠]

مُلّا غلام محمد

[ــــــــــــ]

وأصغرهم وهو الثالث من أولاد [ه، أى ملا غلام دوست محمد] المولوي غلام محمد. قال صاحب خير العمل: كـان من الأفـاضل وكان له من الأبناء ثلثـة، المولوي غلام على، مات في التاسع والعشرين من صفر سنة إحدى وتسعين في بلدة ناگپور. وخلف إبنًا إسمه غلام حسـن وهو موجـود في ناگپور. والمولوي غلام قادر توفي في

بلدة باندا سنة خمس وستين وألف ومأتين. وخلف إبنًا إسمه غلام ستار أبقاه الله، والمولوي غلام مجتبى مات في لكهنؤ سنة خمس وسبعين، وترك إبنًا إسمه مولوي أحسن الله، وهو مدرس في المدرسة النظامية. قال صاحب خير العمل: وهؤلاء كلهم كانوا من العلماء.

[٩١]

ملّا محمد غضنفر

[المتوفى: ١٢٧٠ھ]

مولانا محمد غضنفر بن مولانا حيدر، بن مُلا مبين، بن مُلا محب الله، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. أخذ العلوم عن المفتي ظهور الله وغيره، ودرس الطلبة زمانًا، وكان حج مع والده، ثم ذهب مع أبيه إلى حيدر آباد الدكن، وتوفي سنة سبعين بعد الألف والمأتين. وكان شاعرًا، حسن النظم. وصنف شرحًا للتهذيب. ولم يخلف ذكرًا.

حرف الفاء

[٩٢]

ملّا أبو الفضل

[———]

ملّا أبو الفضل بن ملّا محمد يعقوب، بن ملّا عبد العزيز، بن ملّا سعيد، بن القطب الشهيد. أخذ العلوم عن أخيه الأكبر ملّا عبد القدوس، وتوفي بعد وفات والده بغير أولاد.

[٩٣]

ملّا فضل الله

[المتوفى: ١٣١١هـ]

ملّا فضل الله بن ملّا نعمت الله، بن ملّا نور الله، بن ملّا محمد ولي، بن ملّا غلام مصطفى، بن ملّا أسعد، بن ملّا قطب الدين. قرأ الكتب على المولوي عبد الحليم بن المولوي أمين الله، وعلى المولوي عبد الوحيد، وعلى جدي المولوي عبد الرزاق، وعلى أبيه. وقام يدرس ويفيد، وكان في عصره عديم المثل في المنطق. صنف حواشي كثيرة منها حاشية على الحواشي الجلالية للتهذيب، وحاشية على الحواشي الزاهدية لها. وبايع على يد جدي مولانا عبد الرزاق قدس سره. وحج وتوفي في سنة إحدى عشر وألف وثلث مأة. ولم يعقب ولدًا. وكان له تلاميذ لا يحصى عددهم.

حرف القاف

[٩٤]

المولوي قطب الدين

[——————]

المولوي قطب الدين بن مُلا غلام يحيىٰ، بن مُلا غلام دوست محمد، بن مُلا حسن، بن القاضي غلام مصطفى، بن مُلا أسعد، بن القطب الشهيد. أخذ العلم عن المفتي محمد يوسف، والمولوي عبد الحكيم. وولد له ثلث بنين، أكبرهم مُلا اسحق وأوسطهم مُلا الياس، وأصغرهم محمد يوسف. وتزوج بامرأة أخرى فولدت له أربع بنين، مُلا حيدر، ومُلا محمد سليمان، ومُلا عيسىٰ، ومحمد عمر. وله تصانيف عديدة وحواشي متفرقه، منها شرح معارج العلوم، وشرح غاية العلوم، وتفسير سورة يوسف. توفي وكان في حيدر آباد الدكن.

حرف الكاف

[٩٥]

مُلاأبو الكرم

[ـــــــــــ]

مُلاأبو الكرم بن مُلا محمد يعقوب، بن مُلا عبد العزيز، بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. برع في العلوم الظاهرية ثم توجه إلى العلم الباطني، والأوراد، والاشتغال. بايع على يد الشيخ عبد الله البغدادي. وترک إبنًا مولوي عبد الوالي قدس سره وقدمرّ ذكره.

[٩٦]

مُلاكرامت الله

[المتوفى: ١٣٠٨ھ]

مُلا كرامت الله بن مُلا عبد الرب، بن مُلا سعد الدين، بن مُلا أحمد حسن، بن مُلا رضا، بن مُلا القطب. قرأ الكتب على ملا أمين الله، وعلى ملا نعمت الله، ومُلا قدرت علي. كان مشغولًا بالوعظ وفكر المعاش. توفي سنة ثمان وثلث مأة وألف. وخلف إبنًا إسمه.

مولوي شرافت الله:

قرأ الكتب على جده الفاسد ملا حامد، وبايع على يده. وحصل له عهدة ’’ڈپٹی

كلكٹر" في الحكومة الإنكليزية. وهو مشغول في الأوراد والأذكار. وله ثلث بنين،

مولوي هدايت الله:

أكبرهم مولوى هدايت الله حفظ القرآن. قرأ على مُلا إفهام الله، وعلى مُلا عبد الباقي، وبايع على يد جدي مولانا عبد الرزاق، وأجازه في جميع السلاسل والأوراد والأذكار، وقرأ على أبي رسالتين في الأذكار. وله ثلث بنين، سخاوت الله، وصبغت الله، وإرادت الله، حفظهم الله.

مولوي سلامت الله:

وأوسطهم مولوى سلامت الله، تلمذ عليّ، وعلى مولوي عبد المجيد. وإلى الآن مشتغل بتحصيل الكتب العربية عندي، وقرأ الكتب الانكليزية حتى برع. وله ولد محمد شفيع، يحفظ القرآن حفظه الله.

مولوي عنايت الله:

وأصغرهم مولوى عنايت الله، تلمذ عليّ، وعلى مولانا عبد الباقي، وعلى المفتي محمد يوسف بن مولوي محمد قاسم، وعلى مولوي عظمت الله بن المولوي أحمد الله، وله تصانيف.

حرف اللام

[٩٧]

مُلّا لمعان الحق

[المتوفى: ١٣٢٣هـ]

مُلّا لمعان الحق بن مولانا برهان الحق، بن مُلا نور الحق، بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب. قرأ على أبيه وعلى مُلا عبد الحكيم بن مُلا عبد الرب، وعلى إبنه مُلا محمد نعيم. وبايع على يد أبيه وقام مقام أبيه. وله ثلث بنين.

مولوي شمس الحق:

أكبرهم مولوي شمس الحق، حفظ القرآن وقرأ العلوم الرسمية، وهو مشغول في فكر المعاش في حيدر آباد الدكن.

مولوي وهاج الحق:

وأوسطهم مولوي وهاج الحق، قرأ العلوم على أبيه وعلى مولانا عبد الباقي، وعلى مولانا عين القضاة. وقرأ الطب على الحكيم عبد العزيز، وعلى الحكيم عبد الوحيد. وهو مشغول في معالجة الناس وهم ينتفعون به.

مولوي إمتياز الحق:

وأصغرهم مولوي إمتياز الحق، قرأ على أبيه وعلىَ وعلى مولوي حافظ أحمد، وهو مشغول في التحصيل. رزقه اللهُ علمًا.

حرف الميم

[۹۸]

مُلّا مراد الله

[المتوفى:۱۲۸۱ھ]

مُلا مراد اللهؒ بن مُلا نعمت اللهؒ، بن مُلا نور اللهؒ، بن مُلا محمد ولي، بن مُلا غلام مصطفى، بن مُلا أسعد، بن مُلا القطب. تلمذ على أبيه، وصار عالمًا. وحج مع مولانا عبد الحليم، ورجع وهو مبتلي بالإسهال. توفي في حياة أبيه، سنة إحدى وثمانين بعد ألف ومأتين. ولم يعقب.

[۹۹]

مُلّا محب الله

[——————]

مُلا محب اللهؒ بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا قطب الدين. تلمذ على مُلا نظام الدين، واشتغل في فكر المعاش ولم يتيسّر التدريس وكان عالمًا فاضلًا مستعدًا. وله ثلث بنين، مُلا مبين، مُلا حبيب اللهؒ، مُلا محمد إسحق وقدمرّ ذكرهما.

[۱۰۰]

مُلّا محمد مبين

[المتوفى:۱۲۲۵ھ]

مُلا مبين بن مُلا محب اللهؒ المذكور: قرأ على مُلا حسن بن مُلا غلام مصطفى.

وصنف كتبا كثيرة مفيدة لحلّ المغلقات، ودفع المعضلات.

- ●شرح المسلم
- ●شرح السلّم
- ●حاشية الزواهد الثلث
- ●حاشية على مقام المثناة بالتكرير للصدر
- ●رسالة في مسائل الصيام
- ●رسالة في فضائل أهل البيت
- ●كنز الحسنات
- ●شرح التبصرة وغيرها.

توفي سنة خمس وعشرين بعد الألف والمأتين، ترك ثلث بنين مُلا حيدر و مُلا صفدر، قد مرّ ذكرهما.

[١٠١]

مُلّا محمد معين

[المتوفى: ١٢٥٨هـ]

ملا محمد معين [بن مُلا مبين]: قرأ الكتب على أبيه وأخويه. وحشى جميع الكتب الدرسية، وصنف:

- ●رسالة في تراجم أصحاب الرموز المذكورة في الحصن الحصين
- ●غاية البيان فيما يحل ويحرم من الحيوان
- ●حاشية شرح هداية الحكمة
- ●تفسير آيات الميراث
- ●رسالة في القرأة خلف الإمام
- ●رسالة المعينة في تحريم المتعة

- مجموعة الخطب والفتاوى.

توفي سنة ثمان وخمسين بعد ألف ومائتين. ترك إبنين أكبرهما مولوي أمين، قرأ الكتب الدرسية على والده، وتوفي في شبابه سنة إثنين وستين وألف ومائتين، ولم يخلف. وإبنه الأصغر مُلا علي محمد، ومرّ ذكره.

[١٠٢]

مُلا محمد مهدي

[المتوفى: ١٣٠٢هـ]

مُلا مهدي بن المفتي مُلا محمد يوسف، بن المفتي محمد أصغر، بن المفتي أبو الرحم، بن المفتي محمد يعقوب، بن مُلا عبد العزيز، بن مُلا سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. تلمذ على أبيه وصار عالمًا. توفي سنة إثنين وألف ومائتين [والثلث مأة]. وترك إبنين مولوي محمد قاسم حفظ القرآن وله ولد إسمه محمد يوسف سيأتي ذكره. ومولوي أبو محمد مات بلا عقب.

حرف النون

[١٠٣]

مُلّا نظام الدين محمد

[المتوفى: ١١٦١ﻫ]

مُلّا نظام الدين بن مُلّا قطب الدين: لقبه "استاذ الهند"، قرأ العلوم على أبيه وغيره من الإخوة، وعلى الحافظ أمان الله البنارسي، وعلى المُلّا علي قلي الجائسي، وعلى غلام نقش بند اللكهنوي. درس الطلبة فصاروا كملة، منهم القاضي مبارك وأمثاله. صنف:

- شرح المسلّم
- شرح تحرير الأصول
- الصبح الصادق
- شرح المنار
- حاشية شرح العقائد الجلالي
- حاشية الحواشي القديمة الجلالية
- حاشية شرح هداية [الحكمة] للصدر [الدين الشيرازي]
- حاشية الشمس البازغة
- شرح الرسالة المبارزية

- المناقب الرزاقية

- رسالة في وضوء الرسول.

وبايع على يد السيد عبد الرزاق البانسوي، وكان زاهدًا، ورعًا، عديم النظير. توفي سنة إحدى وستين بعد المأة والألف. وهو الذى هذب التـدرس فلذاسمّى بالنظامية. وله كرامات شهيـرة وأخلاق مرضية ذكرها الواصفون. ترك إبنًا إسمه عبد العلي بحر العلوم، مرّ ذكره.

[۱۰۴]

مُلّانور الحق

[المتوفى: ۱۲۳۸ھ]

مولانا نور الحق بن مُلا أنوار الحق، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد. أخذ العلوم عن مُلا بحر العلوم. وتلمذ عليه خلق كثير، ومن تلاميذه مولانا فضل الرحمن المشهور عاصرناه. وصنف تفسير سورة الفاتحة، وعلق على الكتب الدرسية تعليقات متفرقة. توفي سنة ثمان وثلثين وألف ومأة [ومأتين]. وكان مريد أبيه، وما هو مشهور من أنه أخذ الإجازة عن مولانا عبد الرحمن الصوفي، فليس بشئ. ترك إبنين مولانا سراج الحق، ومُلا برهان الحق. وقد مرّ ذكرهما.

[١٠٥]

مُلّانظام الحق

[المتوفى: ۱۲۷۴ھ]

مُلا نظـام الحق بن مُلا سراج الحق، بن مُلا نور الحق المذكور. حفظ القرآن، قال صاحب خير العمل: كان حافظًا للقرآن، سعيدًا، فاضلًا، صالحًا. وكان حسن الصوت، عالمًا، حسن الوعظ والنصيحة. ارتحل إلى بلاد پورب، وأجرى طريق الإرشاد، وبايع على يده خلق كثير. توفي في الخامس والعشرين من المحرم سنة

أربع وسبعين بعد الألف والمأتين. وله أربع بنين، أكبرهم مولوي حسـام الحق، قرأ على مُلا محمد نعيم، وحصل له إستعداد علمي. والآن مشغول في عهدة الوكالة في حيدر آباد الدكن. وأصغر منه المولوي صمصام الحق، وأصغر منه مولوي عباد الحق مرّ ذكرهما. وأصغر منه مولوي زهاد الحق توفي سنة ثلث وعشرين بعد ألف ومأتين. ولم يعقب ولذا ذكرنا.

[١٠٦]

مُلّا نصير الحق

[المتوفى: ١٣٦٤هـ]

مولوي نصير الحق بن مولوي عباد الحق المذكور: قرأ العلوم على الحافظ شاه علي أنور الكاكوروي، وعلى مولانا عبد الباقي، وعلى مولانا عين القضاة. وتوجه إلى الطب عند الحكيم عبد العزيز، وهو مشغول في معالجة الناس. حيّاه الله ورزقه ولدًا صالحًا.

[١٠٧]

مُلّا نور الله

[المتوفى: ١٢٦١هـ]

مُلا نور الله بن مُلا محمد ولي، بن القاضي غلام مصطفى، بن مُلا أسعد، بن مُلا القطب. قرأ على أبيـه وعلى مُلا عبد الواجد الخير آبادي، وبرع في العلوم خصوصاً في الحساب والهندسه والهيئة، وفاق على أقرانه في الفنون المذكورة. وفوض إليه الإفتاء، ثم في آخر عمره ترك الدنيا واشتغل بالأذكار والأوراد. علق على الكتب الدرسية، وله رسالة مستقلة في الجبر والمقابلة. وتلمذ عليه خلق كثير، وكان مشهوراً في توضيح المطالب وتوقيعها في ذهن الطالب. توفي سنة إحدى وستين بعد الألف والمأتين. وخلف ثلاث بنين، مُلا أسد الله ومُلا رحمت الله، مر ذكرهما.

[١٠٨]

مُلا نعمت الله

[المتوفى: ١٢٩٠ھ]

وأوسطهم مُلا نعمت الله: أخذ العلم عن أبيه وعن عمه المفتي ظهور الله، واشتغل بالتدريس والمطالعة، حتى صار متبحرًا في العلوم العقلية، لا سيما في الرياضية كأنه ورث عن أبيه. وقد فوض إليه إفتاء العدالة ببلدة فيض آباد، وببلدة لكهنؤ. ثم صار ملازمًا ببلدة بڑوده من بلاد گجرات عند الحكيم هاشم علي خان الموهاني، وعند حاكم بلدة بيئا. وكان محترمًا، معززًا عند الأمراء، وكان أعقل زمانه ولم ير مثله في أقرانه. علّق على جميع الكتب الدرسية، ولم يولف كتابًا مستقلًا. توفي سنة تسعين بعد الألف والمأتين ببلدة بنارس. وخلف إبنين المولوي فضل الله وقد مرّ ذكره.

ومولانا أحمد الله:

حفظ القرآن وأخذ العلم عن أبيه وعن عمه مُلا رحمت الله وأخويه مولانا مراد الله ومولانا فضل الله، ومولوي عبد الله بن المولوي خليل الله. وله إبنان مولوي عظمت الله قد مرّ ذكره.

ومولوي بركت الله:

قرأ الكتب على مُلا محمد إفهام الله، وعلى أخيه المُلا عظمت الله، وعلى أخيه ومحبّه محمد قيام الدين عبد الباري. وحفظ القرآن. وله تصانيف كثيرة منها:

- التحقيق المنطقية على شرح الشمسية
- دفع الاشتباه عن شرح السلّم لحمد الله
- تحقيق الأتقن على شرح السلّم لمُلا حسن
- تنوير المصباح على مراح الأرواح
- ترتيب القيومي على شرح الجامي

- أنوار الأتقياء ترجمة تذكرة الأولياء
- مرآة الواعظين ترجمة درة الناصحين
- الزواهر ترجمة الجواهر الخمس
- منية الراغبين ترجمة غنية الطالبين
- ترجمة فصوص الحكم
- أنوار الهداية ترجمة شرح الوقاية

والتعليقات على الكتب الدرسية وأكثرها انطبعت. وبايع على يد مولانا محمد عبد الرؤف بن مُلا عبد الوهاب قدس الله أسرارهما، وحصل له إجازة عامة، بارك الله في عمره ونفعنا والمسلمين بطول حياته.

[١٠٩]

مُلا محمد نعيم الله

[المتوفى: ١٢٨٢ھ]

مُلا محمد نعيم الله بن مُلا حبيب الله، بن مُلا محب الله، بن مُلا عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا قطب الدين الشهيد. قرأ على أخيه الأكبر ملا ولي الله، وعلى ملا مبين. وكان ذا احترام تام وإعزاز كامل لدى أهل الدول. وصنف رسالة في الفرائض. وترك إبنًا إسمه

مُلا إحسان الله:

قرأ على مُلا ولي الله وعلى مُلا محمد معين. وعلّق على بعض الكتب الدرسية، وصنف كتبا منها: أحسن القصص، وتاريخ الخلفاء، ورسالة سمّاها "رياض المسلمين فى ذكر مناقب الخلفاء الراشدين".

توفي سنة أربع وعشرين وألف وثلث مأة. ولم يخلف غير ولدين. ألاول

ملا مجيب الله:

قرأ العلوم على مُلا فضل الله وعلى مُلا أفضل الحسن بن مُلا ظهور علي، واشتغل باكتساب المعيشة في عهدة الوكالة في حيدر آباد الدكن. وصنف كتبا منها: نهج البيان شرح الميزان، والإفادة في باب الشهادة وغيرهما. والثاني مولوى محب الله

مولوي محب الله:

قرأ العلوم على مُلا إفهام الله وغيره، توجه إلى الطب، ثم اشتغل بعهدة الوكالة في الدكن. وله ثلث بنين، روح الله، نور الله، ظهور الله، حيّاهم ورزقهم الله علمًا نافعًا.

[١١٠]

مُلّا نظام الدين بن ملا غلام يحيٰ

[المتوفى: ١٢٩٠هـ]

مُلا نظام الدين بن مُلا غلام يحيٰ، بن مُلا غلام دوست محمد، بن مُلا حسن، بن مُلا غلام مصطفى، بن مُلا أسعد، بن مُلا القطب. قرأ العلوم على مُلا عبد الحليم بن مُلا أميـن الله. ودرس مدةً في بلـدة ناگپـور. تـوفي نائـمًا سنـة تسعين وألف ومأتين. ولم يخلف ذكرًا.

[١١١]

مُلّا محمد نعيم

[المتوفى: ١٣١٨هـ]

مُلا محمد نعيم بن مُلا عبد الحكيم، بن مُلا عبد الرب، بن مُلا بحـر العلوم، بن مُلا نظام الدين. تلمّذ على والده، وعلى المولوي كمال الدين الموهاني. وزار الحرمين واشتغل بالدرس والوعظ والإفتاء ولم يلتفت إلى زهرة الدنيا.

وأخذ السلسلة عن أبيه وقد أجازه، فدخل في سلسلته خلق كثير. ولم يبق نظيره في آخر عمره. صنف كتبًا متشتةً متفرقةً لم تكمل إلا قليلًا سواء "تنقيد الكلام"، فإنه طبع. توفي سنة ثمان عشر بعد الألف والثلث مأة. ولم يخلف إلا إبن إبنه مولوي أسلم بن مُلا محمد أكرم، حيّاه الله.

حرف الواو

[١١٢]

مُلا محمد ولي

[المتوفى: ١١٩٨ھ]

مُلا محمد ولي بن القاضي غلام مصطفى، بن مُلا أسعد، بن القطب الشهيد. أخذ العلم عن مُلا نظام الدين وعن مُلا كمال الدين الفتح پوری، و أخذ العلم الباطني مُلا نظام الدين. وله كرامات شهيرة مذكورة في خير العمل وغيره. صنف الحواشي والشروح، كشرح سلّم العلوم، والحواشي على الزاهدية القطبية، وعلى الزاهدية التهذيبية. تدلّ على تبحره في جميع العلوم. توفي وترك ثلث بنين، ملا عزيز الله، والمفتي ظهور الله وملا نور الله، وقد مرّ ذكرهم.

[١١٣]

مُلا ولي الله

[المتوفى: ١٢٧٠ھ]

مولانا ولي الله بن مُلا حبيب الله، بن مُلا محب الله، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. أخذ العلوم عن مولانا عبد القدوس والمفتي ظهور الله وعن والده وعن عمه مولانا محمد مبين، وفرغ فبرع في جميع العلوم، وكان له عزّ وجاه في عيون الأمراء. صنّف كتبا كثيرةً، لم يصنّف مثله في هذا الشجرة المباركة الطيبة.

شي على حاشية السيد الزاهد

- منها الحواشي على حاشية الزاهد المتعلقة برسالة القطبية
- منها الحواشي على حاشية الزاهد المتعلقة بالحواشي التهذيب الجلالية
- منها الحواشي على شرح هداية الحكمة للصدر الشيرازي
- منها الحواشي على حاشية ملا كمال الدين الفتح پوري المتعلقة بشرح العقائد الجلالي
- منها رسالة مسمّاة بالإيقاظات في بحث العلم
- منها شرح الإيقاضات
- منها رسالة في مسئلة التشكيك
- منها رسالة في بحث كلامي هذا كاذب
- منها شرح سلّم العلوم
- منها شرح مسلّم الثبوت في مجلدين
- منها رسالة بالفارسية في ما يتعلق بالرياسة و السلطنة
- منها رسالة بالفارسية مسمّاة بعمدة الوسائل
- منها رسالة بالفارسية مسمّاة بالأغصان الأربعة للشجرة الطيبة
- منها تفسير القرآن العظيم في ثمان مجلدات
- منها الحواشي على الحواشي الزاهدية المتعلقة بشرح المواقف.

وله غير ذلک من التاليفات النافعة. توفي سنة سبعين و ألف و مأتين. وترک ثلث بنين.

مولانا إنعام اللهؒ:

أولهم مولانا إنعام الله قرأ العلوم على المفتي محمد يوسف، وعلى أبيه، وعلى مولوي لطف اللهؒ الغازی پوری. کان محترمًا لدی الانکلیز. صنف کتبًا، منها رسالة فی حالة جدي مولانا عبد الرزاق. و کان له إبن مولوي إفهام اللهؒ، قد مرّ ذکره. ولم يعقب

ولداً ذكراً.

مولانا أفضال الله:

وأوسطهم مولانا أفضال الله قرأ العلوم وتوجّه إلى الطب، وهو مقيم في فيض آباد. ليس له ولد.

مولوي صفي الله:

وأصغرهم مولوي صفي الله قرأ نبذًا من العلوم، واشتغل باكتساب المعيشة، وهو ملازم في رياسة النظام. حفظهما الله.

حرف الياء

[١١٤]

المفتي محمد يعقوب

[المتوفى: ١١٨٧هـ]

مُلا محمد يعقوب بن مُلا عبد العزيز، بن ملا سعيد، بن مُلا القطب الشهيد. قرأ العلوم على مُلا نظام الدين، وعلى مُلا حسن. وكانت له مهارة في الفقه، صار مفتي العدالة، ثم ضعف بصره. توفى سنة سبع وثمانين بعد ألف ومأتين [ومأة]. وخلف أربع بنين مُلا عبد القدوس، ومُلا أبو الفضل، ومُلا أبو الكرم، ومُلا أبو الرحم، وقدمرّ ذكرهم.

[١١٥]

المفتي محمد يوسف بن محمد أصغر

[المتوفى: ١٢٨٦هـ]

مُلا محمد يوسف بن المفتي محمد أصغر، بن المفتي أبو الرحم، بن المفتي محمد يعقوب المذكور. قرأ بعض الكتب على المفتي ظهور اللهؒ، وبعضها على مُلا نور اللهؒ بن مُلا محمد ولي، تبحّر في العلوم العقلية والنقلية. وكانت له مهارة في الفقهيات. بايع على يد مولانا أنوار الحق، وأخذ الأشغال الباطنية عن مولانا عبد الوالي. كان ذا صورة حسنة وسيرة مستحسنة. فوض له إفتاء العدالة في لكهنؤ، وبعد إنقراض السلطنة سافر إلى جون پور، ولا زال مدرسا، تلمذ عليه خلق كثير. ثم سافر للحج

والزيارة. وتوفي في سنة سبع وثمانين وألف ومأتين في مدينة الرسول صلى الله عليه وسلم، ودفن في البقيع قدّام قبة سيدنا إبراهيم صلوات الله عليه وعلى آبائه والسلام، فيالله من مرقد ومقام. صنّف كتبًا عديدة، منها:

- حواشي شرح السلّم لمُلّاحسن
- حواشي شرح السلّم للقاضي مبارك
- حواشي الشمس البازغة
- تكملة حواشي مُلاحسن على الشمس البازغة
- له حواشي على تعليقات الشفاء.

ترك إبنًا المولوي محمد مهدي، قدمر ذكره.

[١١٦]

المفتي محمد يوسف بن محمد قاسم

[المتوفى: ١٣٤٤هـ]

المفتي محمد يوسف بن مولوي محمد قاسم، بن مولوي محمد مهدي، بن المفتي محمد يوسف المذكور. قرأ العلوم على مولانا عبد الحي وعلى مولانا عين القضاة وعلى مولوي حفيظ الله البوربي وعلى مولوي عبد الوهاب البهاري وغيرهم. وتوجّه إلى إشاعة الكتب والعلوم. له ملكة علميّة وقوة عمليّة. ولد له ثلث بنين، أبو الرحم محمد أيوب، وأبو الفضل محمد يونس، وأبو الكرم محمد إدريس. حيّاهم ورزقهم علمًا نافعًا.

هذا آخر ما أردت تسطيره. والحمد لله أوله وآخره والصلوة والسلام على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين.

□□□

[أحوال الأم]

بسم الله الرحمن الرحيم

حامدًا ومصليًا ومسلمًا

إعلم أنه في أثناء اشتغالي بهذه التذكرة توفيت أمّي رحمة الله عليها، فأحببت أن أذكر حالها، فإنّها كانت ممتازة بين أقرانها بالعلم والصلاح والعبادة والتقوى والجود والسخاء وغيرها من المحاسن الجميلة والأخلاق المرضية الحميدة. فأقول:

هي بنت عمدة العلماء مولانا ظهور علي، بن ملك العلماء مُلا محمد حيدر، بن مُلا محمد مبين، بن مُلا محب الله، بن مُلا أحمد عبد الحق، بن مُلا محمد سعيد، بن ملا قطب الدين الشهيد.

ولدت سنة ألف ومأتين وثلث وستين في حيدر آباد دكن، وتوفي أبوها سنة خمس وسبعين، فربت والدتها وأخوها الأكبر مولوي ظهور الحسن، وأدّبوها، وعلّموها القرآن واقرؤها الكتب الدينية. وعلمت عن أخيه الأكبر الكتابة، وعرفت من الصناعات التي تليق بنساءنا. وقد وهبها الله تعالى قوة الحفظ، ورزقها التوجه إلى العلوم. فقرأت على أخيه من الكتب الفقه والحديث كتبًا عديدةً، وحفظت طرفًا من البخاري وكثيرًا من مسائل الهداية، حتى أرشدتني في بعض المسائل بأن المسئلة

مذكورة في الهداية، وكلّما رأيت الهداية وجدت حسب ماقالت، فسألتها كيف علمت أنها مذكورة في الهداية وأنت لا تفهم لسان العرب، قالت أن أخي الأكبر كان عادته أنه كلّما يقرأ الكتب يسمعني سبقه، ويعلمني، فحفظت عنه شيئًا كثيرًا من العلوم الدينية.

وقد رزقها الله زيارة الحرمين مرارًا، وكانت تحفظ جميع مناسک الحج ومسائل الزيارة وآدابها، ففي المرّة الأولى حجّت مع أمّها وأخويها وأختها العلاتية، وابن أختها المولوي محمد عبدالحي رحمهم الله سنة تسع وسبعين وألف ومأتين. ثم جاءت بها أمها وإخوتها إلى الوطن. وتزوجها بمولانا وأبينا الحافظ محمد عبدالوهاب بن مولانا عبدالرزاق قدس الله سرهما، سنة إثنين وثمانين وألف ومأتين. ثم ولدت إبنًا إسمه عبدالقادر، وتوفي في صغره. ثم ولدت بعد ثلث سنين بنتًا، فربتها بأحسن تربية، وكانت تحبّها حبًا شديدًا، ولما بلغت سنّ الزواج تهيئت التزويج، فأماتها الله تعالى في ذلک العام، وهو السنة الرابع ألف وثلث مأة، فصبرت أمّي على وفاتها صبرًا جميلًا، رزقها الله أجرًا جزيلًا. ثم ولدت بعد بنتها المذكور ولدًا، سمّاها جدّه عبدالفتاح سنة إحدى وتسعين بعد ألف ومأتين، فتوفاه الله وكان رضيًا. ثم رزقه ولدًا بعد سنة، فسمّاه جدّه محمد عبدالرؤف. ثم ولدت بعد سنين ولدًا وهو أنا الفقير محمد قيام الدين عبدالباري. ثم ولدت بعدي أختًا، أحياها الله، وهي زوجة المولوي عبدالباقي مدظله.

وكنت أعز أولادها عندها، فربتنا وأدّبتنا بالشفقة والراحة، وعلّمتنا حسن الأخلاق. وكانت لاتضيع أوقاتها ولا أوقاتنا في القصص والحكايات الخرافات الواهيات كما هو عادة النساء، بل تذكر عندنا خصوصًا وقت النوم أحوال الصالحين وتتعظ بمواعظ حسنة، وكانت تمنع عن الفحشاء، واللهو، وكلام اللغو. وعلمتني الكتابة في صغري، وعلمتني سير الرسول صلى الله عليه وسلم، وسير بعض الصحابة

رضوان الله عليهم أجمعين. وحفظت منها مسائل كثيرة من الفقه.

منها التوكل على الله في السـراء والضـراء، وكلما مرض ولد من أولادها أو شخص من أعزتها كانت لا تدعو إلا بالله ولا تستمد إلا منه، وتقرأ القرآن، والأور والأذكار.

ومنها الصبر على البلاء حتى لا تضطر بوفاة أحد من الأبناء، فقد توفي لها غير ولد وبنت جميع أولادها، فرأيتها صابرة محتسبة.

ومنها حسن المعاشرة مع الزوج والأولاد والأعزة.

ومنها صلة الرحم والإحسان والإعطاء خفية.

ومنها مواساة الفقراء وإعانة العاجزين والشفقة على الأولاد والخدم.

ومنها الإخلاص في العبادة وكثرتها.

ومنها الندامة على مساويها.

حتى قالت [لي] مراراً أدعو لي أن لا يخطر ببالي سوء الظن بأحد من المسلمين وكانت تقول أنا معاشـر النسـاء لا نجتنب عن الغيبة والحسـد والبهتان، والله تعالى يعفونا ويعصمنا عن هذه الرذائل. وأنا أحبّ أن لا أكلم أحداً كي لا أغتاب، ولكن لا استطيع أن أقعد ساكنة، فانّ النّاس يظنون بي الكبر.

وكانت بايعت على يد جدي مولانا عبد الرزاق قدس سره، ثم بعد وفاته حجت مرةً ثانيةً مع زوجـها وأولادهـا وأخيها الصـغير مولوي أفضل حسن وعمها مولوي نور الحسنين وغيرهم من الأعزة، سنة تسع وألف وثلث مأة، وكانت تحبّ أن تقيم في أحد الحرمين ولكن ما قدرت لأجل زوجها. ثم حجّت مرّةً ثالثةً مع أولادها بعد وفاة زوجها، سنة أحد وعشرين وألف وثلث مأة، وزارت بغداد وغيره[ها] من المآثر والمزارات فلما وصلت المدينة (على ساكنها ألف ألف الصلوة والتحيّة)، ألحت وأصرّت عليّ أن نتركها، لكن بقضاء الله وقدره ما قدّرنا على أن نتركها، فعادت إلى

الوطن كرها، وكانت تصر على إرجاعها إلى المدينة، فكأنها عاشقة (على ساكنها صلوة الله وسلامه) حتى تحب أن تترك أولادها ووطنها.

ثم توفي إبنها المولوي عبد الرؤف سنة اثنين وعشرين بعد ألف وثلث مأة، توجهت إلى العبادة والرياضة الشاقة، وكانت تتهجّد وتصلّى ليلاً ونهاراً. تقرأ القرآن، ودلائل الخيرات، وسير الرسول صلى الله عليه وسلم، ومغازي الخلفاء، وكانت تبكي عليهم. واشتغلت بإملاء كتب الحديث حتى نسخت نسختين من الشمائل النبوية للترمذي مع شرحها بالهندية وترجمتها.

وكانت تدعو أن تموت أمام ولدها الصغير. وكانت تريد الزيارة في كل عام، ولكن لاتصرّ لعلمها بأني لست بقادر على الزاد. مع ذلك قالت لي مراراً لو توصلني إلى ديار الحبيب صلى الله عليه وسلم لتطمئنّ قلبي، فلما آن وقت الوفاة طفق تصرّ على أن توصلني إلى المدينة وأن تشق عليك. وهذه الكلمة قالتها في التاسع من ذي الحجة الحرام، ثم بعد ثلث أيام في الثاني عشر من هذا الشهر جمعت بنات الأعمام وصنعت لهن طعاماً للضيافة، ثم مرضت في الليلة وما أخبرتني إلى الصبح، فلما طلع الفجر، أخبرتني أختي فذهبت عندها، فوجدتها مبتلية بالهيضة، ونبضها ساقطة وأطرافها باردة، وهي آئسة عن حياتها. فقالت لي لا أشفى من هذا المرض، وأموت وأذهب من الدنيا مع الحسرة على أن لا أموت في المدينة.

ثم جاءت الأطباء وعالجوها ولكن ما نفع العلاج، واشتدّ المرض، وكانت تصلي الفجر والظهر في وقتها. وقالت كنت قاصدة أن أختم دلائل الخيرات في هذا اليوم ولا أقدر، ثم ودعتنا وقالت أودعتكم الله، وودعت جميع الأعزة الموجودين، وقالت اعفوني زلاتي، ثم جلست وقالت لي كيف أفعل وأنا ذاهبة إلى الملك المختار، ثم تشهدت، وقالت لي كن شاهدًا على أنّي أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد رسول الله، ثم قالت رضيت بالله ربًا، وبالإسلام دينًا، وبمحمد صلى الله عليه

وسلم نبيًا ورسولًا.

ثم قالت لو شفيت من هذا المرض لأزور قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم بعد برهة من الزمان قالت الصلوة والسلام عليک يا رسول الله، ثم لما قرب العصر قالت عليّ صوم شهر ماصمت في السفر، فينبغي لک أن تفدئ عني، ثم قالت اقرأ يس، حتى أقرأ أنا معک، فما قدرت، وقلت لمولوي عبدالمجيد صاحب مدظله فقرأها وهي كانت تقرأمعها إلى النصف أو زادت بقليل ثم ما قدرت على القرأة وتوفيت في حجري عند إختتام السورة بعد العصر في يوم الإثنين ثالث عشر من ذي الحجة الحرام سنة أربع وعشرين بعد ألف وثلث مأة. فقد أشرقت وجهها ولاحت منها آثار حسن الخاتمة، فحمدت الله على ذلک، وصليت عليها بعد العشاء، ودفنت مقبرتنا عند قبر أختها وعمتها.

جزاها الله عنا خير الجزاء، لإنها كانت تشفق عليّ أشد شفقة الأمهات على أولادها حتى ما كانت تاكل إلا بعد أن سمعت إني أكلت، وكانت تنتظر وإن ذهب الوقت ولا تستريح إلا بعد علمها بأني مستريح، ولو غبت لاتسكن قلبها ولاتنوم إلا بعد رؤيتها إياي. رحمة الله عليها رحمة واسعة وجزاها الله عني أحسن ماتجزي أمهات المومنين عن أولادهم.

اللّهم اغفرلها، وارحمها، وزد في إحسانها، وتجاوز عن سيأتها، أصبحت فقيرة إلى رحمتک، وأصبحت غنيًا عن عذابها. اللّهم عافها، واعف عنها، واكرم نزلها، ووسع مدخلها، واغسل عليها بالماء والثلج والبرد، ونقها من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس، وأبدلها دارًا خيرًا من دارها، وأهلًا خيرًا من أهلها. وادخلها الجنة فقها من فتنة القبر، واعذها من عذاب القبر، وعذاب النار.

اللّهم إنها أمتک بنت أمتک في ذمتک، وحبل جوارک، تشهد أنک لا إله إلا أنت، وأن محمدًا عبدک ورسولک، وأنت ربها، وأنت خلقتها، وأنت هديتها

الإسلام، وأنت قبضت روحها، وأنت تعلم لسرّها وعلانيتها، وأنت أهل الوفاء، والحمد، جئنا شفعاء، فاغفر لها بحرمة سيد الأبرار وزين المرسلين الأخيار، وآله الكبار، وألحقنا بالصالحين، برحمتك يا أرحم الراحمين.

* * *

[تیسرا باب]

ترجمہ عربی متن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام تعریف اس ذات واجب الوجود کے لیے جس نے اپنے بندوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازا اور اپنی مشیت سے ایک ایسی مجمع الفضائل ہستی کا انتخاب فرمایا، جس کے کمالات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

ساری حمد وثنا اس ذات واجب الوجود کے لیے ہیں جس نے ہمیں علم اور ایمان کے ذریعے برتری عطا فرمائی اور ہم سراپا سپاس ہیں اس کی بارگاہ میں کہ اس نے ہمیں اصحاب یقین میں بنایا۔ درود وسلام نازل ہو اس ذات بابرکات، یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، جنھیں اولین وآخرین کا علم عطا کیا گیا اور جو انبیا ورسل کے علوم غیبیہ سے سرفراز کیے گئے اور ان کی آل واصحاب پر جنھوں نے مشکوۃ نبوت سے علوم ومعارف کشید کیا اور ان کے متبعین اور وارثان علوم دین پر۔

حمد وصلوۃ کے بعد!

میرے آبا واجداد اور اسلاف میں سے فضلائے کاملین کا تذکرہ اور ان کی سوانح لکھنے کے لیے جنھوں نے مجھ سے درخواست کی تھی ان کی گزارش کو میں نے اللہ رب العزت کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے اس امید کے ساتھ قبول کیا ہے کہ وہ صالحین کے ذکر سے ہم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے گا۔ اس تذکرے کے لکھنے کا ایک دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ حضرات ان کاملین و راسخین فی العلم کی سیرت کو اپنے لیے نمونۂ عمل اور قابل تقلید بنائیں گے اور فضائل وحسنات کے حصول اور رذائل ومنکرات کے ترک میں ان علمائے ربانیین کی سیرت کو اپنے لیے مشعل راہ سمجھیں گے۔

اللہ کریم ہمیں اور آپ کو کامل العقیدہ اسلاف کے اتباع وپیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم نے ان بزرگوں کے اوصاف وخصوصیات کے ذکر کا التزام اس لیے کیا ہے تا کہ ان کی صورت میں اللہ کریم کے انعامات واحسانات کا شمار ہو جائے۔ ان فضائل ومناقب کے ذکر میں فخر ومباہات، خود پسندی اور جاہ وحشمت میرا مقصد نہیں ہے۔

ان بزرگوں کے تذکرے میں اجمال واختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اس وجہ سے میں نے ان میں درج ذیل امور کو ہی پیش کیا ہے:

(۱) نسب، (۲) تعلیم وتربیت، (۳) درس وتدریس، (۴) تصنیف وتالیف۔

اس میں متقدمین تذکرہ نگاروں کے اسلوب کی پیروی بھی ہے۔

میں نے اپنے پیش لفظ ہی میں مآخذ ومراجع کے طور پر استعمال کی جانے والی کتابوں کی فہرست بھی پیش کر دی ہے تا کہ محققین ومؤرخین مشمولات کتاب کی تحقیق وتفتیش کے لیے ان مآخذ کی جانب رجوع کر سکیں۔

* * *

کتب مصادر(۱)

[۱] مقدمہ ہدایہ	[از: مولانا عبدالحی لکھنوی]
[۲] مقدمہ عمدۃ الرعایہ	[از: مولانا عبدالحی لکھنوی]
[۳] خیر العمل بتذکرہ علمائے فرنگی محل	[از: مولانا عبدالحی لکھنوی]
[۴] حسرۃ العالم	از: مولانا عبدالحی لکھنوی
[۵] حسرۃ الفحول	[از: مولانا عبدالباقی]
[۶] تکملہ خیر العمل	از: مولانا عبدالباقی مدظلہ
[۷] اغصان الانساب	از: رضی الدین محمود فتح پوری
[۸] اغصان اربعہ	[از: مولانا ولی اللہ لکھنوی]
[۹] عمدۃ الوسائل	از: مولانا ولی اللہ لکھنوی
[۱۰] رسالہ تذکرہ ملا نظام الدین	[از: مولانا عبدالغفار لکھنوی]
[۱۱] رسالہ تذکرہ ملا احمد عبدالحق	از: مولانا عبدالغفار لکھنوی
[۱۲] رسالہ قطبیہ	از: مولانا عبدالاعلیٰ ابن بحر العلوم لکھنوی
[۱۳] سبحۃ المرجان	[از: ملا غلام علی آزاد بلگرامی]
[۱۴] مآثر الکرام	از: ملا غلام علی آزاد بلگرامی

---

(۱) کتب مصادر کا تعارف اخیر میں "ضمیمہ" کے تحت ملاحظہ ہو:

[۱۵] بحر زخار

[۱۶] احسن العمل

[۱۷] تذکرۃ المدراسی

[۱۸] مقدمہ فتاویٰ قیام الملۃ والدین

[۱۹] حسرۃ المسترشد

[۲۰] تاریخ فرنگی محل

[۲۱] تاریخ علماے ہند

[از: شیخ شرف الدین اودھی]

از: مولوی عبد الہادی لکھنوی

(موخر الذکر دونوں میری تصانیف ہیں)

از: شیخ الطاف الرحمن (متوطن بڑا گاؤں)

از: بگرامی، وغیرہ۔

* * *

نسب نامہ

تمام علماے فرنگی محل علامہ قطب الدین شہید کی اولاد سے ہیں، جن کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ ملا قطب الدین علامہ، فہامہ حافظ الدین سہالوی کے پوتوں میں ہیں، جنھیں سلطان جلال الدین اکبر (ف: ۱۰۲۷ھ) نے وظائف، قطعہ آراضی اور اس کی سند عطا کی تھی، جو، اب تک ہمارے یہاں محفوظ ہے۔ یہ سند بتاتی ہے کہ شیخ حافظ الدین سہالوی اپنے عہد کے مشاہیر اور کبار علماے تھے نیز طالبان علوم اسلامی کے ملجا و ماوی، کاملین کے استاد اور شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری بخاری کی اولاد سے تھے، جن کا سلسلۂ نسب میزبان رسول حضرت ابوایوب انصاری تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا ہم کہیں گے کہ خلق خدا اس بات کی تائید کرتی ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ ہم سچوں میں ہیں۔

ہم تسلسل کے ساتھ تین صدیوں سے نسلاً بعد نسل علم و فن کے وارث ہیں، یہ وہ خصوصیت ہے جسے اللہ رب العزت نے لوگوں میں اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ہمیں نوازا ہے۔ واللہ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔)(۱)۔ ہمارا غالب گمان ہے کہ ہمارے خاندان میں علم و فن کا آغاز تیسری صدی ہجری سے ہی ہوگیا تھا، کیوں کہ ۳۹۶ھ میں شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری بخاری کی ولادت ہوئی اور ۴۸۱ھ میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ یہ سب نبی کریم

---

(۱) بقرہ: ۱۰۵

ﷺ کی دعاے خاص کی برکت ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب اور ان کی اولادوں کے لیے علم وعمل کی دعا فرمائی تھی جیسا کہ ہمارے پاس ہمارے آباواجداد کی سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن ابوایوب انصاری فرماتے ہیں:

ایک بار ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے، آپ نے ہم لوگوں کی طرف نگاہ کرم ڈالی اور دعا فرمائی:

اے اللہ! ابوایوب کو علم وادب اور خوش حالی عطا فرما

اے اللہ! حشر تک اس کے خاندان کو روے زمین پر سلامت رکھ

اے اللہ! اس کی اولاد کو علم عطا فرما اور قیامت تک اس میں اضافہ فرماتا رہ

اے اللہ! اس کے خاندان کو علم، سخاوت اور درویشی سے سرفراز فرما

اے اللہ! انھیں اپنی بارگاہ میں سجود نیاز لٹانے کا سلیقہ سکھا

پھر آپ ﷺ نے ہمیں صبح وشام پڑھنے کے لیے یہ دعا عطا فرمائی:

اللھم مالک الملک سے بغیر حساب تک (سات مرتبہ)(١)

یہ ہندوستان کے معروف ولی کامل حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی کی دعا کی بھی برکت ہے، جو آپ نے ہمارے بعض آباواجداد اور ان کی اولادوں کے علم وعمل کے لیے کی تھی۔ یہ بعض ابدالوں کی دعاؤں کا بھی صدقہ ہے، جیسا کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا اور ثقہ حضرات سے سنا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کا شمار قرا اور فقہاے صحابہ میں ہوتا تھا۔ اگر ہم یہ دعوی کریں کہ ہجرت سے پہلے بھی ہمارے خاندان میں علم موجود تھا تو قطعی غلط نہ ہوگا، تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔

---

(١) یہ قرآن کریم کی آیت کریمہ ہے: اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۰ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (آل عمران: ۲۶، ۲۷)

خلاصۃ الوفا (۱) میں مذکور ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری (جن کا ذکر آنے والا ہے) کے دولت کدے کو تبع اول (۲) نے تعمیر کروایا جس کا نام تبان اسعد کلکیکرب تھا- جس کی صورت یہ پیش آئی کہ جب ایک بار اس کا گزر مدینے سے ہوا تو اس کے ساتھ چار سو علما بھی ہم سفر تھے، ان علما نے مدینے سے آگے جانے سے انکار کر دیا تو تبع نے اس کی وجہ جاننی چاہی تو انھوں نے بیک زبان کہا کہ ہماری کتابوں میں مرقوم ہے کہ یہ سرزمین ایک نبی کا دارِ ہجرت ہے، جن کا اسم گرامی محمد ہوگا تو ہم ان کے انتظار و وصال میں یہیں رہنا چاہتے ہیں تا کہ ہم ان کی زیارت سے شاد کام

---

(۱) کتاب کا اصل نام "وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ" ہے، جو مؤرخ مدینہ امام علی بن عبداللہ بن احمد الحسینی السمہودی (ف: ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء) کی مایہ ناز تصنیف ہے- مصنف نے اس کتاب کی تلخیص تیار کی اور اس کا نام "خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ" رکھا- مدینہ منورہ کی تاریخ پر یہ نہایت جامع اور ثقہ تصنیف ہے- ڈاکٹر محمد امین محمد محمود احمد الجکینی (استاذ: مدینہ یونیورسٹی، مدینہ منورہ) نے مختلف قلمی نسخوں کی مدد سے نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس کی تحقیق و تدوین فرمائی اور ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء میں یہ دو جلدوں میں شائع ہوئی- پوری کتاب آٹھ ابواب پر منقسم ہے، جب کہ پہلی جلد ۶۵۴ ر صفحات اور دوسری ۸۶۳ ر صفحات پر مشتمل ہے-

(۲) تبان اسعد بن کلکیکرب بن زید ابوکرب، تبع یمانی اور تبع الاخر سے معروف ہے- یہ یمن کا آخری بادشاہ تھا- زید بن عمر بن ابرہہ بن رائش بن عدی بن صیفی بن سبا الاصغر کو "تبع اول" کہا جاتا ہے- ابن اسحٰق کے مطابق: ربیعہ بن نصر کے بعد تبان اسعد پورے ملک یمن کا بادشاہ ہوا- تبع اور اس کی قوم بت پرست تھی- بادشاہ ہونے کے بعد وہ مدینہ آیا، جہاں سے دو یہودی علما کو اپنے ہمراہ یمن لے گیا- سہیلی کے مطابق تبع یہودیوں کے خلاف اپنے (ابنائے عم) انصار کی مدد کرنے کے لیے مدینہ آیا تھا- ابن اسحٰق کے مطابق: بنو قریظہ کے دو یہودی علما کی فہمائش (کہ مدینہ آخری نبی کا دار الہجرت ہے) پر وہ جنگ وجدال سے باز آیا اور نبی آخر الزماں ﷺ کے ساتھ حسن اعتقاد وابستہ کر کے یمن واپس ہوا- مؤرخین کے مطابق تبع پہلا شخص ہے، جس نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور اس کے متولی قبیلہ جرہم کو اس بات کی وصیت کی اور ان کو بیت اللہ کی صفائی کا حکم دیا، نیز بیت اللہ کو خون، مردار اور ناپاک چیزوں سے پاک وصاف کر کے ایک دروازہ نصب کر کے اسے مقفل کر دیا- اس کے یمن پہنچنے کے بعد یہودیت کو بڑا فروغ ہوا، جس کے کئی اسباب مؤرخین نے ذکر کیے ہیں، البتہ مرفوع روایت میں ہے کہ تبع کو برا مت کہو، کیوں کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکا تھا- جب یہودی علما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پیشن گوئی کی تو تبع نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں اشعار کہے، جو متن میں "خلاصۃ الوفاء" کے حوالے سے مذکور ہے- صاحب "البدایہ والنہایہ" کے مطابق یہ اشعار حضرت ابوایوب انصاری کے پاس محفوظ تھے، جو انصاری بچیاں گنگنایا کرتی تھیں-

(تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایہ والنہایہ، حافظ عماد الدین دمشقی، جلد: ۳، ص: ۱۲۲ تا ۱۳۰)

ہوں تو تبع اول تبان اسعد کلکیکرب نے ہر ایک کے لیے گھر تعمیر کروا دیا اور ان میں سے ایک عالم کا عقد کرا دیا اور اسے مال و دولت عطا کر دیا اور انھیں رسالت مآب ﷺ کے لیے اپنے قبول اسلام کی ایک تحریر سپرد کی، جس میں قبولیت اسلام کے اظہار کے لیے یہ شعر بھی مرقوم تھا:

شهدت على أحمد انه
رسول من الله باري النسم
فلو مد عمري إلى عمره
لكنت وزيرا له وابن عم

(میں محمد ﷺ کے رسالت کی گواہی دیتا ہوں کے بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، جو خالق کائنات ہے- اگر میری زندگی نے ان کی آمد تک وفا کی تو میں ان کا خادم اور چچازاد بھائی بن کر زندگی بسر کروں گا-)

اور اس تحریر کو سونے سے مہر بند کر کے ان میں سب سے بڑے عالم کے سپرد کر دیا اور ان سے درخواست کی اگر انھیں رسالت مآب ﷺ کی ملاقات نصیب ہو تو اس تحریر کو ان کی بارگاہ ناز میں پیش فرما دیں، بصورت دیگر آپ کی اولاد یا آپ کے اولاد کی اولاد میرا یہ شوق وارفتگی بارگاہ رسول میں نذر کر دے- اس کے بعد اس نے رسالت مآب ﷺ کے لیے کاشانہ رحمت تعمیر کروایا کہ جب آپ ہجرت فرما کر اپنے قدم میمنت لزوم سے مدینے کو مشرف کریں تو اسی کاشانہ رحمت میں قدم رنجا فرمائیں، یہ گھر منتقل ہوتا ہوا حضرت ابو ایوب انصاری کی ملکیت میں آیا جو اسی جلیل القدر عالم کی اولادوں میں ہیں-

* * *

ملا قطب الدین شہید سہالوی(۱)

ملا قطب الدین شہید ابن علامہ عبدالحلیم، ابن علامہ ملا عبدالکریم، ابن علامہ ملا احمد، ابن علامہ ملا محمد حافظ الدین سہالوی علامۂ عصر اور فہامۂ زمانہ تھے- آپ کی ولادت لکھنؤ کے ایک قصبہ سہالی (سین مکسر، پھر ہا، پھر الف، پھر لام، پھر یائے تحتانیہ کے ساتھ) میں ہوئی- آپ نے اپنے والد ماجد (جو اُس وقت لاہور کے ایک مدرسے میں مدرس تھے)، ملا دانیال (تلمیذ علامہ ملا عبدالسلام دیوی) اور علامہ قاضی گھانسی الہ آبادی (خلیفہ شیخ الصوفیہ علامہ مولانا محب اللہ الہ آبادی) سے اکتساب علوم وفنون کیا-

---

(۱) ملا قطب الدین شہید کے تفصیلی احوال جاننے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:

ابجد العلوم (عربی):	جلد:۳، ص:۲۳۳
احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۱۰-۱۱
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۵-۴
بانی درس نظامی:	ص:۲۱-تا-۵۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۱۱-تا-۱۴
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۳۳۶-۳۳۷
سبحۃ المرجان (عربی):	ص:۱۳۶-۱۳۷
حدائق الحنفیہ:	ص:۴۴۸-۴۴۹
مآثر الکرام (فارسی):	دفتر اول: ص:۲۰۹-۲۱۰
مقالات شبلی:	جلد:۳، ص:۱۰۸-تا-۱۲۹
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد:۶، ص:۷۸۴-۷۸۵

علامہ قاضی گھانسی الہ آبادی کے ہاتھ پر سلسلۂ صابریہ میں بیعت ہوئے اور ان سے علوم ظاہری اور فیوض باطنی کی خوب تحصیل کی، یہاں تک کہ اصول فقہ، معانی، منطق، طبعیات، الٰہیات، ریاضی اور فنون عربیہ میں مرتبۂ کمال حاصل کرلیا۔ درس وتدریس کی طرف متوجہ ہوئے اور بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ جن لوگوں نے آپ سے تلمذ حاصل کیا ان کی تعداد کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ملا غلام علی آزاد بلگرامی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے زمانے کے علما آپ کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد کثیر ہے، جن میں چند یہ ہیں:

- حاشیہ شرح عقائد دوانی
- حاشیہ تلویح
- حاشیہ عقائد نسفی
- حاشیہ تفریعات بزدوی
- حاشیہ مطول فی المعانی
- رسالہ فی تحقیق دار الحرب
- حاشیہ شرح حکمۃ العین

کثرت سے عبادت، نوافل اور علمی سرگرمیوں میں مصروف ومشغول رہتے اور خلوت نشینی اور تقوی کی وجہ سے جاہ وحشم سے دور رہتے۔ ۶۳ برس کی عمر میں ۱۹ ر رجب ۱۱۰۳ھ [۲۷ ر مارچ ۱۶۹۲ء] کو جام شہادت نوش کیا اور وصیت کر گئے کہ قاتلوں سے قصاص (بدلہ) نہ لیا جائے۔ ”تکملہ خیر العمل“ میں اس واقعے کی تفصیل موجود ہے، جہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

چار صاحب زادے یادگار چھوڑے، سب سے بڑے ملا [محمد] اسعد، ان سے چھوٹے ملا محمد سعید، ان سے چھوٹے ملا نظام الدین محمد، ان سے چھوٹے ملا محمد رضا۔

جب سلطان اورنگ زیب عالم گیر نے ملا قطب الدین کی شہادت کے بارے میں سنا تو بہت افسوس کا اظہار کیا اور آپ کے صاحب زادوں کو [رہائش کے لیے لکھنو میں] حویلی فرنگی اور ملا احمد معروف بہ اسعد اور ملا سعید کے نام سند لکھ کر عطا کیا۔ یہ سند ہمارے پاس محفوظ ہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے اُن قاتلوں کو سزائے موت دے کر ملا قطب کی شہادت کا بدلہ لیا تھا، کیوں کہ ان لوگوں نے ملا قطب کے ساتھ بہت سے طلبہ کو بھی شہید کرڈالا تھا، جب کہ بعض تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ ان سے قصاص نہیں لیا گیا، مگر وہ برص اور جذام کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ بہتر انتقام لینے والا ہے۔

□□□

فرنگی محل کی وجہ تسمیہ

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ سلطنت مغلیہ کے مشہور بادشاہ اکبر کے عہد میں ہندوستان میں ایک معاہدے کے تحت فرانسیسی تاجروں کی ایک جماعت آئی، جس نے لکھنو میں سکونت اختیار کی اور وہیں اپنی رہائش کے لیے ایک گھر تعمیر کرلیا جو بعد میں "حویلی فرنگی" یا "فرنگی محل" کے نام سے مشہور ہوا، پھر جب ہندوستان میں ان کے قیام اور معاہدے کی مدت ختم ہوگئی تو وہ ملک چھوڑ کر چلے گئے اور اس وقت کی حکومت کے قوانین کے مطابق ان کا مکان بیت المال کے سپرد ہوگیا۔

جب ملا قطب الدین کی شہادت ہوئی اور ان کے صاحب زادگان نے اپنے وطن (موضع سہالی) سے دوسری جگہ انتقال مکانی کا ارادہ کیا تو سلطان اورنگ زیب عالم گیر نے یہ مشہور مکان "فرنگی محل" ان حضرات کے رہنے کے لیے عطا کیا۔ ان حضرات کی سکونت و رہائش کی وجہ سے یہ محل دار العلم والعمل ہوگیا، تاہم اس حویلی کا پرانا نام تبدیل نہیں ہوا بلکہ اپنے اسی سابقہ نام پر باقی رہا۔ "فرنگی محل" کی اصل وجہ تسمیہ یہی ہے۔

البتہ [علمائے فرنگی محل] کے بعض افغانی اور دیگر تلامذہ نے فرنگی محل کی جو وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ یہ اصل میں "فرہنگی" تھا، جس کے معنی فہم و ذکا کے ہیں، کثرت استعمال کی وجہ سے حرف "ہا" ساقط ہو کر "فرنگی محل" ہوگیا۔ یہ درست نہیں ہے، تاہم جو توجیہ کی گئی ہے وہ اس محل کے شایان شان ہے۔ اللہ حقیقت حال کو بہتر جاننے والا ہے۔

اب ہم حروف تہجی کے اعتبار سے علمائے فرنگی محل کا تذکرہ لکھیں گے۔

□□□

الف

[1]

ملا محمد اسعد

[———————]

ملا محمد اسعد ابن ملا قطب الدین شہید اپنے والد کے چار لڑکوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ عدیم المثال اور جید عالم و فاضل تھے۔ اپنے والد سے تعلیم پائی اور تمام علوم و فنون میں درک حاصل کر لیا۔ آپ کو فقہ و فتاویٰ میں مہارت حاصل تھی۔ سلطان [اورنگ زیب] عالم گیر نے آپ کو اپنی مصاحبت (ملازمت) میں رکھا تھا[۱]۔ دکن میں بھی آپ سلطان کی صحبت میں رہے اور وہیں انتقال فرمایا[۲]۔ آپ نے شرح تجرید پر دوّانی کی ''حواشی قدیمہ'' پر حاشیہ تحریر فرمایا[۳]، جو آپ کی فنی مہارت پر روشن دلیل اور قوت و ملکۂ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے ایک صاحب زادے تولد ہوئے جن کا نام ملا غلام مصطفی تھا۔ ان کا ذکر ''فصل غین'' کے تحت آئے گا۔

[2]

ملا احمد عبد الحق

[وفات — ۱۷۵۴ء]

ملا احمد عبد الحق ابن ملا محمد سعید ابن قطب شہید گاؤں سہالی میں اسی دن پیدا ہوئے جس دن ان کے دادا [ملا قطب الدین] کو شہید کیا گیا[۱]۔ آپ نے اپنے چچا ملا نظام الدین سے اکتساب

علوم وفنون کیا اور فراغت کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے۔

آپ علوم ظاہری میں متبحر اور معارف باطنی کے سمندر کے غواص تھے۔ شیخ الاسلام والمسلمین، قدوۃ العرفاء الکاملین سیدنا سید عبدالرزاق بانسوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے (شیخ کی نسبت 'بانسوی' لکھنؤ کے قریب ایک گاؤں 'بانسہ' کی طرف ہے۔ بائے موحدہ، پھر الف، پھر نون ساکن، پھر سین مہملہ، پھر ہا)۔ آپ کا وصال بروز بدھ ۶ر شوال ۱۱۳۶ھ [جون ۱۷۲۴ء] کو ہوا۔ آپ کی متعدد تصانیف اور حواشی ہیں، جن میں شرح سلم (علم منطق کی عقدہ کشائی اور مشکلات و پیچیدہ مسائل کے حل میں یہ اپنا ثانی نہیں رکھتی)، حاشیہ برحواشی سید زاہد ہروی علیٰ شرح المواقف، حاشیہ برحواشی زاہد علیٰ حاشیۃ التہذیب الجلالیہ۔ آپ سخت ریاضات ومجاہدات فرمایا کرتے تھے۔ اپنے چالیس دنوں کے چلّے کے دوران چند عدد کھجوروں اور آدھی روٹی پر گزارا کرتے تھے۔

آپ کی بہت سی کرامتیں اور مکاشفات کا شہرہ ہے، جس کا ذکر ''خیر العمل'' اور ''عمدۃ الوسائل'' وغیرہ میں موجود ہے، جن کے لیے ان کتابوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ یہاں میں ان کے اس کشف کا ذکر کر رہا ہوں جس کو میں نے بعض ثقہ حضرات سے سنا۔ ایک دن آپ متفکر نکلے اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ عن قریب قحط آنے والا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ انگریزوں نے ہندوستان آ کر اس کو فتح کر لیا ہے، پھر ان کے بعد افغان آ گئے ہیں۔ قحط اور ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے حوالے سے اللہ نے ان کی پیشن گوئی کو سچ کر دکھایا، اللہ کریم اولیا کے مکاشفات اور پیشن گویوں کو ہمیشہ سچ کر دکھاتا ہے۔

ملا احمد عبدالحق کی وفات بروز جمعہ ۹ر ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ [ستمبر ۱۷۵۴ء] کو ہوئی۔ آپ کی قبر شہر لکھنؤ میں واقع ہمارے اہل محلے کے قبرستان میں زیارت گاہ خلائق اور فیض بخش عام ہے۔ صاحب ''خیر العمل'' کے مطابق یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ آپ کی کرامتوں کا ظہور آپ کے وصال کے بعد بھی ہو رہا ہے۔ آپ کی دو زوجہ تھیں، پہلی سے ایک صاحب زادے ہوئے جن کا نام ملا محب اللہ ہے، جب کہ دوسری سے دو صاحب زادے ملا احمد انوار الحق اور ملا ازہار الحق ہوئے۔ مؤخر الذکر کا تذکرہ ''حرف زا'' کے تحت آئے گا۔

[3]

ملا احمد انوار الحق

[وفات — ۱۸۲۱ء]

ملا احمد انوار الحق ابن ملا احمد عبد الحق کے بارے میں ملا عبد الحیؒ نے ''خیر العمل'' میں بیان کیا ہے کہ آپ انسانی کمالات کے جامع، قدسی صفات کے حامل، صاحب کرامات عجیبہ اور خوارق غریبہ تھے۔ ''اغصان'' کے مؤلف نے آپ کے ذکر واحوال کے لیے ایک علیحدہ باب مختص کیا ہے جس میں آپ کی کرامتوں اور محاسن واحوال پر مشتمل کافی طویل تذکرہ لکھا ہے[1]۔ (یہاں ان کی بات ختم ہوئی۔) پھر انھوں نے چند کرامتوں کا ذکر کیا ہے، جن کے ذکر سے میں نے گریز کیا ہے، کیوں کہ میں نے کرامتوں کے ذکر کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ تفصیل کے لیے آپ ''خیر العمل'' اس کے تکملے اور ''اغصان'' کو دیکھ سکتے ہیں۔

آپ نے علامۃ الدھر مولانا احمد حسین (ابن ملا محمد رضا ابن ملا قطب)، ملا محمد حسن (ابن ملا غلام مصطفیٰ ابن ملا اسعد ابن ملا قطب)، بحر العلوم ملا عبد العلی (ابن ملا نظام الدین) سے تعلیم حاصل کی۔ جیسا کہ میرے استاذ مولانا عبد الباقی مدظلہ نے اپنے ایک مستقل رسالے میں تحقیق کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جب آپ سترہ برس کے تھے تو اپنے والد ملا احمد انوار الحق کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ آپ کو حضور ﷺ اور اپنے والد کی روحانیت اور باطنی تصرفات سے گہرا تعلق تھا۔ آپ ان حضرات کی معارف باطنی کی طرف متوجہ رہا کرتے اور کہتے تھے کہ مروجہ علوم معقولات کی طرف میرا قلبی میلان نہیں ہے۔ آپ کے اوقات ذکر وفکر کے لیے مختص تھے، جس کی وجہ سے راتوں کو بھی بہت کم سویا کرتے۔ آپ بیعت لینے میں حد درجہ محتاط تھے، بلکہ بغیر حضور ﷺ کی روح پاک سے اجازت باطنی کے کسی کو بیعت نہیں کرتے۔ جب حضور ﷺ سے آپ کو بیعت کی اجازت عامہ ہوگئی تو اس کے بعد آپ نے لاتعداد افراد کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا[2]۔

آپ کا وصال ۲۶ رشعبان ۱۲۳۶ھ [مئی ۱۸۲۱ء] کو ہوا اور ہمارے قبرستان 'باغ مولوی انوار' میں مدفون ہوئے۔ جہاں آپ کی قبر زیارت گاہ خلائق اور فیض بخش عام ہے۔

آپ کے پانچ صاحب زادے تھے، پہلی والدہ سے سب سے بڑے مولانا نورالحق تھے، ان سے چھوٹے ملا علاء الدین، ان کے بعد ملا اسرار الحق، جب کہ ان سے چھوٹے دوسری والدہ سے ملا احمد اور ان کے بعد ملا عبدالصمد- اول الذکر چاروں صاحب زادوں کا ذکر آگے آئے گا- پانچویں صاحب زادے ملا عبدالصمد اپنے والد کی زندگی میں مجنوں ہو گئے تھے، لیکن حالت جنون میں بھی آپ سے بہت سے عجائب وغرائب کا صدور ہوتا- بعض لوگوں نے جنھوں نے اِن چیزوں کو دیکھا ہے، ان کا ذکر کیا ہے- ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ملا عبدالصمد اسلام کی دعوت وتبلیغ پر لوگوں کو ابھارتے تھے، گویا وہ کسی شخص کو اسلام کی دعوت دیتے، پھر کچھ لمحے کے بعد باہر نکلتے اور خوش خبری سناتے کہ اُس شخص نے اسلام قبول کر لیا ہے- اس سے فرماتے کہ تم اسلام لے آئے ہو، لیکن جو اسلام لاتا ہے وہ گائے کا گوشت بھی کھاتا ہے تو میرے پاس آؤ اور ہمارے ساتھ گوشت کھاؤ، پھر ان کے پاس گائے کا گوشت پایا جاتا، جب کہ وہ اپنے ماموں کے گھر میں ہوتے یا چھت پر ہوتے اور ان کے پاس ان کے علاوہ کوئی دوسرا موجود بھی نہیں ہوتا- ان کے پاس کوئی شخص نظر بھی نہیں آتا، گویا وہ جنات سے مخاطب ہوتے- آپ کا وصال ہوا تو پس ماندگان میں صرف ایک لڑکی تھی-

صاحب ترجمہ (ملا احمد انوار الحق) کی کئی صاحب زادیاں تھیں، طوالت کی وجہ سے جن کا ذکر نہیں کیا گیا ہے[۳]-

[4]

ملا اسرار الحق

[————————]

ملا اسرار الحق ابن ملا انوار الحق نے اپنے بڑے بھائی ملا نورالحق اور ملا محمد مبین سے تعلیم حاصل کی- آپ مسائل فقہ میں مہارت رکھتے تھے- اپنے والد کی حیات میں ہی آپ کا وصال ہو گیا[۱]- آپ کے ایک صاحب زادے امین الحق تھے[۲]، جن کا ذکر آگے آرہا ہے-

[5]

ملاامین الحق

[———]

ملاامین الحق[۱] ابن ملااسرار الحق نے اپنے بڑے چچا ملانور الحق سے تعلیم پائی اور ایک مدت تک طالبان علوم کو پڑھایا۔ پس ماندگان میں کوئی اولاد ذکور نہیں چھوڑا[۲]۔

[6]

ملامحمد احمد

[وفات — ۱۸۵۲ء]

ملااحمد ابن ملاانوار الحق نے اپنے بڑے بھائی [ملانور الحق] سے تعلیم پائی اور اپنے والد کے وصال کے بعد سلسلۂ بیعت وارشاد میں ان کے جانشین ہوئے۔ آپ اپنے والد گرامی کے اوصاف حمیدہ کے پرتو تھے۔ بروز اتوار ۵ رصفر ۱۲۶۹ھ [نومبر ۱۸۵۲ء] کو وفات پائی[۱]۔ پس ماندگان میں دو صاحب زادے ملا حامد اور ملا خیر اللہ تھے[۲]، جن کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

[7]

ملاازہار الحق

[———]

ملاازہار الحق ابن ملااحمد عبد الحق نے بحر العلوم ملاعبد العلی، ملااحمد حسین (ابن ملارضا) اور ملا حسن (ابن ملاغلام مصطفی ابن ملااسعد) سے تعلیم پاکر فراغت پائی اور مختلف علوم وفنون میں درک حاصل کیا۔ آپ نے علم سے رشتہ استوار رکھا اور طلبہ کو درس دیتے رہے[۱]۔ شاہ لعل محمد نقش بندی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے[۲] اور ان سے طریقۂ ذکر ومراقبہ اور حبس نفس کی اجازت پائی اور اس کے ساتھ تدریس سے بھی رشتہ استوار رکھا، جب آپ کے صاحب زادے ضیاء الحق اپنی جوانی میں سمندر میں غرق ہوگئے تو شدت غم سے سلسلۂ تدریس ترک کردیا، یہاں تک کہ ستر سال کی عمر میں وفات پائی[۳]۔ آپ کی یادگار صاحب زادہ ظہور الحق تھے جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

[8]

مفتی احمد ابوالرحم

[————]

مفتی احمد ابوالرحم (ابن ملا محمد یعقوب ابن ملا محمد عبدالعزیز ابن ملا سعید ابن ملا قطب) نے حفظ قرآن کے بعد اپنے والد سے پڑھا اور ان سے کتب فقہ میں خوب مشق و ممارست حاصل کیا۔ علوم نقلیہ میں آپ ید طولی رکھتے تھے۔ نواب سعادت علی خاں کے عہد[1] میں آپ مفتی عدالت کے منصب پر فائز ہوئے۔ نواب صاحب کو آپ کی دیانت اور امانت پر بڑا اعتماد تھا۔ آپ سید عبداللہ بغدادی سے بیعت وارادت رکھتے تھے[2] اور باطنی کیفیت کے حامل تھے۔ دو صاحب زادے آپ نے یادگار چھوڑے، بڑے کا نام اکبر اور چھوٹے کا نام اصغر تھا۔ ان دونوں کا تذکرہ آگے آئے گا۔

[9]

ملا محمد اکبر

[————]

مولانا اکبر ابن مفتی ابوالرحم نے قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد سے تعلیم پائی۔ سید غلام علی بانسوی (نبیرہ سید عبدالرزاق قدس اسرارہم) کے ذریعے صفائے باطنی حاصل کی اور مرتبۂ جذب کو پہنچ گئے یہاں تک کہ دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر گوشہ نشین اور عبادت الٰہی میں وقف ہو گئے اور اسی حالت میں آپ کا وصال ہوا۔ پس ماندگان میں ایک صاحب زادے ملا امین [اللہ] تھے[1]۔

[10]

مفتی محمد اصغر

[وفات ـــ ۱۸۳۹ء]

مولانا مفتی اصغر ابن مفتی ابوالرحم نے قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد اور ملا محمد مبین سے اکتساب علم کیا اور تمام علوم وفنون خصوصاً فقہ اور اصول فقہ میں مہارت حاصل کر لی۔ کتب درسیہ پر

آپ کی متعدد تعلیقات وحواشی ہیں۔ کارافتا بھی آپ کے حوالے تھا۔ بروز سنیچر ۱۹؍رجب ۱۲۵۵ھ [ستمبر ۱۸۳۹ء] کو آپ کا وصال ہوا۔

صاحب ''خیر العمل'' نے ذکر کیا ہے کہ آپ رحمہ اللہ متبحر فقیہ اور حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کے مالک تھے۔ ایک صاحب زادے مفتی محمد یوسف آپ کی یادگار ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔[1]

[11]

ملا امین اللہ

[وفات ـــ ۱۸۳۷ء]

ملا امین اللہ ابن مفتی محمد اکبر نے اپنے چچا مفتی محمد اصغر اور مفتی محمد ظہور اللہ[1] ابن ملا محمد ولی سے تعلیم پائی۔ صاحب استعداد عالم تھے۔ کتب درسیہ پر آپ کی تعلیقات وحواشی ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف بھی ہیں، جن میں حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح ضابطہ تہذیب اور شرح فصول اکبری ہیں۔ بروز سنیچر ۲۹؍جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ [ستمبر ۱۸۳۷ء] کو وصال ہوا۔ ایک بیٹے عبد الحلیم آپ کی یادگار ہیں، جن کا تذکرہ آئے گا۔

[12]

ملا اسد اللہ

[وفات ـــ ۱۸۶۵ء]

مولانا اسد اللہ ابن ملا نور اللہ ابن ملا محمد ولی ابن قاضی غلام مصطفی ابن ملا اسعد ابن ملا قطب نے اپنے چچا مفتی ظہور اللہ اور اپنے والد ملا نور اللہ سے اکتساب علوم وفنون کیا۔ ''خیر العمل'' میں ذکر ہے کہ آپ بڑے عالم وفاضل، متواضع اور زاہد تھے۔ آپ منصب تدریس پر متمکن ہوئے تو بہت سے لوگوں نے آپ کی شاگردی اختیار کی، جن میں شاہ امیر علی امیٹھوی شہید[1] اور مولوی غلام امام شہید[2] وغیرہم کافی مشہور ہوئے۔ منگل کی شب ۳؍رمضان ۱۲۸۱ھ [جنوری ۱۸۶۵ء] میں آپ کی وفات ہوئی۔ کوئی اولاد ذکور نہیں تھی۔

[13]

ملا احمد حسین

ملا احمد حسین ابن ملا رضا ابن قطب شہید نے اپنے چچا ملا نظام الدین سے تعلیم حاصل کی[1]۔ مصنف ''خیر العمل'' نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا شمار اکابر علما اور بڑے ذہینوں میں ہوتا تھا۔ آپ اپنی زندگی کی آخری سانس تک دین کی اشاعت اور درس وافادہ میں سرگرم رہے[2]۔ ایک صاحب زادے ملا سعد الدین ہوئے، جن کا ذکر آگے آئے گا۔

[14]

ملا محمد اسحٰق

ملا محمد اسحٰق ابن ملا محمد محب اللہ ابن ملا احمد عبد الحق ابن ملا سعید ابن قطب شہید نے اپنے بڑے بھائی ملا محمد مبین سے پڑھا اور صاحب استعداد فاضل ہو گئے۔ مختلف علوم کا درس دیتے تھے۔ اپنے زمانے کے رئیس کے یہاں عدالت دیوانی کے عہدے دار تھے۔ جب اپنی آخری عمر میں ضعف بصارت میں مبتلا ہوئے تو اپنے پوتے محمد عیسیٰ کو اپنا قائم مقام کردیا۔

مولوی محمد یوسف:

ملا محمد اسحٰق کے ایک صاحب زادے مولوی محمد یوسف تھے، جو صاحب استعداد عالم اور طبیب تھے۔ آپ مسلکاً منحرف ہو گئے تھے، لہٰذا لکھنؤ سے بعض امرا کے ساتھ مرشد آباد [بنگال] چلے گئے اور وہاں ہیضے میں مبتلا ہو گئے اور ایک صاحب زادے مولوی محمد عیسیٰ کو چھوڑ کر وصال فرمایا[1]۔

مولوی محمد عیسیٰ [ف: ۱۸۳۳ء]:

مولوی محمد عیسیٰ [ابن محمد یوسف] نے اپنے موروثی علوم اور طب کی تحصیل کی اور گھر پر ہی رہ کر مطالعے اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ۱۲۴۹ھ [۱۸۳۳ء] میں آپ کا وصال ہوا۔

مولوی محمد یعقوب:

مولوی محمد عیسیٰ کے ایک صاحب زادے مولانا محمد یعقوب ہوئے، جنھوں نے ملا معین وغیرہ

ے پڑھ کر استعداد حاصل کی۔ خلفائے اربعہ کے احوال پر مشتمل آپ نے چار رسائل تصنیف کیے۔ ادب میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی، ”کارنامہ“ کے نام سے آپ کا ایک جریدہ بھی تھا۔ آپ کافی غیرت مند ہیں، اس لیے گھر پر ہی مقیم رہتے ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد ذکور نہیں ہے۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

[15]

ملا امان الحق

[وفات ـــــ ۱۸۸۷ء]

ملا امان الحق ابن ملا محمد برہان الحق ابن ملا محمد نور الحق ابن ملا محمد انوار الحق ابن ملا عبدالحق ابن ملا محمد سعید ابن ملا قطب شہید نے اپنے والد کے علاوہ مولوی عبدالحکیم ابن ملا عبدالرب اور میرے دادا ملا عبدالرزاق ابن ملا جمال الدین احمد سے مروجہ علوم وفنون پڑھا۔ آپ بڑے عالم وفاضل اور فرائض وحساب میں ماہر تھے۔ انگریزی مدرسے میں درس وتدریس سے وابستہ تھے۔ ۱۹؍ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ [دسمبر ۱۸۸۷ء] کو آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کے چار بیٹے تھے، سب سے بڑے مولوی فضل حق تھے، انھوں نے مروجہ کتابیں پڑھیں اور سلطنت نظام [دکن] میں ملازم ہوگئے۔ ان کے پانچ بیٹے تھے، ذکاء الحق، وجیہ الحق، وحیدالحق، منظور الحق اور ظہور الحق۔ مولوی فضل حق سے چھوٹے مولوی ضیاء الحق تھے، جنھوں نے میرے والد مولوی عبدالوہاب، ملا محمد نعیم اور ملا عین القضاۃ مدظلہ سے مروجہ کتابیں پڑھیں اور انگریزی حکومت میں ملازم ہوگئے۔ ان سے چھوٹے مولوی منہاج الحق نے حفظ قرآن کیا اور مولوی عبدالحمید (ابن مولوی عبدالحلیم ابن مولوی عبدالحکیم) اور میرے استاذ علامہ عبدالباقی مدظلہ سے تعلیم پائی اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تدریس واشاعت میں مشغول ہوگئے۔ ان سے چھوٹے مولوی حکیم محمد ممتاز الحق نے مجھ سے، ملا عبدالباقی، ملا عبدالحمید اور مولوی حافظ احمد پوربی سے پڑھا اور علم طب حکیم عبدالوحید، حکیم عبدالعزیز اور حکیم عبدالولی سے حاصل کر کے طبابت میں مشغول ہوگئے، لوگ ان سے اپنا علاج کراتے اور انھیں ان سے فائدہ پہنچتا۔

[16]

ملا محمد اکرم

[وفات — ۱۸۹۴ء]

ملا محمد اکرم ابن ملا محمد نعیم [ابن ملا عبدالحکیم] ابن ملا محمد عبدالرب ابن بحرالعلوم ملا عبدالعلی ابن ملا نظام الدین ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد سے تعلیم پائی۔ آپ صاحب استعداد عالم دین تھے[۱]۔ آپ نے اپنے والد کی حیات میں ہی [شعبان] ۱۳۱۱ھ [فروری ۱۸۹۴ء] میں وفات پائی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے۔ پہلے مولوی محمد اعلم تھے جن کا جوانی میں دوران تعلیم ہی فراغت سے پہلے اپنے دادا کی زندگی میں وصال ہو گیا۔ دوسرے مولوی محمد اسلم تھے جنھوں نے اپنے دادا اور والد کے علاوہ مولوی عبدالمجید (ابن مولوی عبدالحلیم) اور مولوی عبدالحمید (ابن مولوی عبدالحلیم) سے درسی کتابیں پڑھیں اور اپنے دادا کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ آپ لوگوں کی تعلیم اور رشد و ہدایت میں مشغول ہیں۔ متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں 'المعلم' اور 'عمدۃ الفرائد' ہیں۔ اللہ کریم انھیں علم نافع اور درازی عمر عطا فرمائے۔

[17]

ملا افہام اللہ

[وفات — ۱۸۹۹ء]

ملا افہام اللہ ابن مولوی محمد انعام اللہ ابن ملا محمد ولی اللہ ابن ملا حبیب اللہ ابن ملا محب اللہ ابن ملا احمد عبدالحق ابن ملا سعید ابن قطب الدین شہید نے میرے چچا ملا عبدالباسط ابن ملا عبدالرزاق اور علامہ عبدالحی سے پڑھا اور علم حدیث میرے دادا مولانا عبدالرزاق سے حاصل کیا اور ان ہی سے بیعت ہوئے[۱]۔ آپ کو علوم عقلیہ اور فنون نقلیہ میں مہارت حاصل تھی۔ کثیر طلبہ نے آپ سے شرف تلمذ پایا[۲]۔ آپ نے 'رسالہ فی المعراج' اور 'رسالہ فی تحقیق الروح' تصنیف فرمائی، جب کہ شرح عقائد نسفیہ، حاشیہ خیالی[۳] اور قطبی پر حواشی تحریر کیے[۴]۔ [یکم ذی قعدہ] ۱۳۱۶ھ [مارچ ۱۸۹۹ء] میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

ب

[18]

ملا برہان الحق

[وفات—۱۸۶۹ء]

مولانا برہان الحق ابن ملا نور الحق، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب شہید انیس سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے [۱]- اپنے والد [ملا نور الحق] اور مولانا عبدالوالی قدس سرہ سے بیعت واجازت پائی [۲]- آپ زاہد و متقی تھے- آپ نے ۱۲۵۲ھ [۱۸۳۷ء] میں پہلا حج کیا، پھر دوسرا ۱۲۶۱ھ [۱۸۴۵ء] میں کیا اور تین برس تک حجاز میں ہی قیام پذیر رہے، وہاں علمائے حرمین، مثلاً مفتی احناف مولانا محمد جمال (متوفی: ۱۲۸۴ھ) اور ملا محمد عابد سندھی مدنی سے مختلف کتب احادیث کی اجازت سے سرفراز ہوئے- جن وانس کی کثیر تعداد نے آپ سے شرف تلمذ پایا- آپ نے درسی کتابوں پر مختلف حواشی تحریر کیے ہیں- دن میں زوال کے بعد ۱۷/[رجب ۱۲۸۶ھ [اکتوبر ۱۸۶۹ء] کو وصال ہوا- دو صاحب زادے ہوئے، مولوی امان الحق (جن کا ذکر پیچھے گزرا) اور مولوی لمعان الحق، جن کا ذکر آگے آئے گا-

ج

[19]

ملا جمال الدین احمد

[وفات ـــــ ۱۸۵۹ء]

ملا جمال الدین احمد ابن ملا علاء الدین احمد، ابن ملا احمد انوار الحق، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے چچا ملا نور الحق سے تعلیم حاصل کر کے عالم و فاضل ہوئے۔ ایک زمانے تک وطن میں ہی مقیم رہے، پھر اپنے والد کے وصال کے بعد مدراس چلے گئے[۱]۔ وہاں نواب [غلام غوث خان بہادر، رئیس کرناٹک] نے آپ کی شاگردی اختیار کی۔ مدراس کا یہ مدرسہ آپ کے نانا بحر العلوم [ملا عبد العلی] کی زیر نگرانی تھا، جہاں آپ ان کے قائم مقام ہوئے۔ کتب درسیہ پر آپ کے مختلف حواشی و تعلیقات ہیں۔ آپ اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت ہو کر داخل سلسلۂ طریقت ہوئے۔ مشائخ کا خوب ادب کرتے تھے۔ غیر مقلدین کا آپ سے ایک مناظرہ ہوا، جس میں آپ نے ان کو خاموش کر دیا تھا[۲]۔ اہل مدراس سے ہم نے آپ کی کافی کرامتیں سنی ہیں۔ [۸/] ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ [نومبر ۱۸۵۹ء] میں وصال ہوا۔ ایک صاحب زادے مولانا عبد الرزاق ہوئے، جو راقم سطور کے دادا ہیں۔

ح

[20]

ملا محمد حامد

[وفات — ۱۸۶۶ء]

ملا حامد ابن ملا احمد، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن قطب الدین شہید نے مفتی ظہور اللہ وغیرہ سے تعلیم پائی۔ ’’خیر العمل‘‘ میں آپ کے تذکرے میں مذکور ہے کہ آپ اوصاف جمیلہ اور محاسن حمیدہ سے متصف تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہو کر مسلسل دعوت وارشاد اور علوم باطنی کی درس وتدریس میں مصروف رہے[۱]۔ کتب درسیہ پر آپ نے مختلف حواشی رقم کیے اور بعض کتابوں، جیسا کہ ’’میزان الصرف‘‘ وغیرہ کی شرح بھی لکھی[۲]۔ [۴/] رجب ۱۲۸۳ھ [نومبر ۱۸۶۶ء] میں وفات پائی۔ آپ کی کوئی اولاد ذکور نہیں تھی۔

[21]

ملا حسن

[وفات — ۱۷۸۴ء]

ملا حسن ابن قاضی غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب شہید نے ملا کمال الدین فتح پوری [سہالوی] اور ملا نظام الدین لکھنوی سے اکتساب علم کیا۔ علوم وفنون میں ایسا کمال حاصل کر لیا کہ بہت سی ثقہ شخصیات نے آپ کے بارے میں کہا کہ: ’’اگر معقولات میں شیخ ابن سینا کا ان سے مقابلہ ہوتا تو وہ (ملا حسن) غالب آ جاتے۔‘‘ آپ نہایت ذہین اور اپنے معاصرین میں ممتاز

تھے- تمام کتب درسیہ اس طرح زبانی یاد تھیں کہ انھیں دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی- سیکڑوں لوگ آپ کے شاگرد ہوئے- آپ نے کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کیں اور چند حواشی بھی رقم کیے جو علماے شرق و غرب کے درمیان مقبول و معروف ہیں- ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

- شرح سلم
- شرح مسلم [الثبوت]
- حواشی شرح ہدایۃ الحکمۃ (صدرا [لدین شیرازی])
- حواشی شمس بازغہ
- حواشی زواہد ثلاثہ
- رسالہ معارج العلوم (علم منطق)
- رسالہ مدارج العلوم (علم حکمت)

ایک مدت تک آپ اپنے وطن میں مقیم رہے، پھر رام پور چلے گئے، جہاں کے رئیس نواب فیض اللہ خاں نے آپ کو اعزاز و اکرام سے نوازا- آپ نے صفی پور میں ایک خاتون سے عقد کیا جن سے ایک صاحب زادے غلام دوست محمد تولد ہوئے، جن کا ذکر عن قریب آئے گا- آپ نے رام پور میں دو نکاح کیے، پہلی زوجہ سے عبدالرزاق اور عبداللہ کی ولادت ہوئی- اول الذکر آپ کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے، جب کہ مؤخر الذکر علوم و فنون میں فائق ہوئے- دوسری زوجہ سے مولوی محمد اسحٰق اور مولوی محمد یوسف پیدا ہوئے، دونوں مروجہ علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے-

[22]

ملا محمد حبیب اللہ

[وفات ــــ ۱۸۷۴ء]

مولوی محمد حبیب اللہ ابن مولانا غلام یحیٰی، ابن ملا غلام دوست محمد، ابن ملا حسن جلیل القدر عالم دین تھے- ایک لمبی مدت تک مضافات مرزا پور میں مقیم رہے، جہاں ۱۲۹۱ھ [۱۸۷۴ء] میں

وفات پائی[1]۔

مولوی رعایت اللہ:

آپ کے ایک صاحب زادے مولوی رعایت اللہ ہوئے، جنھوں نے ملا محمد عبد الحلیم ابن ملا امین اللہ سے ان کے جون پور میں قیام کے دوران پڑھا، پھر مرزا پور کی عدالت میں عہدۂ وکالت ملنے کی وجہ سے وہاں اقامت گزیں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں سلامت رکھے۔

[23]

ملا محمد حیدر

[وفات ـــــ ۱۸۴۰ء]

مولانا حیدر ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب شہید اپنے والد سے تعلیم حاصل کر کے عالم، فاضل، واعظ اور امرا کے یہاں قابل احترام ہو گئے۔ ایک زمانے تک اپنے وطن میں تدریس میں مصروف رہے، پھر آپ کے اور وزیر حکومت کے درمیان مذہب پر مباحثہ ہو گیا تو آپ وطن سے کلکتہ چلے گئے اور وہاں سے حج کے لیے جہاز پر سوار ہوئے۔ حج کی تاریخیں قریب تھیں، اتفاق سے طوفانی ہوا کا رخ مخالف سمت ہونے کی وجہ سے آپ کا جہاز مسقط پہنچ گیا اور حج کی تاریخیں نکل گئیں تو آپ نے وہاں تین ماہ دس دنوں تک قیام کیا، پھر ۲/ ربیع الاول ۱۲۴۰ھ [اکتوبر ۱۸۲۴ء] کو وہاں سے چل کر ۲/ جمادی الاولی ۱۲۴۰ھ [دسمبر ۱۸۲۴ء] کو مکہ پہنچے۔

وہاں آپ نے سید یوسف بن بطاح اہدل یمنی اور ملا عمر بن عبد الرسول مکی سے کتب حدیث کا درس لیا۔ جمادی الاولی کے اخیر میں مدینہ پہنچے اور وہاں بھی اپنے قیام کے دوران کتب حدیث میں علمائے مدینہ سے استفادہ کیا، جب کہ علامہ عبد الحفیظ عجیمی مکی اور علامہ شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اجازت حدیث پائی۔ پھر شعبان میں مکہ لوٹ آئے اور حج تک وہیں مقیم رہے۔

آپ نے سفر کے دوران قرآن کریم حفظ کر لیا اور مسجد حرام میں تراویح سنائی، جہاں اعزاز و اکرام سے نوازے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد ۲۷/ ذی الحجہ کو مکہ سے روانہ ہو کر جدہ پہنچے اور

ابتدائے محرم ۱۲۴۱ھ [اگست ۱۸۲۵ء] کو جہاز پر سوار ہوئے، تاہم اتفاق سے جدہ کے قر ان کا جہاز طوفان کی زد میں آ گیا اور تقریباً بیس مسافرین جن میں آپ کے رفقا بھی شامل غرق آب ہو گئے۔ آپ کو آپ کے بیٹے اور بعض رفقا کے ساتھ بچا لیا گیا۔ یہ تمام لوگ جدہ اور دوسرے جہاز پر سوار ہو کر بمبئی پہنچ گئے۔ وہاں امرائے حیدرآباد دکن سے شمس الامراء مو تھے جنھوں نے آپ کا نہایت تکریم کے ساتھ پرتپاک استقبال کیا[۱]۔

ملا حیدر شاہ نجات اللہ (خلیفہ شاہ شاکر اللہ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ساتھ ہی اجاز وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ دکن میں وعظ و تدریس، دعوت و ارشاد اور تصنیف و تالیف وابستہ تھے۔ کتب درسیہ پر آپ نے متعدد تعلیقات و حواشی تحریر کیے۔ منطق میں ایک مستقل ر اور وظائف حیدریہ آپ کی تصانیف ہیں۔

آپ نے وطن میں دو نکاح کیے، جب کہ دکن میں جس خاتون سے عقد کیا وہ نور الاصفیاء دختر ہیں، جن کا نسبی تعلق معزز و معتبر سادات کرام سے ہے۔ ان کے بطن سے چار بیٹے ہو سب سے بڑے مولوی نور المرتضی، جو عالم و فاضل تھے، انھوں نے اپنے بھائی ملا ظہور علی پڑھا۔ اپنی والدہ کی زندگی میں ہی ۱۲۷۶ھ [۱۸۶۰-۵۹ء] میں فوت ہوئے۔

مولوی نور المرتضی سے چھوٹے مولانا نور الحسنین[۲] اور ان سے چھوٹے مولانا نور الصدی تھے، جو علم و فن میں مرتبۂ کمال کو پہنچے۔ دونوں حضرات نے اپنے بڑے بھائی ملا ظہور علی سے پڑ اور تکمیل ملا عبد الحلیم ابن ملا امین اللہ سے کی۔ شہر کے امرا کے درمیان یہ دونوں کافی مقبول و معتبر تھے۔ مولانا نور الصدیق کے بیٹے ملا محمد نور الحمید رہیں، جو علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت پا کر فاضل و متقی ہوئے۔ ان کے والد (مولانا نور الصدیق) کا وصال ۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ [مارچ ۱۸۸۳ء] میں ہوا۔

مولوی نور الحمید مدظلہ صاحب تصانیف ہیں، ان کی ایک کتاب ”جواہر الفرائد“ ہے۔ ان کے بیٹے نور الحق ہیں (اللہ کریم انھیں علم نافع عطا فرمائے)۔ رہے مولوی نور الحسنین تو الحمد للہ وہ اب تک باحیات ہیں۔ لوگوں کے درمیان وعظ کیا کرتے ہیں، امرا، خصوصاً والیان حیدرآباد دکن

ان کا بے حد ادب واحترام کرتے ہیں۔ ان کو شیخ عابد سندھی اور ملا محمد حیدر سے اجازت نامہ حاصل ہے اور ان سے ہمیں حاصل ہے۔ ان کے صاحب زادے مولانا نورالرزاق ہیں، جنھوں نے مولوی عبدالرحمن پنجابی سے پڑھا، تمام علوم وفنون میں اچھی استعداد رکھتے ہیں۔ ان کے بیٹے نورالرحمن ہیں، (اللہ انھیں علم نافع عطا فرمائے)۔

ملا حیدر کے چاروں بیٹوں میں سب سے چھوٹے ملا نورالمبین تھے، جن کا بچپن میں وصال ہوگیا۔

ملا حیدر نے اپنے وطن میں دو خواتین سے نکاح کیا تھا، ان سے پانچ بیٹے تھے۔ پہلی زوجہ سے چار ہوئے، مولوی ظہور علی (جو راقم سطور کے نانا تھے)، ان سے چھوٹے مولوی غضنفر، ان کے بعد مولوی خادم احمد (ان حضرات کا ذکر عن قریب آئے گا)، اور سب سے چھوٹے مولوی محمد علی تھے، جو عالم دین نہیں ہو سکے۔ ۲۳؍ [رجب] ۱۲۸۳ھ [دسمبر ۱۸۶۶ء] کو فوت ہوئے۔

دوسری زوجہ سے ایک بیٹے ملا احمد حسن ہوئے، جو حافظ، عالم اور صالح تھے۔ ۲۷؍ صفر ۱۲۶۷ھ [جنوری ۱۸۵۱ء] اپنی جوانی میں فوت ہوئے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

صاحب تذکرہ (ملا حیدر) ۱۳؍ محرم ۱۲۵۶ھ [مارچ ۱۸۴۰ء] کو دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ کی بہت سی کرامات اور خوارق عادات کو اہل شہر نے بیان کیا ہے۔ ان کی قبر زیارت گاہ مرجع خلائق اور فیض بخش عام ہے۔

[24]

ملا حبیب اللہ

[وفات ـــ ۱۸۱۱ء]

ملا حبیب اللہ ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب نے اپنے بڑے بھائی ملا مبین، اپنے چچا ملا ازہار الحق، ملا احمد حسین ابن ملا رضا اور ملا محمد حسن ابن قاضی غلام مصطفی سے اکتساب علوم وفنون کیا۔ حصول معاش کی وجہ سے تالیف وتدریس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے۔ صاحب "خیر العمل" نے ذکر کیا ہے کہ آپ سلیم الطبع اور نہایت ذہین وفطین تھے۔ لوگ

آپ کی زندگی میں اور موت کے بعد بھی آپ کا ذکر خیر کرتے تھے۔ ۱۶رذی قعدہ کی شب ۱۲۲۶ھ [دسمبر ۱۸۱۱ء] کو آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے پانچ صاحب زادے تھے، ولی اللہ، نعیم اللہ، حفیظ اللہ، علیم اللہ اور سلام اللہ، جن کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

[25]

ملا حفیظ اللہ

[وفات ــــ ۱۸۶۲ء]

ملا حفیظ اللہ ابن ملا حبیب اللہ اپنے بڑے بھائی ملا ولی اللہ سے تعلیم پائی۔ آپ جید عالم دین تھے۔ حکومت میں معزز و محترم رہتے ہوئے [1] مفتی کے عہدے پر فائز رہے۔ اس کے ساتھ آپ بافیض استاذ بھی تھے۔ [۲۰رربیع الثانی [2]] ۱۲۷۹ھ [اکتوبر ۱۸۶۲ء] کو وصال ہوا اور اپنے بڑے بھائی ملا ولی اللہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کے تین صاحب زادے ہوئے، پہلے مولوی خلیل اللہ، جن کا ذکر آگے آئے گا۔

دوسرے مولوی عظیم اللہ، جنھوں نے اپنے بھائی سے تعلیم پائی اور عالم دین ہوئے۔ ۱۲۷۷ھ [۱۸۶۰ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک بیٹے مولوی فصیح اللہ آپ کی یادگار ہیں، جنھوں نے مفتی محمد یوسف سے پڑھا۔ شاعر اور مؤرخ ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے)۔ موصوف نے مفتی محمد یوسف کی صاحب زادی سے نکاح کیا، جن سے کوئی اولاد نہیں ہے۔

ملا حفیظ اللہ کے تیسرے بیٹے مولوی حمید اللہ، اعلیٰ صفات و اخلاق کے حامل تھے۔ شیخ وقت مولانا عبد الوالی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ۱۵رمحرم ۱۳۰۰ھ [نومبر ۱۸۸۲ء] میں رحلت فرمائے۔ انھوں نے دو بیٹے یادگار چھوڑے، بڑے مولوی وحید اللہ (اللہ ان کی حفاظت فرمائے)، اور چھوٹے مولوی نصیر اللہ، جنھوں نے اپنے چچا مولانا عبد الباسط وغیرہ سے اکتساب علم کیا۔ ۱۳۱۷ھ [۱۸۹۹ء] کو آپ کا وصال ہوا۔ ان کے ایک بیٹے انوار اللہ تھے، جن کی وفات ۱۳۲۱ھ [۱۹۰۳ء] میں طاعون سے ہوئی۔

[26]

ملا ابوالحسن محمد صالح

[وفات ــــ ۱۸۶۶ء]

ملا ابوالحسن محمد صالح ابن ملا عبدالجامع، ابن ملا عبدالنافع، ابن بحرالعلوم ملا عبدالعلی، ابن ملا نظام الدین، ابن ملا قطب نے قرآن کریم حفظ کیا، علم تجوید پڑھا اور دیگر علوم وفنون کی تحصیل ملا عبدالحکیم اور ملا معین سے کی[1]۔ آپ نے ایک کتاب ''تمیز الکلام فی الحلال والحرام'' تصنیف کی[2]۔ [۱۷؍ذی الحجہ] ۱۲۸۲ھ [مئی ۱۸۶۶ء] کو وصال ہوا۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔

خ

[27]

ملا خلیل اللہ ابن غلام یحیٰی

[وفات ــــ ۱۸۹۵ء]

مولوی خلیل اللہ ابن مولوی غلام یحیٰی، ابن ملا غلام دوست محمد، ابن ملا حسن، ابن قاضی غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن قطب شہید مروجہ علوم کی تحصیل کے بعد عالم و فاضل ہوئے۔ [۲۹/ جمادی الثانی] ۱۳۱۳ھ [دسمبر ۱۸۹۵ء] میں وصال ہوا اور ہمارے قبرستان [باغ مولوی انوار] میں مدفون ہوئے۔ آپ دکن کے ایک شہر ساگر میں مقیم تھے[۱]۔ دو بیٹے ہوئے، بڑے مولوی رحیم اللہ فاضل و صالح تھے، شوال ۱۳۰۹ھ [مئی ۱۸۹۲ء] میں وفات پائی، ان کے ایک بیٹے مولوی کلیم اللہ ہیں (اللہ انھیں محفوظ رکھے اور صالح اولاد سے نوازے)۔ فی الحال یہ حیدر آباد دکن میں وکالت کے عہدے پر فائز ہیں۔ مولوی خلیل اللہ کے چھوٹے بیٹے مولوی حفیظ اللہ تھے، انھوں نے کچھ عرصے مدرسہ اشاعت العلوم فرنگی محل میں درس دیا۔ آپ کا وصال ہو گیا۔ کوئی اولاد ذکور نہیں تھی۔

[28]

ملا خلیل اللہ ابن حفیظ اللہ

[وفات ــــ ۱۸۵۶ء]

مولانا خلیل اللہ ابن مولوی حفیظ اللہ، ابن ملا حبیب اللہ، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب شہید اپنے والد اور چچا مولوی ولی اللہ سے اکتساب علوم و فنون کر کے

عالم وفاضل ہوئے[۱]۔ پورب کے ایک شہر عظیم آباد [پٹنہ] میں ۲۳ شعبان ۱۲۷۲ھ [اپریل ۱۸۵۶ء] کو وفات پائی۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے۔

مولوی عبداللہ [ف: ۱۸۸۸ء]:

بڑے صاحب زادے مولوی عبداللہ عالم وفاضل تھے، انھوں نے مولوی عبدالوحید ابن مولوی عبدالواحد اور مفتی محمد یوسف وغیرہ سے تعلیم پائی، پھر مونگیر جا کر وہاں بحیثیت مدرس مقیم ہو گئے، یہاں تک کہ ۱۳۰۵ھ [۱۸۸۸ء] میں ان کا وصال ہوا۔

مولوی مسیح اللہ [ف: ۱۹۰۷ء]:

چھوٹے بیٹے مولوی مسیح اللہ بھی عالم وفاضل اور خلیق ہیں۔ شیخ وقت مولانا عبدالوالی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ خدا بخش لائبریری میں ملازمت[۲] کی وجہ سے عظیم آباد میں مقیم ہیں۔ ان کے دو بیٹے ہوئے، بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ، انھوں نے منصب وکالت کے لیے استعداد اور مہارت حاصل کر لی۔ اِن کے ایک بیٹے سمیع اللہ ہیں (اللہ انھیں علم نافع عطا فرمائے)۔

مولوی مسیح اللہ کے چھوٹے بیٹے مولوی نجیب اللہ ہیں، جنھوں نے خواجہ عزیز الدین لکھنوی سے فارسی کتابیں پڑھیں اور میرے استاذ مولانا عبدالباقی، نیز مولوی عبدالحمید، مولانا عین القضاۃ اور مولوی محمد فاروق چریاکوٹی سے تعلیم پائی۔ اِن کے ایک بیٹے ہیں، (اللہ اسے علم نافع سے نوازے)۔

[29]

ملا خادم احمد

[وفات ــــ ۱۸۵۵ء]

مولانا خادم احمد ابن ملا حیدر، ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبدالحق، ابن ملا محمد سعید، ابن قطب شہید نے اپنے چچا ملا معین سے علم حاصل کیا۔ ایک عرصے تک طلبہ کو درس دیا اور ہر جمعہ کو مسجد فرنگی محل میں خطاب فرماتے[۱]۔ آپ کی مستقل تصانیف اور مختلف کتابوں پر حواشی ہیں، جو حسب ذیل ہیں[۲]:

- التقریر المعقول فی بحث الحاصل والمحصول من الفوائد الضیائیة

- تحقیق دائرہ ہندیہ (عربی، فارسی)
- وسیلۃ الشفاعۃ فی احوال الصحابۃ
- زاد التقوی فی آداب الفتوی
- اعلام الھدی [فی تحریم المزامیر و الغناء] (مزامیر اور غنا کی حرمت پر)
- ھدایۃ الانام فی اثبات تقلید الائمۃ الکرام
- رسالۃ فی الطھر المتخلل

۱۲/ ذی الحجہ ۱۲۷۱ھ [۲۵/ اگست ۱۸۵۵ء] کو وصال ہوا۔ اولاد ذکور نہیں تھی۔

[30]

ملا خیر اللہ

[وفات — ۱۸۸۹ء]

مولوی خیر اللہ ابن ملا احمد، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید کا ذکر ''خیر العمل'' کے تکملے میں ہے کہ آپ عمدہ اخلاق اور اچھے عادات وخصائل کے مالک تھے[۱]۔ اپنے والد اور دادا سے منقول اوراد و وظائف کے پابند تھے۔ ۵/ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ [نومبر ۱۸۸۹ء] میں فوت ہوئے۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔

ر

[31]

ملا محمد رضا

[ـــــــــ]

ملا محمد رضا ابن قطب شہید، آپ ملا قطب الدین شہید کے چار صاحب زادوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ متبحر عالم دین، گوشہ نشین، متقی اور زاہد مرتاض تھے۔ ایک عرصے تک درس وتدریس میں مشغول رہے[۱]، پھر معارف باطنی کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ وقت، قدوۃ العرفا حضرت سید عبد الرزاق بانسوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ ''خیر العمل'' میں ذکر ہے کہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی قبر مبارک کی زیارت کا حکم دیا۔ پھر آپ [شیخ عبد القادر جیلانی] غوث الثقلین کی قبر انور کی زیارت کے لیے گئے، وہاں ایک زمانے تک قیام کیا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بھائی [استاذ الہند] ملا نظام الدین نے کشف کے ذریعے آپ کے وصال کی خبر آپ کے اہل و اعیال کو دی۔ آپ کی تالیفات میں 'شرح سلم العلوم' ہے۔ دو صاحب زادے یادگار چھوڑے، ان میں سے ایک ملا احمد حسین، جن کا ذکر پیچھے گزرا، اور دوسرے ملا عبد الحی، جو طبیب فاضل تھے، جوانی میں وصال فرمایا، کوئی اولاد نہیں تھی۔

[32]

ملا رحمت اللہ

[وفات ـــ ۱۸۸۸ء]

مولانا رحمت اللہ ابن مولوی نور اللہ، ابن ملا محمد ولی، ابن ملا قاضی غلام مصطفی، ابن ملا اسعد،

امین ملا قطب الدین شہید نے اپنے بھائی مولوی نعمت اللہ اور مولوی امین اللہ سے پڑھا۔ خیر العمل کے تکملے میں مذکور ہے کہ: آپ علم فرائض، حساب اور فقہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کے چچا مولوی محمد ظہور اللہ کی رحلت کے بعد کار افتا آپ کے حوالے ہو گیا[1]۔ پھر آپ پورب کے ایک شہر غازی پور جا کر وہیں مقیم ہو گئے اور "چشمہ رحمت" کے نام سے ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ آپ کی متعدد تصانیف و تالیفات ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

- شرح میزان
- شرح منشعب
- شرح پنج گنج
- رسالہ فقہ
- مجموعہ فتاویٰ
- شرح خلاصۃ الحساب وغیرہ۔

۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۵ھ [۲۱؍ جنوری ۱۸۸۸ء] کو غازی پور میں وصال ہوا۔ اولاد ذکور نہیں تھی۔

س

[33]

ملا محمد سعید

[———]

ملا سعید[۱] ابن ملا قطب الدین شہید نے تحصیل علوم وفنون کیا اور فائق وممتاز ہوئے۔ صاحب "خیر العمل" نے ذکر کیا ہے کہ: اپنے زمانے کے قائدین اور اکابر علما سے تھے۔ اپنے والد کی شہادت کے بعد سلطان عالم گیر کے پاس خطۂ دکن کی طرف ہجرت کر گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ ثقہ حضرات سے میں نے سنا ہے کہ: "فتاویٰ ہندیہ" معروف بہ "عالم گیری" کی تالیف میں آپ بھی دیگر علما کے ساتھ شریک تھے۔

دو صاحب زادے بطور یادگار چھوڑے، ایک ملا عبد الحق، جن کا ذکر پیچھے گزرا اور دوسرے ملا عبد العزیز، جن کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ ہمارے فرنگی محل کے اکثر لوگ آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

[34]

ملا سلام اللہ

[وفات ــــ ۱۸۴۸ء]

مولوی سلام اللہ ابن ملا حبیب اللہ، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے مروجہ درسی علوم وفنون کی تحصیل کی اور طلبہ کی تدریس سے وابستہ رہے۔ جوانی میں وفات پائی[۱]۔ ایک صاحب زادے اکرام اللہ ہوئے جو لاولد فوت ہوئے۔

[35]

ملا سراج الحق

[————]

مولوی سراج الحق ابن ملا نور الحق، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید کے بارے میں صاحب ''خیر العمل'' نے کہا ہے کہ وہ عالم، فاضل اور نیک صفت تھے۔ جوانی میں وفات پائی[۱]۔ ایک بیٹے ملا نظام الحق تھے جن کا ذکر عن قریب آئے گا۔

[36]

ملا سعد الدین

[————]

ملا سعد الدین ابن ملا احمد حسین، ابن ملا محمد رضا، ابن ملا قطب الدین شہید جلیل القدر عالم و فاضل تھے۔ آپ نے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل فرمائی[۱]۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے، پہلے ملا عماد الدین، جن کے دو بیٹے مولوی کمال الدین اور چودھری عبد الکریم تھے۔ دوسرے مولوی عبد الرب تھے، جن کے تین بیٹے ہوئے۔ بڑے مولوی شائق (والد مولوی محمد حسین)، انھوں نے ملا عبد الرزاق وغیرہ سے پڑھا اور انگریزی حکومت میں اعلیٰ عہدے تک پہنچ گئے۔ مناقب قادریہ رزاقیہ پر آپ نے کتاب تصنیف فرمائی۔ شاعر بھی تھے۔ ۱۲۲۲ھ [۱۸۰۷ء] میں وصال ہوا۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔ ملا سعد الدین کے دوسرے بیٹے مولوی فقیر اللہ ہوئے، جو لاولد تھے۔ اور سب سے چھوٹے مولوی کرامت اللہ تھے، جن کا ذکر حرف ''کاف'' کے تحت آئے گا۔

ص

[37]

ملا محمد صفدر

[——————]

ملا صفدر ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا عبدالحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے بڑے بھائی ملا حیدر اور مولوی ولی اللہ سے تعلیم حاصل کی- آپ کی توجہ ریاضات و مجاہدات اور زہد کی طرف تھی- لاولد دنیا سے رخصت ہوئے[1]-

[38]

ملا صصام الحق

[وفات——۱۸۹۴ء]

مولوی صصام الحق ابن ملا نظام الحق، ابن ملا سراج الحق، ابن ملا نور الحق، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبدالحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے مولوی عبدالحلیم ابن ملا امین اللہ سے مروجہ علوم و فنون حاصل کیا[1]- میرے دادا مولانا عبدالرزاق کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے- آپ نے فقہ میں ایک کتاب "صراط مستقیم" اور علم ہیئت میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا- آپ نے وصال فرمایا[2] تو آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی-

ظ

[39]

ملا ظہور الحق

[——————]

ملا ظہور الحق ابن ملا ازہار الحق، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن قطب الدین شہید نے اپنے والد اور بحر العلوم ملا عبد العلی سے تحصیل علوم وفنون کیا- ملا عبد الحی نے ذکر کیا ہے کہ آپ جلیل القدر عالم وفاضل اور عابد وزاہد تھے، قرآن اور اس کی تفاسیر کے مطالعے، کتب حدیث اور عبادتوں میں غرق رہتے- آپ کو زیادہ تدریس کا موقع نہیں مل پاتا[۱] - اولاد زینہ نہیں تھی-

[40]

مفتی ظہور اللہ

[وفات —— ۱۸۴۰ء]

مفتی ظہور اللہ ابن ملا محمد ولی، ابن قاضی غلام مصطفیٰ، ابن ملا اسعد، ابن قطب شہید نے اپنے والد اور چچا ملا حسن سے اکتساب علوم کیا[۱] - آپ معروف ومقبول تصانیف اور اہم تالیفات کے مالک تھے، جو حسب ذیل ہیں:

- حواشی بر حاشیہ زاہدیہ علی رسالہ قطبیہ
- حواشی بر حاشیہ زاہدیہ علی حاشیہ تہذیب جلالیہ

صاحب "خیر العمل" نے ذکر کیا ہے کہ مؤخر الذکر کتاب پر یہ سب سے عمدہ، نایاب فوائد پر

مشتمل جامع اور مشکلات کے حل کے لیے مکمل ترین حاشیہ ہے۔

- حواشی بر حاشیہ زاہدیہ علی شرح المواقف
- شرح الدوحۃ المیادہ فی حدیقۃ الصورۃ والمادہ (از مؤلف شمس بازغہ)۔

صاحب 'خیر العمل' فرماتے ہیں: مذکورہ تمام حواشی ان فوائد و نکات پر مشتمل ہے جن سے دیگر حواشی و شروحات خالی ہیں۔ یہ کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ صاحب کتاب جلیل القدر عالم تھے۔

آپ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۵۶ھ [مئی ۱۸۴۰ء] بروز سنیچر واصل بحق ہوئے۔

آپ عدالت عالیہ میں منصب افتا پر فائز تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر تھی، جن میں سے چند کا ذکر ''خیر العمل'' میں کیا گیا ہے۔ اولاد ذکور نہیں تھی۔

[41]

ملا ظہور علی

[وفات۔۔۔۱۸۵۹ء]

مولانا ظہور علی ابن ملا محمد حیدر، ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید میرے نانا ہیں، جنھوں نے اپنے والد اور مفتی ظہور اللہ وغیرہم سے تعلیم پائی۔ اپنی جوانی میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ اپنے والد گرامی کے وصال تک وطن میں بحیثیت مدرس اور واعظ مقیم رہے، پھر دکن ہجرت کر گئے، جہاں معزز و محترم رہے[۱]۔ وہاں فتوی دیتے، تذکیر اور تدریس فرماتے تھے، یہاں تک کہ ہیضے کی وجہ سے رمضان ۱۲۷۵ھ [مئی ۱۸۵۹ء] کو حالت اعتکاف میں وصال فرمایا[۲]۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

- تفسیر القرآن
- رسالہ معراجیہ
- الطریقۃ الوسطی فی سماع الموتی
- شرح قاضی مبارک سلم العلوم۔

دو بیٹے مولوی ظہور الحسن اور مولوی افضل حسن یادگار چھوڑے۔

[42]

ملا ظہور الحسن

[وفات—۱۸۹۲ء]

[مولوی ظہور الحسن ابن مولوی ظہور علی، ابن ملا محمد حیدر، ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید] نے اپنے والد اور ملا عبد الحلیم ابن ملا امین اللہ سے پڑھا[۱]، پھر مدینہ ہجرت کر گئے، جہاں [۱۴ / شعبان] ۱۳۰۹ھ [مارچ ۱۸۹۲ء] کو وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے- دو بیٹے یادگار چھوڑے[۲]، بڑے مولوی ظہور علی، جنھوں نے جوانی میں وفات پائی[۳] اور اپنے والد کے پہلو میں مدفون ہوئے- چھوٹے مولوی ظہور اللہ، جنھوں نے میرے استاذ مولوی عبد الباقی مدظلہ سے پڑھا- وہ حیدر آباد دکن میں معزز و محترم ہیں اور ''نصیر جنگ'' کے خطاب سے نوازے گئے ہیں- ان کے بیٹوں میں بڑے انوار اللہ، منجھلے ظہور حسن اور سب سے چھوٹے سراج الحق ہیں-

(اللہ ان سب کی حفاظت فرمائے اور انھیں علم نافع عطا فرمائے)-

ملا افضل حسن [ف: ۱۸۹۵ء]:

رہے مولوی ظہور علی کے دوسرے صاحب زادے مولوی افضل حسن تو انھوں نے [اپنے والد مولوی ظہور علی اور ملا عبد الحلیم ابن ملا امین اللہ سے] پڑھا[۴]- ۱۳۱۳ھ [۱۸۹۵ء] میں وفات پائی[۵]- تین بیٹے یادگار چھوڑے، بڑے مولوی احمد حسن، ان کے ایک بیٹے ہیں- منجھلے مولوی محمد حسن، اور سب سے چھوٹے مولوی حامد حسن-

(اللہ کریم انھیں سلامت رکھے اور صلاح و تقوی عطا فرمائے)-

ع

[43]

ملا علاء الدین

[وفات ـــ ۱۸۲۷ء]

ملا علاء الدین ابن ملا انوار الحق، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے بھائی ملا محمد نور الحق، ملا مبین، ملا اظہار الحق اور بحر العلوم ملا عبد العلی کی درس گاہوں میں زانوئے تلمذ تہ کیا[۱]۔ اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، پھر مدراس چلے گئے، جہاں بحر العلوم ملا عبد العلی کے قائم مقام ہوئے اور "ملک العلماء" کے خطاب سے نوازے گئے۔ "شرح فصول اکبری" اور "حواشی برحاشیہ سید زاہد بر رسالہ قطبیہ" تصنیف فرمائی۔ ۱۰؍ شوال ۱۲۴۲ھ [مئی ۱۸۲۷ء] کو مدراس میں ہی وصال ہوا اور اپنے خسر بحر العلوم ملا عبد العلی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ایک بیٹے ملا جمال الدین ہوئے، جن کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

[44]

ملا عبد العزیز ابن ملا سعید

[وفات ـــ ۱۷۵۲ء]

ملا عبد العزیز ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد سے تعلیم پائی[۱] اور اپنے چچا ملا نظام الدین کے حکم سے حضرت سید اسماعیل بلگرامی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ آپ متبحر عالم، شیخ کامل اور زاہد و خدا ترس بزرگ تھے۔ آپ کے اوصاف گوناگوں تھے اور کرامتوں

کا شہرہ بھی تھا[۲]، جس کا ذکر صاحب ''خیر العمل'' وغیرہ نے کیا ہے۔ ۹/ ذی قعدہ ۱۱۶۵ھ [ستمبر ۱۷۵۲ء] واصل بحق ہو کر معروف قبرستان ''باغ مولوی انور'' میں مدفون ہوئے۔ ایک صاحب زادے ملا یعقوب تھے جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

[45]

ملا عبد القدوس

[——————]

ملا عبد القدوس ابن ملا یعقوب ابن ملا عبد العزیز نے اپنے والد اور ملا حسن سے اکتساب علم کیا اور عالم باعمل ہوئے[۱]۔ اسی (۸۰) برس سے زائد متوکلانہ اور زاہدانہ زندگی گزاری[۲]۔ اپنے والد کے حکم سے ملا غلام یحییٰ بہاری سے طریق باطنی حاصل کیا۔ کتب درسیہ پر آپ کے مختلف حواشی و تعلیقات ہیں۔ ایک بیٹے ملا عبد السلام ہوئے، جنھوں نے اپنے والد [ملا عبد القدوس] سے پڑھا اور عالم و فاضل ہوئے۔ پھر کہیں چلے گئے، اور ان کی کوئی خبر نہیں مل سکی۔

[46]

ملا عبد الرحیم

[وفات—۱۸۵۸ء]

ملا عبد السلام کے ایک بیٹے ملا عبد الرحیم ہوئے، بقول صاحب ''خیر العمل'': عالم و فاضل تھے۔ [رجب] ۱۲۷۴ھ [فروری ۱۸۵۸ء] کی بغاوت ہند میں شہادت پائی[۱]۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔

[47]

ملا عبد الوہاب ابن عبد الرحیم

[وفات—۱۹۱۲ء]

ملا عبد الرحیم کے سب سے بڑے بیٹے مولوی عبد الوہاب ہیں، جنھوں نے تعلیم حاصل کی[۱] اور وکالت کے عہدے پر معاشی حصول میں مصروف ہیں اور اپنی جوانی میں قرآن حفظ کر رہے

ہیں۔ شریعت پر عامل متقی و پرہیزگار ہیں۔ کوئی اولاد ذکور نہیں ہے۔ (اللہ کریم ان کی حفاظت فرمائے اور صالح اولاد عطا فرمائے۔)

[48]

ملاعبدالاحد شمشاؔد

[وفات ــــــ ۱۹۱۷ء]

ملاعبدالرحیم کے منجھلے صاحب زادے ملاعبدالاحد [۱] نے ملارحمت اللہ ابن ملانوراللہ سے تعلیم پائی۔ مدرسہ چشمۂ رحمت، غازی پور میں منصب تدریس پر فائز ہیں۔ آپ کی تصانیف میں حاشیہ مختصر المعانی ہے۔ آپ نے دو دیوان میں اشعار جمع کیے ہیں [۲]۔ آپ کی کوئی اولاد کفو نہیں ہے۔ غازی پور میں آپ نے عقد کیا [۳]، جس سے ایک بیٹے عبدالاول ہوئے۔ (اللہ سلامت رکھے)۔

[49]

ملاعبدالعزیز ابن عبدالرحیم

[وفات ــــــ ۱۹۱۹ء]

ملاعبدالرحیم کے چھوٹے صاحب زادے ملاعبدالعزیز نے مولانا عبدالحی اور ملاعبدالرزاق وغیرہما سے درسی کتابیں پڑھیں اور علم طب حاصل کیا۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں اور حواشی لکھے، آپ کے حواشی میں حاشیة علی العینی علی الکنز اور حاشیہ شرح وقایہ (جلد چہارم) ہے [۱]۔ فقہی جزئیات ازبر کر رہے ہیں۔ میرے دادا مولانا عبدالرزاق قدس سرہ سے بیعت ہیں۔ آپ زاہد و متقی، عبادت گزار اور نماز باجماعت کے پابند ہیں۔ کالون اسکول میں مدرس ہیں [۲]۔ (اللہ کریم آپ کو ہمارے لیے نافع بنائے۔) آپ کے تین صاحب زادے ہیں۔

[50]

ملاعبدالسلام محمد بقا

[وفات ــــــ ۱۹۶۸ء]

ملاعبدالعزیز کے بڑے بیٹے مولوی عبدالسلام محمد بقا نے اپنے والد سے، اور مجھ سے اور مولوی

عظمت اللہ سے تلمذ پایا۔ انگریزی تعلیم حاصل کرکے اس میں بھی کمال حاصل کرلیا اور عدالت میں ملازم ہوگئے[1]۔ کثیر مشکلات کے باوجود تحصیل علوم کی تکمیل میں اب تک مصروف ہیں۔ (اللہ علم نافع اور صالح اولاد عطا فرمائے۔) احکام روزہ کے بیان میں آپ کی ایک تصنیف ہے۔

[51]

مفتی عبدالقیوم محمد قائم

[وفات ــــ ۱۹۷۷ء]

ملا عبدالعزیز کے منجھلے بیٹے مولوی عبدالقیوم محمد قائم نے مجھ سے، اور مولانا عبدالباقی، اور مولوی عظمت اللہ اور مفتی محمد یوسف ابن مولوی قاسم سے پڑھا۔ اب درس وتدریس میں مصروف ہیں[1]۔ (اللہ ان کے علم اور عمر میں اضافہ فرمائے۔) آپ ہمارے محلے میں واقع مدرسہ نظامیہ میں ملازم ہیں۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کی اور حواشی لکھے ہیں، ان میں حاشیہ میزان، رسالہ فی احکام الصلوٰۃ اور حاشیہ مختصر المعانی ہیں۔

[52]

مفتی عبدالقادر

[وفات ــــ ۱۹۵۹ء]

ملا عبدالعزیز کے چھوٹے بیٹے مولوی عبدالقادر بچے ہیں، مدرسہ نظامیہ میں زیر تعلیم ہیں[1]۔ (اللہ انھیں علم وحلم عطا فرمائے، گناہوں سے محفوظ رکھے اور ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔)

[53]

ملا عبدالوالی

[وفات ــــ ۱۸۶۳ء]

ملا عبدالوالی[1] ابن ملا ابی الکرم، ابن ملا محمد یعقوب، ابن ملا عبدالعزیز ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے ماموں ملا نورالحق سے علوم وفنون سیکھے اور اپنے سوتیلے دادا ملا انوارالحق کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک زمانے تک درس وتدریس سے وابستہ رہے، پھر امور باطنیہ کے

اکتساب میں مشغول ہو گئے اور اپنے عہد کے شیخ المشائخ اور نمونۂ اسلاف ہوئے۔ بے شمار لوگ آپ کے سلسلۂ طریقت سے وابستہ ہوئے اور بے حساب لوگوں نے آپ سے تلمذ پایا۔ آپ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں مثنوی رومی کا درس دیتے اور اس کے نکات و لطائف بیان فرماتے تھے۔ ”خیر العمل“ میں مذکور ہے کہ: آپ کی متعدد کرامتیں ہیں جب کہ آپ کے ملفوظات بہت نفع بخش ہیں۔ ۲۲ر شعبان ۱۲۷۹ھ [فروری ۱۸۶۳ء] میں وصال ہوا اور ”باغ مولوی انوار“ میں مولانا عبدالحق کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ [قبر] زیارت گاہ انام اور منبع فیوض و برکات ہے۔ آپ کی کوئی اولاد ذکور نہیں تھی۔

[54]

ملا عزیز اللہ

[وفات ـــــ ۱۷۷۷ء]

ملا عزیز اللہ ابن ملا محمد ولی، ابن قاضی غلام مصطفیٰ، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید حصولِ علم کے بعد حج کے ارادے سے سورت گئے اور وہاں شاہ حفیظ اللہ سورتی سے سلسلۂ طریقت میں بیعت ہو گئے[1]۔ مولوی خیر الدین سورتی سے حدیث کا درس لیا اور وہیں اپنے والد کی زندگی میں [۲۸ر جمادی الاولی] ۱۱۹۱ھ [جولائی ۱۷۷۷ء] کو لاولد فوت ہوئے۔

[55]

ملا علی محمد

[وفات ـــــ ۱۸۷۱ء]

ملا علی محمد ابن مولانا معین، ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبدالحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے مولانا خابم احمد ابن مولانا حیدر ابن ملا مبین سے تحصیل علوم کیا۔ آپ عالم، فاضل[1] اور ایسے کامیاب واعظ تھے کہ جن کی مجلس وعظ میں بکثرت لوگ آتے اور استفادہ کرتے۔ آپ نے چند کتابیں لکھی ہیں، جن میں ہدایت نسواں، چشمۂ فیض اور ایک رسالہ مسائل زکوٰۃ پر ہے۔ [۱۶ر رمضان] ۱۲۸۸ھ [نومبر ۱۸۷۱ء] میں مبتلائے ہیضہ ہو کر وفات پائی۔

تین صاحب زادے ہوئے-

ملا محمد ابراہیم [ف: ۱۸۹۸ء]:

ملا علی محمد کے سب سے بڑے بیٹے مولانا [محمد] ابراہیم تھے، جنھوں نے میرے دادا مولانا عبدالرزاق سے پڑھا اور انہی سے اجازت وخلافت بھی پائی- زاہد و متقی تھے- ہر جمعہ کو اپنے والد کی جگہ جمعہ میں خطاب فرماتے- آپ نے متعدد بار حج کیا، پھر ہجرت کر گئے اور مدینہ منورہ کو اپنا وطن بنا لیا اور وہیں [ذی قعدہ] ۱۳۱۵ھ [اپریل ۱۸۹۸ء] کو وصال فرمایا- دو بیٹے یادگار چھوڑے، جن میں محمد عظیم نے مجھ سے اور مولانا عبدالباقی سے پڑھا- ان کے ایک بیٹے محمد کریم ہیں (اللہ ان دونوں کی حفاظت فرمائے-)

[56]

ملا عبدالباقی

[وفات ـــ ۱۹۴۵ء]

ملا علی محمد کے منجھلے صاحب زادے مولانا عبدالباقی اپنے عہد کے اکابر علما اور مشاہیر فضلا سے ہیں- آپ نے مولانا عبدالحی، ملا فضل اللہ ابن ملا نعمت اللہ اور ملا عین القضاۃ اور ان جیسے مشاہیر اساتذہ سے تحصیل علوم وفنون کیا- میرے دادا مولانا عبدالرزاق سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت پائی- آپ نے متعدد بار حرمین کا سفر کیا اور میرے دادا اور دیگر شیوخ عرب سے علم حدیث پڑھا اور اجازت حدیث حاصل کی- وطن [لکھنو] میں بہت سے لوگ آپ کے شاگرد ہوئے- فی الحال حرم نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں درس دیتے ہیں، جس سے کثیر لوگ استفادہ کرتے ہیں[1]- آپ نے درج ذیل اور ان جیسی چند کتابیں بھی تصنیف فرمائی اور مختلف کتابوں پر حواشی بھی رقم فرمائے ہیں[2]:

- تکملہ خیر العمل [بتراجم فرنگی محل]
- رسالہ فی صلوۃ الجنازۃ فی المساجد [تحفة الأماجد بحكم صلاة الجنازة في المساجد]
- رسالہ فی تحقیق بیعۃ مولانا انوار الحق [إظهار الحق فی بيعة مولانا أنوار الحق]
- رسالہ فی سدل الثواب

- رسالہ فی علم الغیب [کشف رین الریب عن مسألة الغیب]
- رسالہ فی السماع [إغنام الأنام بحكم سماع الصوفية الكرام]

(اس موضوع پر اس جیسی کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی گئی)

- حسرۃ الفحول بوفاۃ نائب الرسول

آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے، (اللہ کریم صالح اولاد عطا فرمائے-)

[57]

ملا عبد الہادی

[وفات—۱۹۴۶ء]

ملا علی محمد کے سب سے چھوٹے بیٹے مولوی عبد الہادی نے اپنے بھائی [ملا عبد الباقی]، مولانا عین القضاۃ اور مولانا افہام اللہ وغیرہم سے علوم وفنون کی تحصیل کی- میرے دادا مولانا عبد الرزاق کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، پھر دادا اور میرے والد مولانا عبد الوہاب قدس اسرارہما سے اکتساب طریقت کیا- شیوخ عرب سے احادیث کی اجازت پائی لے- فی الحال مدرسہ نظامیہ [فرنگی محل] میں مدرس ہیں- آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

- احسن العمل بتراجم فرنگی محل
- فسانہ غم والم (شہادت امام حسین علیہ السلام کے بیان میں)
- مجربات عثمانیہ (اعمال واوراد)
- وظائف قادریہ (اوراد ووظائف)
- فضائل غوثیہ (حیات قطب الاقطاب، غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ)
- توسل (قضائے حاجات)
- انشراح صدر باسماء البدر
- رسالہ معراج
- حاشیہ برفوائد ضیائیہ

- حاشیہ براخوان الصفا

اللہ کریم آپ کی حفاظت فرمائے اور صالح اولاد عطا فرمائے[۲]۔

[58]

ملا عبدالرزاق

[وفات — ۱۸۸۹ء]

مولانا عبدالرزاق[۱] ابن ملا جمال الدین، ابن ملا علاء الدین، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبدالحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے مفتی اصغر اور ان کے بیٹے مفتی محمد یوسف سے تلمذ پایا۔ مرزا حسن علی محدث، شیخ حسین احمد محدث (تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) اور شیخ محسن ابن بدر سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ اپنے ماموں مولانا عبدالوالی قدس سرہ العزیز سے اکتساب طریقت کیا اور ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ آپ سے کثیر لوگوں نے تلمذ پایا اور ایک جم غفیر بیعت ہو کر آپ کے سلسلۂ ارادت میں داخل ہوا۔

میرے بھائی مولانا عبدالحی نے "مقدمہ عمدۃ الرعایہ" میں آپ کے ذکر میں لکھا ہے کہ "آپ عبادت گزار فقیہ اور زاہد بے ریا تھے۔ فقہی جزئیات خوب مستحضر تھیں۔" آپ کی کرامات وخوارق بہت ہیں اور مشہور بھی۔ آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض جنات سے ملاقات کی اور ان سے احادیث سماعت کی۔ آپ نے بحرالعلوم ملا عبدالعلی سے طریقہ اویسیہ کی اجازت پائی اور ان کے بعض مریدین سے بالمشافہ سلسلہ صدیقیہ کی اجازت سے سرفراز ہوئے جسے بحرالعلوم نے بلاواسطہ مشکوۃ نبوت سے اکتساب کیا تھا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر ہے۔

آپ کی تصانیف کی تعداد کثیر ہے، جو اہمیت کی حامل ہیں:

- حاشیہ شرح وقایہ
- منہج الرضوان [فی قیام رمضان]
- کشف القصاۃ فی احوال الاموات
- رسالہ مقامات تصوف

- انوار غیبیہ
- رسالہ سعد ونحس
- رسالہ آداب مطالعہ
- عمدۃ الوسائل (تصوف)
- احسن الخصائل (شرح عمدۃ الوسائل)
- ۱۲/عدد رسائل (میلاد مصطفی ﷺ کے موضوع پر)
- ایک طویل رسالہ (میلاد مصطفی ﷺ کے موضوع پر)
- تنشیط العشاق فی احوال النبی المشتاق
- ۱۱/عدد رسائل (غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے احوال میں)
- ۴/عدد رسائل (خلفائے اربعہ کے ذکر میں)
- ۲/رسالے (امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے احوال میں)
- ۲/رسالے (اوقات نماز کے بیان میں)
- مقدمۃ التفسیر
- شرح اسمائے حسنی (عربی)
- شرح اسمائے حسنی (فارسی)

۲۵/صفر ۱۳۰۷ھ [اکتوبر ۱۸۸۹ء] کو آپ کا وصال ہوا اور مولانا انوار الحق قدس سرہ کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ ملا محمد حیدر کی صاحب زادی سے آپ کا عقد ہوا جن سے تین صاحب زادے ہوئے۔

[59]

ملا عبدالباسط

[وفات ـــ ۱۸۷۸ء]

مولانا عبدالرزاق کے بڑے بیٹے مولانا عبدالباسط تھے، جنھوں نے اپنے والد سے مروجہ

کتابیں پڑھیں اور قرآن کریم حفظ کیا۔ ''خیر العمل'' میں مذکور ہے کہ: آپ باصلاحیت اور ذی استعداد عالم دین تھے[۱]۔ مولانا عبدالوالی قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اپنے والد سے تمام سلاسل کی اجازت پائی۔ چند رسائل تصنیف کیے مگر وہ مرتب نہ ہو سکے۔ آپ کا ایک ''مجموعہ فتاویٰ'' ہے جس کو میں نے ''فتاویٰ قیام الملۃ والدین'' میں شامل کر لیا ہے۔ سلطنت نظام [دکن] میں ملازم تھے۔ ۲۱رذی الحجہ ۱۲۹۵ھ [۱۸۷۸ء] میں وصال ہوا۔ کوئی اولاد ذکور نہیں تھی۔

[60]

ملا عبدالوہاب

[وفات۔۔۔ ۱۹۰۳ء]

مولانا عبدالرزاق کے منجھلے صاحب زادے مولانا عبدالوہاب میرے والد اور مرشد ہیں۔ آپ نے اپنے والد سے اکتساب علوم وفنون کیا اور عالم، فاضل، مدرس اور مفتی ہوئے[۱]۔ اپنے والد کے وصال کے بعد آپ نے تمام مشغولیات ترک کر دیں اور ان کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔ سلسلۂ قادریہ میں مولانا عبدالوالی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، پھر اپنے والد کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ میں نے ''حسرۃ المسترشد [لوصال المرشد]'' کے نام سے آپ کے احوال پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

- رسالہ (فاتحہ کے جواز میں)
- رسالہ (غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے ذکر میں)
- حواشی متفرقہ بر حاشیہ قطبی (از سید [شریف جرجانی])
- حاشیہ توضیح
- حاشیہ مثنوی معنوی

ان جیسا زاہد، متقی اور منکسر المزاج میں نے نہیں دیکھا۔ ۲رمحرم ۱۳۲۱ھ [اپریل ۱۹۰۳ء] کو مرض طاعون میں وصال فرمایا۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے۔

[61]

ملا عبدالرؤف

[وفات — ۱۹۰۵ء]

ملا عبدالوہاب کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرؤف تھے، جنھوں نے مولانا عبدالباقی، مولانا انعام اللہ اور مولانا فضل اللہ سے مروجہ علوم پڑھے [1]۔ اپنے دادا مولانا عبدالرزاق قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اپنے والد سے اجازت وخلافت پائی اور ان کے وصال کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور شیخ محمد علی ابن ظاہر الوتری اور شیخ امین الرضوان جیسے شیوخ حدیث نے آپ سے اجازت حاصل کی۔ آپ کی تصانیف میں ترجمہ فوائد عظمی ہے جو نا مکمل ہے۔ ۹/ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ [جنوری ۱۹۰۵ء] کو وفات پائی۔ ایک صاحب زادے ہوئے جن کا نام قطب الدین عبدالوالی سلمہ ہے، جنھوں نے قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے والد کے جانشین ہوئے [2]۔ (اللہ انھیں علم نافع عطا کرے اور عمل صالح کی توفیق بخشے۔)

[62]

مولانا محمد قیام الدین عبدالباری

[وفات — ۱۹۲۶ء]

میں، فقیر محمد قیام الدین عبدالباری الانصاری [1] مولانا عبدالوہاب کا چھوٹا بیٹا ہوں۔ میں نے مروجہ کتابیں اپنے استاذ مولانا عبدالباقی اور مولانا عین القضاۃ سے پڑھیں۔ میں نے ان دونوں اساتذہ اور عراق وعرب کے مشائخ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ جب میں چھوٹا تھا تو اپنے جد محترم [ملا عبدالرزاق] قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوا، پھر اپنے والد گرامی قدس سرہ سے تجدید بیعت کر لی۔ میں نے کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کی اور متعدد حواشی بھی لکھے ہیں۔ (اللہ کریم قبولیت سے سرفراز فرمائے۔)

علم صرف:

- تحفۃ الاخوان [مختصر المیزان]

- هدية الخلان [شرح الميزان]
- المنتخب مختصر المنشعب
- سلسلة الذهب [شرح المنشعب]
- تسهيل الصرف
- جامع القواعد
- إرتقاء الشرف [بعلم الصرف]
- مقدمة الصرف
- شرح هداية الصرف
- شرح الفصول الأكبري (مؤخر الذکر دونوں کتابیں نامکمل ہیں۔)

علم نحو:

- نور الصباح حاشية المصباح
- هدية الطلبة
- شرح هداية النحو
- حاشية الألفيه (مؤخر الذکر دونوں کتابیں نامکمل ہیں۔)

علم حکمت:

- تحفة الأحباب [في صفة الأسطرلاب]
- عين الصواب [في صنعة الأسطرلاب]
- الحاشية النافعة [على طفرة الزاوية]

علم منطق:

- إعتصام الأذهان [بصنعة الميزان]
- شرحان لايساغوجي (عربی، اردو)
- تقريب الأذهان [شرح تهذيب الميزان]

علم فقہ:

- العمل المغفور [في زيارة القبور]
- رحمة الغفور [لزائر القبور]
- خير الزاد [لسفر المعاد]
- الفيض الرحماني حاشية الخلاصة للكيداني
- قرة العينين في إيمان الأبوين
- حياة أولي الألباب
- الخطر بسوال القبر
- رسالة في تحقيق الجزية
- إحقاق السماع
- أحسن القربات [في تحقيق صلوٰة الجمعة في القصبات]
- رجم الشيطان [بتكرار الأذان]
- غاية المامول [في جواز تسمية فضل احمد و فضل رسول]
- القول المؤيد [لتكرار صلوٰة الجمعة في مسجد واحد]
- كشف الحال [عن المانع لرؤية الهلال]
- طعن السنان [بزيادة أسامي الخلفاء في الأذان]
- التعليق المختار [على كتاب الآثار]
- رسالة في مسائل الطهارة
- ذب الطاعنين [في الأذان لدفع الطواعين]
- خير الدعاء [في الطاعون و الوباء]
- الحرز المصون [للوباء و الطاعون]
- رحمة الأمة [في شهادة الأمة]

- ●صرع الجان [في نسمة الإنسان]
- ●فتاوى قيام الملة والدين ومقدمتها

علم فرائض (میراث):

- ●كتاب الفرائض
- ●حاشية السراجية
- ●الإظهار في توريث الإحماء والإصهار

علم کلام:

- ●غاية الكلام [شرح الوصايا للإمام]
- ●زبدة الفوائد [شرح نظام العقائد]
- ●كتاب العقائد

اصول فقہ:

- ●ملهم الملكوت [شرح مسلّم الثبوت]
- ●رسائل سائنس و کلام [۳۴/جلدیں]

علم حدیث:

- ●الدرة الباهرة [في الأحاديث المتواترة]
- ●شفاء الصدور [في أحاديث صلوٰة الأسبوع والشهور]
- ●راحة الفؤاد [في فراق الأحباء والأولاد]
- ●الإرشاد في الإسناد
- ●الباقيات الصالحات
- ●الإستبشار بفضائل الأنصار

علم تفسیر:

- ●فيض القادر [في تفسير آية الغافر]

سیر:

- تنویر الصحیفة [في تابعیة أبي حنیفة] (عربی، اردو)
- شهادة الحسین
- تنشیط المحبین [ذکر محبوب رب العالمین]
- رسالة في الوفاة
- رسالة في المعراج
- مختصر التاریخ
- أصول التاریخ

تصوف وسلوک:

- أفضل الشمائل
- سبیل الرشاد
- رسالة النصیحة
- رسالة التوبة
- نظم الفرائد في بعض الفوائد
- الهیاکل المعنویة للشمائل الترمذیة

"حسرة المسترشد" میں میں نے اپنے احوال لکھے ہیں، تفصیل کے لیے وہاں رجوع کیا جاسکتا ہے۔

[63]

ملا عبد الحلیم

[وفات ـــــ ۱۸۶۸ء]

ملا عبد الحلیم ابن امین اللہ، ابن ملا اکبر، ابن ملا ابی الرحم، ابن ملا یعقوب، ابن ملا عبد العزیز، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد اصغر، مفتی محمد یوسف

اور مولانا نعمت اللہ سے تلمذ پایا اور باصلاحیت عالم دین ہوئے[1]۔ ایک زمانے تک وطن میں درس دیا، پھر وہاں قیام کا اتفاق نہیں ہوا۔ مدتوں جون پور میں بحیثیت مدرس مقیم رہے۔ عرصے تک باعزا میں قیام رہا، پھر حیدرآباد دکن چلے گئے، وہاں انھیں عدالت عالیہ کا عہدہ تفویض کیا گیا اور اس منصب کے ساتھ درس وتصنیف میں بھی مشغول رہے۔ آپ کے حواشی کی تعداد کثیر ہے، جو مقبول اور مطبوع ہیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں[2]:

- رسالة في الإشارة في التشهد
- حل المعاقد في شرح العقائد
- نظم الدرر في سلک شق القمر
- التحلية شرح التسوية
- نور الإيمان في آثار حبيب الرحمن
- بركات الحرمين
- الإملاء في تحقيق الدعاء
- إنقيام المصابيح في صلوة التراويح
- غاية الكلام في مسائل الحلال والحرام
- خير الكلام في مسائل الصيام
- القول الحسن فيما يتعلق بالنوافل والسنن
- عمدة التحرير في مسائل اللون واللباس والحرير
- السقاية لعطشان الهداية
- قمر الأقمار حاشية نور الأنوار
- التعليق الفاضل [على] حاشية الطهر المتخلل
- رسالة في أحوال سفر الحرمين
- التحقيقات المرضية لحل حاشية الزاهد على الرسالة القطبية

- القول الأسلم لحل شرح السلم
- الأقوال الأربعة
- كشف المكتوم في حاشية بحر العلوم
- القول المحيط فيما يتعلق بالجعل المؤلف والبسيط
- معين الغائصين في ردّ المغالطين
- الإيضاحات لمبحث المختلطات
- كشف الإشتباه في حل شرح السلّم للمولوي حمد الله
- البيان العجيب شرح ضابطة التهذيب
- كاشف الظلمة في بيان أقسام الحكمة
- الغرمان حاشية بديع الميزان
- حواشي على الحاشية القديمة
- حل النفيسي

آپ کے صاحب زادے [ابوالحسنات] مولانا عبدالحی نے ”حسرة العالم [بوفاة مرجع العالم]“ میں آپ کے احوال لکھے ہیں، تفصیل وہاں ملاحظہ کریں۔

[64]

مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی

[وفات — ۱۸۸۶ء]

مولانا عبدالحی[1] ابن مولانا عبدالحلیم نے اپنے والد ماجد سے اکتساب علوم وفنون کیا اور علم ریاضی کی بعض کتابیں اپنے والد کے استاذ مولانا نعمت اللہ سے پڑھیں۔ آپ متعدد بار حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں اپنے مشائخ کرام سید احمد زینی دحلان شافعی، سید محمد ابن عبداللہ ابن حمید حنبلی اور مولانا عبدالغنی ابن مولانا ابوسعید دہلوی سے اجازت حدیث حاصل کی۔ آپ اپنی جائے سکونت ہی میں مقیم رہ کر درس وافادہ کا سلسلہ جاری رکھا، کتابیں تصنیف فرمائیں

اور فتاوے صادر فرمائے۔ (اللہ ان کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔) آپ کی تصنیفات وتالیفات شہرت واہمیت کی حامل ہیں اور تمام علوم وفنون میں آپ کے تبحر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

علم صرف:

- چار گل
- امتحان الطلبة [في الصيغ المشكلة]
- التبيان [في] شرح الميزان (تکملہ وشرح)

علم نحو:

- إزالة الجمد [عن إعراب أكمل الحمد]
- خير الكلام [في تصحيح كلام الملوك ملوك الكلام]

مناظرہ:

- الهدية المختارية [شرح الرسالة العضدية]

منطق وحکمت:

- هداية الورىٰ الى لواء الهدىٰ (حاشیہ قدیمہ برحاشیہ محقق غلام یحییٰ بہاری)
- مصباح الدجىٰ [في لواء الهدىٰ] (لواء الہدیٰ پر جدید حاشیہ)
- نور الهدىٰ [لحملة لواء] الهدىٰ (لواء الہدیٰ پر جدید ترین حاشیہ)
- التعليق العجيب لحلّ حاشية الجلال لمنطق التهذيب
- حل المغلق فى بحث مجهول المطلق
- ميسر العسير [في مبحث المثناة بالتكرير]
- الإفادة الخطيرة [في بحث نسبة سبع عشر شعيرة]
- مفيد الخائفين [في جواب من ردّ على معين الغائصين]
- التعليق النفيس [على خطبة شرح الموجز]
- تكملة حل النفيسي

- المعارف بما في حواشي شرح المواقف
- تعليق الحمائل على تعليق السيد الزاهد المتعلق بشرح الهياكل
- دفع الكلال [عن طلاب تعليقات الكمال]
- حاشية بديع الميزان
- الكلام الوهبي [في حل بعض عبارات القطبي]
- الكلام المتين [في تحرير البراهين]

تاریخ:

- حسرة العالم [بوفاة مرجع العالم]
- الفوائد البهيّة [فی تراجم الحنفية]
- التعليقات السنية [على الفوائد البهيئة]
- إبراز الغي [الواقع في شفاء العي]
- تذكرة الراشد [بردّ تبصرة الناقد]
- النافع الكبير [لمن يطالع الجامع الصغير]
- مقدمة التعليق الممجد
- مقدمة عمدة الرعاية
- مقدمة السعاية
- مقدمة الهداية
- مذيلة الدراية [لمقدمة الهداية]
- طرب الأماثل [بتراجم الأفاضل]
- فرحة المدرسين [بذكر المؤلفات والمؤلفين]
- خير العمل [بتراجم علماء فرنجي محل]
- النصب الأوفر في تراجم علماء الائمة الثالثة عشر

- رسالة في ذكر تراجم السابقين من علماء الهند

فقه، حديث، سير:

- حسن الولاية [بحلّ شرح الوقاية]
- عمدة الرعاية [في حلّ شرح الوقاية]
- [شرح شرح الوقاية المسمّىٰ] بالسعاية
- الفلک المشحون [في انتفاع المرتهن بالمرهون]
- القول الجازم [في سقوط الحد بنكاح المحارم]
- الفلک الدوّار [في رؤية الهلال بالنهار]
- الإفصاح [عن حكم شهادة المرأة في الإرضاع]
- تحفة النبلاء [في جماعة النساء]
- الكلام الجليل [فيما يتعلق بالمنديل]
- ترويح الجنان [تشريح حكم شرب الدخان]
- زجر أرباب الريان [عن شرب الدخان]
- روع الإخوان [عن محدثات آخر جمعة رمضان]
- دافع الوسواس [في أثر ابن عباس]
- زجر الناس [على إنكار أثر ابن عباس]
- الآيات البينات [على وجود الأنبياء في الطبقات]
- الإنصاف في حكم الإعتكاف
- نفع المفتي والسائل [بجمع متفرقات المسائل]
- تحفة الطلبة [في تحقيق مسح الرقبة]
- إقامة الحجة [على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة]
- إفادة الخير [في الإستياک بسواک الغير]

- التحقيق العجيب [في التثويب]
- رفع الستر [عن كيفية إدخال الميت وتوجيهه إلى القبلة في القبر]
- سباحة الفكر [في جهر بالذكر]
- خير الخبر [في آذان خير البشر]
- إمام الكلام [فيما يتعلق بالقرأة خلف الإمام]
- غيث الغمام [على حواشي إمام الكلام]
- الآثار المرفوعة [في الأخبار الموضوعة]
- نزهة الفكر [في سبحة الذكر]
- النفحة [النفحة بتحشية النزهة]
- زجر الشبان والشيبة [عن إرتكاب الغيبة]
- عمدة النصائح [في ترك القبائح]
- اللطائف المستحسنة [بجمع خطب شهور السنة]
- الهسهسة [بنقض الوضوء بالقهقهة]
- القول المنشور [في هلال خير الشهور]
- القول المنثور [على القول المنشور]
- آكام النفائس [في أداء الأذكار في لسان الفارس]
- الرفع والتكميل [في الجرح والتعديل]
- ظفر الأماني [في شرح مختصر الجرجاني]
- الكلام المبرم [في نقض القول المحقق المحكم]
- الكلام المبرور [في ردّ القول المنصور]
- السعي المشكور [في ردّ المذهب الماثور]
- قوت المغتدين [بفتح المقتدين]

- القول الأشرف [في الفتح عن المصحف]
- تحفة الأخيار [في إحياء سنة سيد الأبرار]
- نخبة الأنظار [على تحفة الأخيار]
- التعليق الممجد [على موطا الإمام محمد]
- تبصرة البصائر [في معرفة الأواخر]
- تحفة الثقات [في تفاضل اللغات]
- جمع الغرر [في ردّ نثر الدرر]
- أحكام القنطرة [في أحكام البسملة]
- غاية المقال [فيما يتعلق بالنعال]
- ظفر الأنفال [تعليق غاية المقال]
- تدوير الفلک [في حصول الجماعة بالجن و الملک]
- در المآرب في شان أبي طالب
- تحفة الأمجاد بذكر خير الأعداد

۲۹ر ربیع الاول ۱۳۰۴ھ [۲۵ر دسمبر ۱۸۸۶ء] کو وصال فرمایا اور ”باغ مولوی انوار“ میں مدفون ہوئے۔ کوئی اولاد ذکور نہیں تھی۔ آپ کی عمر ۳۹ر برس تھی۔ مولانا عبد الباقی نے ”حسرة الفحول لوفاة نائب الرسول“ کے نام سے اپنے ایک مستقل رسالے میں آپ کے احوال لکھے ہیں، تفصیل وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

[65]

بحر العلوم ملا عبد العلی

[وفات ــــ ۱۸۱۰ء]

بحر العلوم ملا عبد العلی[۱] ابن ملا نظام الدین محمد ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد سے تحصیل علوم وفنون کیا۔ فاضل روزگار، فائق الاقران، آماج گاہِ طالبان علوم اور ملجا وماویٰ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل روحانی تعلق تھا۔ آپ نے حالت بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔ ایک طویل عرصے تک وطن میں قیام پذیر رہے، پھر شاہجہان پور چلے گئے، پھر رام پور، پھر خطہ پورب میں بوہار، پھر مدراس، جہاں اعزاز و احترام کے ساتھ مقیم رہے۔ نواب والا جاہ اور بہت سے امراو حکمرانوں نے آپ سے تلمذ پایا۔ جذب الٰہی کے غلبے کی وجہ سے شعور و آگہی سے بیگانہ ہو جاتے اور اس کیفیت میں نماز کے دوران جذب و عشق پر مشتمل اشعار گنگناتے تھے۔ آپ کی عجیب و غریب کرامتیں اور خوارق عادات ہیں۔ آپ نے کثیر تعداد میں مفید و معروف کتابیں تصنیف فرمائی ہے، جو حسب ذیل ہیں:

- شرح مسلم الثبوت
- شرح سلم العلوم
- حواشی زواہد ثلثہ
- حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (صدرا [لدین شیرازی])
- حاشیہ شمس بازغہ
- رسالہ وحدۃ الوجود
- شرح فقہ اکبر (از امام ابو حنیفہ)
- شرح الدائر فی الاصول
- تکملہ حاشیہ شرح تحریر الاصول (از ملا نظام الدین)
- شرح مثنوی رومی

[۱۲؍رجب] ۱۲۲۵ھ [اگست ۱۸۱۰ء] میں آپ کا وصال ہوا اور مسجد میں مدفون ہوئے، [قبر] زیارت گاہ انام اور منبع فیوض و برکات ہے۔ آپ کے تین صاحب زادے ہوئے۔

[66]

ملا عبدالاعلیٰ

[وفات ــــ ۱۷۹۳ء]

بحرالعلوم ملا عبدالعلی ؒ کے سب سے بڑے صاحب زادے مولانا عبدالاعلیٰ تھے، جنھوں

نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ کثیر کتابیں تصنیف کیں، جو اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

- شرح فقہ اکبر

(اس کتاب میں آپ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں زبان طعن دراز کیا ہے)

- رسالہ قطبیہ (یہ رسالہ تاریخ کے موضوع پر ہے)
- شرح مناقب رزاقیہ (اپنے جد امجد کے مناقب ومحاسن پر)
- رسالہ فی الاوراد

[۲۸/شعبان] ۱۲۰۷ھ [اپریل ۱۷۹۳ء] کو آپ کے والد کی حیات میں آپ کا وصال ہوا۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے۔

[67]

ملاعبدالواحد

[وفات ــــ ۱۸۴۵ء]

مولانا عبدالاعلیٰ کے پہلے بیٹے ملاعبدالواحد[۱] تھے، جنھوں نے ملا ازھار الحق اور بحرالعلوم ملاعبدالعلی سے علم حاصل کیا۔ [۲۹/محرم] ۱۲۶۱ھ [۷/فروری ۱۸۴۵ء] میں وصال ہوا۔ پس ماندگان میں ایک بیٹے ملاعبدالوحید محمد تھے، انھوں نے ملاقدرت علی اور اپنے چچا [ملاعبدالرب] (جن کا تذکرہ آگے آئے گا) سے پڑھا۔ علم فرائض میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی، یہاں تک کہ اس فن میں ضرب المثل ہوگئے۔ [۴/شعبان] ۱۲۷۹ھ [جنوری ۱۸۶۳ء] میں لاولد فوت ہوئے۔

[68]

ملاعبدالواجد

[وفات ــــ ۱۸۲۵ء]

مولانا عبدالاعلیٰ کے دوسرے بیٹے ملاعبدالواجد نے اپنے دادا بحرالعلوم ملاعبدالعلی اور اپنے چچا ملاعبدالرب سے تلمذ حاصل کیا[۱]۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔ تعزیہ داری کے جواز میں آپ کا ایک رسالہ ہے۔

[69]

ملا عبد النافع

[وفات ــــ ۱۸۰۸ء]

بحر العلوم ملا عبد العلی کے منجھلے صاحب زادے مولانا عبد النافع ؒ تھے، جنھوں نے اپنے والد بحر العلوم ملا عبد العلی، ملا ولی ابن ملا غلام مصطفی اور ملا یعقوب ابن ملا عبد العزیز سے علوم وفنون سیکھا۔ [۲۸؍شعبان] ۱۲۲۳ھ [اکتوبر ۱۸۰۸ء] میں وصال ہوا۔ ایک بیٹے ملا عبد الجامع ہوئے۔

[70]

ملا عبد الجامع

[وفات ــــ ۱۸۵۶ء]

ملا عبد الجامع نے ملا عبد الرب، ملا نور الحق اور ملا قدرت علی سے پڑھا ؒ اور حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہیں ہیضے کے مرض میں [۲۳؍شوال] ۱۲۷۲ھ [جون ۱۸۵۶ء] کو انتقال فرما گئے۔ چار بیٹے ہوئے۔ سب سے بڑے ملا ابو الحسن محمد صالح جن کا تذکرہ حرف ”ح“ کے تحت گزر چکا ہے۔

[71]

ملا عبد الرحمن

[وفات ــــ ۱۸۸۶ء]

ملا ابو الحسن محمد صالح سے چھوٹے مولوی عبد الرحمن [ابن ملا عبد الجامع] نے ملا عبد الحلیم ابن ملا امین اللہ، اور ملا ظہور علی ابن ملا حیدر سے تعلیم پائی۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور [۵؍ذی الحجہ] ۱۳۰۳ھ میں وفات پائی ؒ۔

[72]

ملا محمد عبد الغفار

[وفات ــــ ۱۹۰۴ء]

مولوی عبد الرحمن سے چھوٹے مولانا محمد عبد الغفار [ابن ملا عبد الجامع] نے میرے دادا مولانا

عبدالرزاق اور ملا محمد نعیم سے تلمذ پایا[1]۔ بیعت اور اجازت وخلافت اپنے عہد کے شیخ مولانا عبدالوالی سے حاصل کی۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں:

- رسالہ (ملا نظام الدین کے احوال وآثار)
- رسالہ (ملا عبدالحق ابن ملا سعید کے احوال وآثار)
- رسالہ (سید اسماعیل بلگرامی کے احوال وآثار)
- الاسرار العالیہ [فی مناقب الوالیہ] (اپنے شیخ مولانا عبدالوالی کے احوال وآثار پر)
- رسالہ فی التصوف

میں [قیام الدین عبدالباری] نے آپ سے مثنوی مولانا روم کا درس لیا، کیوں کہ آپ نے اس کو اپنے شیخ سے متعدد بار پڑھا تھا۔ [۲۴ر شعبان] ۱۳۲۲ھ [نومبر ۱۹۰۴ء] میں آپ لاولد فوت ہوئے۔ ایک بیٹے عبدالستار[2] تھے، جو آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

[73]

ملا عبدالعلی مکنی بابی تراب

[وفات ـــ ۱۸۷۵ء]

مولانا محمد عبدالغفار سے چھوٹے ملا عبدالعلی مکنی بابی تراب [ابن ملا عبدالجامع] نے ملا نعیم ابن ملا عبدالحکیم سے پڑھا، لیکن ان سے تشفی نہیں ہوئی، اس لیے علی گڑھ چلے گئے اور مولانا لطف اللہ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا اور عالم وفاضل ہوئے[1]۔ اپنی جوانی میں تعلیم سے فراغت کے سال [۲ر جمادی الاولیٰ] ۱۲۹۱ھ [جون ۱۸۷۵ء] میں وفات پائی۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔

[74]

ملا عبدالرب

[وفات ـــ ۱۸۳۷ء]

بحرالعلوم ملا عبدالعلی کے چھوٹے بیٹے ملا عبدالرب تھے، جنھوں نے اپنے والد سے تحصیل علوم وفنون کیا اور خاصی استعداد حاصل کر لی[1]۔ [۶ر رمضان] ۱۲۵۳ھ [دسمبر ۱۸۳۷ء] میں

وفات پائی۔ ایک بیٹے [ملا عبدالحکیم] ہوئے۔

[75]

ملا عبدالحکیم

[وفات—۱۸۷۰ء]

ملا عبدالحکیم نے اپنے والد (ملا عبدالرب)، مولانا دائم (مرید ملا انوارالحق قدس سرہ)، ملا نورالحق ابن ملا انوارالحق سے تعلیم حاصل کی[1]۔ چند کتابوں پر حواشی اور شروحات لکھے، جو حسب ذیل ہیں: شرح ہدایۃ الصرف (از بحرالعلوم ملا عبدالعلی)، حاشیہ حمد اللہ، حاشیہ دائرۃ الاصول۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے ہدایہ پر بھی حاشیہ لکھا تھا، لیکن ان کی اولاد نے اسے صندوق سے باہر نکال کر شائع نہیں کیا۔ شاہ نجبات اللہ کرسوی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ [۲۴؍صفر] ۱۲۸۷ھ [مئی ۱۸۷۰ء] میں وفات پائی۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے، ان میں چھوٹے ملا محمد نعیم ہیں، جن کا ذکر حرف نون کے تحت آئے گا۔

[76]

ملا ابوالحیا عبدالحلیم

[وفات—۱۸۸۳ء]

ملا عبدالحکیم کے بڑے صاحب زادے ملا عبدالحلیم نے ملا قدرت علی اور مولوی نورالکریم دریابادی سے پڑھا۔ اپنے والد سے بیعت ہوئے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف کی تھی یا نہیں[1]۔ [۱۵؍شعبان] ۱۳۰۰ھ [جون ۱۸۸۳ء] میں وصال ہوا۔ آپ کے چھوٹے بیٹے [ملا عبدالحمید] نے آپ کی مستقل سوانح لکھی ہے جس کا نام ''روضۃ النعیم'' ہے۔ چار بیٹے یادگار رہے۔

[77]

ملا عبدالخالق

[وفات—۱۹۱۰ء]

ملا عبدالحلیم کے سب سے بڑے صاحب زادے مولانا عبدالخالق ہیں، جنھوں نے اپنے والد اور چچا سے تعلیم پائی[1]۔ مسئلہ علم غیب پر ایک رسالہ تصنیف کیا[2]۔ آپ کے ایک بیٹے مولوی

محمد عبد القادر ہیں [3]، جو مولوی محمد اسلم، مولانا عبد الحمید اور مولانا عبد المجید سے پڑھ رہے ہیں۔ (اللہ کریم انھیں علم کی دولت سے مالا مال فرمائے۔)

[78]

مولوی محمد عبد الغنی

[——————]

مولانا عبد الخالق سے چھوٹے مولوی محمد عبد الغنی [ابن ملا عبد الحلیم] ہیں، جنھوں نے علم دین کی تکمیل نہیں کی ہے [1]۔ (اللہ کریم انھیں زندگی عطا فرمائے اور انھیں حفظ و امان میں رکھے۔)

[79]

ملا عبد المجید ابو الغنا

[وفات —— ۱۹۲۲ء]

مولوی محمد عبد الغنی سے چھوٹے مولانا عبد المجید ابو الغنا [ابن ملا عبد الحلیم] ہیں، جنھوں نے کچھ کتابیں میرے بھائی مولانا عبد الحی سے، اپنے چچا ملا محمد نعیم اور میرے استاذ مولانا عین القضاۃ سے پڑھیں [1]۔ آپ شرح ہدایۃ الصرف لکھ رہے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے ہیں:

[80]

مولوی عبد الرشید

[——————]

مولانا عبد المجید ابو الغنا کے بڑے بیٹے مولوی عبد الرشید اپنے والد اور چچا مولوی عبد الحمید سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں [1]۔ (اللہ کریم انھیں علم نافع عطا کرے۔)

[81]

حافظ عبد الماجد

[——————]

مولانا عبد المجید ابو الغنا کے دوسرے بیٹے جن کا نام عبد الماجد ہے، ابھی بچے ہیں اور قرآن

کریم حفظ کر رہے ہیں۔ (اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور علم نافع عطا کرے۔)

[82]

ملا عبد الحمید

[وفات ــــ ۱۹۳۵ء]

مولانا عبد المجید ابو الغنا ابن ملا عبد الحلیم سے چھوٹے مولانا عبد الحمید [ابن ملا عبد الحلیم] ہیں، جنھوں نے ملا عبد المجید اور ملا فضل اللہ ابن ملا نعمت اللہ کی شاگردی اختیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے میرے استاذ ملا معین القضاۃ مدظلہ سے بھی پڑھا ہے، مگر میرے استاذ نے میرے سامنے ان کی شاگردی کا انکار کیا ہے۔ آپ نے اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے جانشین ہوئے۔ خلق کثیر نے آپ سے بیعت کی[۱]۔ آپ کی چند تصانیف ہیں جو حسب ذیل ہیں:

- حاشیہ قدوری
- حاشیہ شرح وقایہ (جلد سوم)
- ضمین الصرف
- الکلام القدسی تفسیر آیۃ الکرسی

آپ کے ایک بیٹے جن کا نام عبد الولی[۲] ہے۔ (اللہ کریم انھیں سلامت رکھے اور علم نافع عطا فرمائے۔)

[83]

ملا عباد الحق

[وفات ــــ ۱۸۷۷ء]

مولوی عباد الحق ابن ملا نظام الحق، ابن ملا سراج الحق، ابن ملا نور الحق، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے ملا فضل اللہ ابن ملا نعمت اللہ اور ملا عبد الحی ابن ملا عبد الحکیم سے اکتساب علم کیا[۱]۔ [۲۸ رصفر] ۱۲۹۴ھ [مارچ ۱۸۷۷ء] میں اپنی جوانی میں وفات پائی۔ ایک بیٹے مولوی نصیر الحق ہوئے جن کا ذکر حرف نون کے تحت آئے گا۔

[84]

ملا عظمت اللہ

[وفات ـــــ ۱۹۳۷ء]

ملا عظمت اللہ ابن مولانا احمد اللہ، ابن ملا نعمت اللہ، ابن ملا نور اللہ، ابن ملا ولی، ابن قاضی غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے مولانا عبدالحمید، مولانا محمد افہام اللہ، مولانا عبدالباقی، مولانا عین القضاۃ، مولانا فضل اللہ اور مولوی محمد فاروق پوربی [چریاکوٹی] کی درس گاہوں میں زانوئے تلمذ تہ کیا[۱]- آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک "حاشیہ نخبۃ الیمن"[۲] ہے- آپ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں مدرس اول ہیں- اسی سال انگریزی مدرسے (اسکول) سے سبک دوش ہوئے ہیں- آپ کے ایک بیٹے عزت اللہ[۳] ہیں- (اللہ انھیں سلامت رکھے اور علم نافع عطا فرمائے-)

[85]

ملا علیم اللہ

[ــــــــــــــ]

مولوی علیم اللہ ابن مولوی حبیب اللہ، ابن مولوی محب اللہ، ابن ملا عبدالحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید فعال عالم دین تھے[۱]- اپنی جوانی میں لاولد فوت ہوئے-

غ

[86]

ملا غلام مصطفی

[——————]

ملا غلام مصطفی ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے چچا ملا نظام الدین سے تلمذ پایا اور تعلیم سے فراغت کے بعد حصول معاش کے لیے دہلی چلے گئے [1]۔ اپنے لیے سند قضاءت حاصل کر لی، جس کی وجہ سے معزول قاضی اور آپ کے درمیان دشمنی ہو گئی تو اس نے چند لوگوں کو آپ اور آپ کے بڑے بیٹے ملا محمد علی کے قتل کے لیے مقرر کیا، ان لوگوں نے آپ دونوں کو شہید کر ڈالا۔ دو بیٹے چھوڑے۔ ملا محمد حسن، جن کا تذکرہ پیچھے گزرا اور ملا ولی جن کا ذکر [حرف واؤ کے تحت] آئے گا۔

[87]

ملا غلام دوست محمد

[——————]

ملا غلام دوست محمد ابن ملا حسن نے قرآن کریم حفظ کیا اور مروجہ علوم وفنون پڑھے [1]۔ حج بیت اللہ کے لیے سورت کی طرف روانہ ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ تین بیٹے یادگار چھوڑے۔

[88]

ملا غلام یحییٰ

[―――――]

ملا غلام دوست محمد کے سب سے بڑے بیٹے ملا غلام یحییٰ نے مفتی ظہور اللہ سے تعلیم پائی اور بنارس میں "صدر الصدور" کے عہدے پر فائز ہوئے[۱]- وطن میں جس خاتون سے عقد ہوا ان سے چار بیٹے ہوئے؛ ملا حبیب اللہ، ملا خلیل اللہ (ان دونوں کا تذکرہ پیچھے گزرا)، ملا نظام الدین اور ملا قطب الدین (ان دونوں کا ذکر آگے آئے گا)- دوسری زوجہ جو غیر کفو تھیں، ان سے دو بیٹے ہوئے[۲]، ملا محمد رضا اور ملا الٰہی بخش- دونوں عالم و فاضل ہو گئے ہیں- ان کی اولادوں کے ناموں کا مجھے علم نہیں ہے-

[89]

ملا غلام ذکریا

[―――――]

ملا غلام دوست محمد کے منجھلے صاحب زادے ملا غلام ذکریا عالم و فاضل تھے- تحصیل علم کے بعد بنارس میں منصف (جج) مقرر ہوئے[۱]- آپ کی چند اولادیں ہوئیں، ان میں ایک مولوی غلام مرتضیٰ تھے، جنھوں نے مولانا عبد الحلیم وغیرہ سے پڑھا- ۱۳۲۳ھ [۱۹۰۵ء] میں ان کا وصال ہوا[۲]- ان کے تین بیٹے ہوئے، مولوی غلام محی الدین[۳]، مولوی غیاث الدین[۴] اور مولوی غلام جیلانی[۵]، یہ تینوں ریاست نظام [دکن] میں وکالت کے عہدے پر فائز تھے، جن میں سب سے بڑے بیٹے مولوی غلام محی الدین نے آخر عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا، اور منجھلے بیٹے مولوی غیاث الدین کے دو بیٹے معین الدین[۶] اور فرید الدین ہیں- (اللہ انھیں سلامت رکھے اور علم نافع عطا فرمائے-)

ملا غلام ذکریا کے ایک اور بیٹے مولوی غلام نبی جید عالم و فاضل تھے، جن کے دو بیٹے مولوی عبد الغفور اور مولوی عبد الغنی ہیں- (اللہ انھیں سلامت رکھے-)

ملا غلام ذکریا کے آخری بیٹے مولوی غلام رسول کا وصال ۱۲۹۱ھ [۱۸۷۴ء] میں ہوا۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔

[90]

ملا غلام محمد

[————]

ملا غلام دوست محمد کے سب سے چھوٹے صاحب زادے مولوی غلام محمد ہوئے۔ صاحب ”خیر العمل“ نے لکھا ہے کہ جید علما میں سے تھے[1]۔ آپ کے تین صاحب زادے ہوئے۔

مولوی غلام علی [ابن مولوی غلام محمد] کی وفات ۲۹ر صفر ۱۲۹۱ھ [اپریل ۱۸۷۴ء] میں ناگ پور میں ہوئی، ان کے بیٹے غلام حسن ہیں، جو ناگ پور میں ہیں۔

مولوی غلام قادر [ابن مولوی غلام محمد] کا وصال ۱۲۶۵ھ [۱۸۴۹ء] کو باندہ میں ہوا۔ ان کے ایک بیٹے غلام ستار ہیں۔ (اللہ ان کی حفاظت فرمائے۔)

مولوی غلام مجتبیٰ [ابن مولوی غلام محمد] کا انتقال ۱۲۷۵ھ [۱۸۵۸ء] کو لکھنو میں ہوا۔ ان کے ایک بیٹے مولوی احسن اللہ ہیں، جو مدرسہ نظامیہ [فرنگی محل] میں مدرس ہیں۔

صاحب ”خیر العمل“ نے لکھا ہے کہ سب کے سب عالم وفاضل تھے۔

[91]

ملا محمد غضنفر

[وفات — ۱۸۵۳ء]

مولانا محمد غضنفر ابن مولانا حیدر، ابن ملا مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے مفتی ظہور اللہ وغیرہ سے اکتساب علوم وفنون کیا۔ ایک زمانے تک طالبان علوم کو درس دیا۔ اپنے والد کے ساتھ حج کیا، پھر ان کے ساتھ ہی حیدر آباد دکن چلے گئے۔ [ربیع الاول] ۱۲۷۰ھ [دسمبر ۱۸۵۳ء] میں وفات پائی۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ نے ”تہذیب“ کی شرح بھی لکھی ہے۔ اولاد ذکور نہیں تھی[1]۔

ف

[92]

ملا ابوالفضل

[ــــــــــــــــ]

ملا ابوالفضل ابن ملا محمد یعقوب، ابن ملا عبدالعزیز، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے بڑے بھائی ملا عبدالقدوس سے علوم وفنون حاصل کیا۔ اپنے والد کے وصال کے بعد لاولد فوت ہوئے[۱]۔

[93]

ملا فضل اللہ

[وفات ـــــ ۱۸۹۳ء]

ملا فضل اللہ ابن ملا نعمت اللہ، ابن ملا نور اللہ، ابن ملا محمد ولی، ابن ملا غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے مولوی عبدالحلیم ابن مولوی امین اللہ، مولوی عبدالوحید، میرے دادا مولوی عبدالرزاق اور اپنے والد سے مروجہ کتابیں پڑھیں۔ تدریس وافادہ میں مشغول رہے[۱]۔ اپنے عہد میں علم منطق میں بے نظیر تھے۔ آپ نے کثیر حواشی رقم فرمائے، ان میں حاشیہ برحواشی جلالیہ للتہذیب اور حاشیہ برحواشی زاہدیہ جلالیہ ہیں۔ میرے دادا مولانا عبدالرزاق قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ [ربیع الثانی] ۱۱ ۱۳۱۱ھ [اکتوبر ۱۸۹۳ء] میں لاولد فوت ہوئے[۲]۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

ق

[94]

مولانا قطب الدین

[——————]

مولوی قطب الدین ابن ملا غلام یحییٰ، ابن ملا غلام دوست محمد، ابن ملا حسن، ابن قاضی غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے مفتی محمد یوسف اور مولوی عبدالحکیم سے علم حاصل کیا[1]۔ [پہلے عقد سے] تین بیٹے ہوئے۔ بڑے ملا اسحٰق، دوسرے ملا الیاس اور سب سے چھوٹے محمد یوسف۔ دوسرا عقد کیا، اس زوجہ سے چار بچے ہوئے، ملا حیدر، ملا محمد سلیمان، ملا عیسیٰ اور محمد عمر۔ آپ کی چند تصانیف اور متفرق حواشی ہیں، ان میں شرح معارج العلوم، شرح غایۃ العلوم، تفسیر سورہ یوسف ہیں۔ حیدر آباد دکن میں سکونت کے دوران آپ کا وصال ہوا۔

ک

[95]

ملا ابوالکرم

[——————]

ملا ابوالکرم ابن ملا یعقوب، ابن ملا عبدالعزیز، ابن ملا [محمد] سعید، ابن ملا قطب الدین شہید ظاہری علوم وفنون میں کمال حاصل کرنے کے بعد باطنی علوم اور اوراد واشغال کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ عبداللہ بغدادی کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ ایک صاحب زادے مولوی عبدالوالی قدس سرہ ہوئے، جن کا ذکر پیچھے گزرا[۱]۔

[96]

ملا کرامت اللہ

[وفات — ۱۸۹۰ء]

ملا کرامت اللہ ابن ملا عبدالرب، ابن ملا سعدالدین، ابن ملا احمد حسین، ابن ملا رضا، ابن ملا قطب الدین شہید نے ملا امین اللہ، ملا نعمت اللہ اور ملا قدرت علی سے مروجہ کتابیں پڑھیں[۱]۔ وعظ میں مشغول رہے، پھر فکر معاش میں لگ گئے۔ [۳؍صفر] ۱۳۰۸ھ [ستمبر ۱۸۹۰ء] میں وفات پائی۔

مولوی شرافت اللہ [ف: ۱۹۱۷ء]:

ایک بیٹے مولوی شرافت اللہ[۲] ہوئے، جنھوں نے اپنے نانا ملا حامد سے مروجہ کتابیں پڑھیں

اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حکومت انگلشیہ میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے سرفراز ہوئے۔ اوراد و اذکار میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔

مولوی ہدایت اللہ [ف: ۱۹۱۲ء]:

مولوی شرافت اللہ کے بڑے بیٹے مولوی ہدایت اللہ[۳]، جنھوں نے قرآن کریم حفظ کیا اور ملا افہام اللہ اور ملا عبد الباقی سے تعلیم پائی۔ میرے دادا مولانا عبد الرزاق کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان ہی سے تمام سلاسل اور اوراد و اذکار کی اجازت پائی۔ میرے والد سے بھی انھوں نے اذکار کے دو رسالے پڑھے۔ ان کے تین بیٹے ہیں، سخاوت اللہ، صبغت اللہ اور ارادت اللہ۔ (اللہ کریم انھیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔)

مولوی سلامت اللہ [ف: ۱۹۳۲ء]:

مولوی شرافت اللہ کے منجھلے بیٹے سلامت اللہ[۴] ہیں، جنھوں نے مجھ سے اور مولوی عبد المجید سے تعلیم حاصل کی۔ اب تک مجھ سے عربی کتابیں پڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے انگریزی کتابیں بھی پڑھیں اور ان میں فائق ہو گئے۔ ان کے ایک بیٹے محمد شفیع ہیں، جو قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔

مولوی عنایت اللہ [ف: ۱۹۴۱ء]:

مولوی شرافت اللہ کے سب سے چھوٹے بیٹے مولوی عنایت اللہ[۵] ہیں۔ انھوں نے مجھ سے، مولانا عبد الباقی، مفتی محمد یوسف ابن مولوی محمد قاسم اور مولوی عظمت اللہ ابن مولوی احمد اللہ سے تلمذ پایا۔ ان کی تصانیف بھی ہیں۔

ل

[97]

ملا لمعان الحق

[وفات ــــ ۱۹۰۵ء]

ملا لمعان الحق ابن مولانا برہان الحق، ابن ملا نور الحق، ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد، ملا عبد الحکیم ابن ملا عبد الرب اور ان کے صاحب زادے ملا محمد نعیم سے پڑھا[۱]۔ اپنے والد سے بیعت ہوئے اور ان کے جانشین ہوئے۔

آپ کے تین صاحب زادے ہیں:

ملا شمس الحق [ف: ۱۹۵۰ء]:

ملا لمعان الحق کے سب سے بڑے صاحب زادے مولوی شمس الحق ہیں[۲]، جنھوں نے قرآن کریم کے حفظ کے ساتھ مروجہ علوم و فنون بھی حاصل کیا۔ اس وقت معاش کی وجہ سے حیدر آباد دکن میں مصروف کار ہیں۔

ملا وہاج الحق [ف: ۱۹۶۰ء]:

ملا لمعان الحق کے منجھلے صاحب زادے مولوی وہاج الحق ہیں، انھوں نے اپنے والد، مولانا عبد الباقی اور مولانا عین القضاۃ سے تعلیم پائی۔ حکیم عبد العزیز اور حکیم عبد الوحید سے علم طب پڑھا۔ اس وقت لوگوں کے علاج و معالجے میں مصروف ہیں، خلق کثیر ان سے نفع اندوز ہوتی ہے[۳]۔

ملا امتیاز الحق:

ملا لمعان الحق کے سب سے چھوٹے لڑکے مولوی امتیاز الحق ہیں، انھوں اپنے والد، مجھ سے اور مولوی حافظ احمد سے پڑھا، اس وقت بھی تحصیل علم میں مشغول ہیں[۲]-

(اللہ کریم انھیں علم سے نوازے-)

م

[98]

ملا مراد اللہ

[وفات — ۱۸۶۴ء]

ملا مراد اللہ ابن ملا نعمت اللہ، ابن ملا نور اللہ، ابن ملا محمد ولی، ابن ملا غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد سے تلمذ پایا اور عالم و فاضل ہوئے۔ مولانا عبد الحلیم کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور اسہال کے مرض میں واپس آئے۔ اپنے والد کی حیات میں [۵ / رجب] ۱۲۸۱ھ [دسمبر ۱۸۶۴ء] کو لاولد وفات پائی [۱]۔

[99]

ملا محب اللہ

[——————]

ملا محب اللہ ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے ملا نظام الدین سے پڑھا اور فکر معاش میں مصروف ہو گئے۔ تدریس آپ کے لیے آسان نہیں رہی۔ آپ عالم، فاضل اور محنتی تھے [۱]۔ آپ کے تین بیٹے ہوئے، ملا مبین، ملا حبیب اللہ، ملا اسحق۔ موخر الذکر دونوں کا تذکرہ پچھلے صفحات میں گزرا۔

[100]

ملا محمد مبین

[وفات ــــ ۱۸۱۰ء]

ملا محمد مبین ابن ملا محب اللہ نے ملا حسن ابن ملا غلام مصطفی سے تعلیم پائی[۱]۔ آپ نے کثیر کتابیں [اور حواشی و شروحات] لکھیں جو مشکلات کے حل اور شکوک و شبہات رفع کرنے میں مفید ہیں، مثلاً:

- شرح مسلّم [الثبوت]
- شرح سلّم [العلوم]
- حاشیہ زواہد ثلثہ
- حاشیہ علیٰ مقام المشاۃ بالتکریر للصدر
- رسالہ (مسائل روزہ)[۲]
- رسالہ فضائل اہل بیت[۳]
- کنز الحسنات [فی مسائل الزکوٰۃ]
- شرح تبصرہ[۴]، وغیرہما[۵]

[۲۲ ربیع الثانی] ۱۲۲۵ھ [مئی ۱۸۱۰ء] میں آپ کا وصال ہوا تین بیٹے ہوئے، ملا حیدر اور ملا صفدر جن کا ذکر پیچھے گزرا۔

[101]

ملا محمد معین

[وفات ــــ ۱۸۴۲ء]

ملا محمد معین [ابن ملا مبین] نے اپنے والد اور اپنے بھائی سے پڑھا[۱]۔ تمام کتب درسیہ پر حواشی تحریر کیے اور کتابیں تصنیف کیں:

- رسالۃ فی تراجم أصحاب الرموز المذکورۃ فی الحصن الحصین

- غاية البيان فيما يحل ويحرم من الحيوان
- حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ
- تفسیر آیات المیراث
- رسالہ (قراءت خلف الامام)[۲]
- المعينة فی تحريم المتعة
- مجموعہ خطبات
- مجموعہ فتاویٰ[۳]

[۲ر جمادی الثانی] ۱۲۵۸ھ [جولائی ۱۸۴۲ء] میں آپ کا وصال ہوا۔ دو صاحب زادے ہوئے: بڑے مولوی [محمد] امین تھے، جنھوں نے اپنے والد سے کتب درسیہ پڑھی اور [ربیع الثانی] ۱۲۶۲ھ [اپریل ۱۸۴۶ء] کو اپنی جوانی میں لاولد فوت ہوئے۔ چھوٹے بیٹے ملا علی محمد، جن کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

[102]

ملا محمد مہدی

[وفات — ۱۸۸۴ء]

ملا مہدی ابن مفتی ملا محمد یوسف، ابن مفتی محمد اصغر، ابن مفتی ابوالرحم، ابن مفتی محمد یعقوب، ابن ملا عبدلعزیز، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد سے تلمذ حاصل کیا اور عالم وفاضل ہوئے[۱]۔ ۱۳۰۲ھ [۱۸۸۴ء] کو وفات پائی۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے:

مولوی محمد قاسم نے قرآن کریم حفظ کیا[۲]۔ ان کے ایک بیٹے محمد یوسف ہوئے، جن کا ذکر آگے آئے گا اور [ملا مہدی کے دوسرے بیٹے] مولوی ابو محمد لاولد فوت ہوئے[۳]۔

ن

[103]

ملا نظام الدین محمد

[وفات — ۱۷۴۸ء]

ملا نظام الدین ابن ملا قطب الدین شہید، جن کا لقب ''استاذ الہند'' ہے، نے اپنے والد، بھائیوں، حافظ امان اللہ بنارسی، ملا علی قلی جائسی اور غلام نقش بند لکھنوی سے اکتساب علوم وفنون کیا۔ جن طلبہ کو پڑھایا وہ اکمل روزگار ہو گئے، ان میں قاضی مبارک اور ان جیسے دیگر افراد شامل ہیں۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں:

- شرح مسلم [الثبوت]
- شرح تحریر الاصول
- الصبح الصادق
- شرح المنار
- حاشیہ شرح عقائد جلالی
- حاشیہ بر حواشی قدیمہ جلالیہ
- حاشیہ شرح ہدایہ [از صدر الدین شیرازی]
- حاشیہ شمس بازغہ
- شرح الرسالۃ المبارزیۃ

- المناقب الرزاقیہ
- رسالہ فی وضوء الرسول

حضرت سید عبدالرزاق بانسوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ آپ زاہد، متقی اور بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔ [۹ر جمادی الاولیٰ]۱۱۶۱ھ [مئی ۱۷۴۸ء] میں وفات پائی۔ دینی نصاب تعلیم کی ترتیب وتہذیب آپ کے ذریعے عمل میں آئی، اس وجہ سے اس نصاب کا نام ''نظامیہ'' رکھ دیا گیا۔ آپ کی کرامات اور اخلاق حسنہ کا کافی شہرہ رہا ہے، جس کا ذکر آپ کے ممدوحین نے کیا ہے۔ ایک صاحب زادے بحر العلوم ملا عبدالعلی ہوئے، جن کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے[1]۔

[104]

ملا نور الحق

[وفات — ۱۸۲۲ء]

مولانا نور الحق ابن ملا انوار الحق، ابن ملا عبدالحق، ابن ملا سعید نے بحر العلوم ملا عبدالعلی سے اکتساب علوم کیا۔ آپ سے خلق کثیر نے تلمذ پایا، آپ کے تلامذہ میں مولانا فضل رحمن [گنج مرادآبادی] اور ان کے معاصرین مشہور ہیں۔ آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی، اور کتب درسیہ پر متعدد تعلیقات وحواشی قلم بند کیے۔ [۲۳ر ربیع الاول]۱۲۳۸ھ [دسمبر ۱۸۲۲ء] میں وفات پائی[1]۔ آپ اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ مولانا عبدالرحمن صوفی سے بھی آپ کی بیعت واجازت مشہور ہے، لیکن یہ درست نہیں ہے۔ دو صاحب زادے مولانا سراج الحق اور ملا برہان الحق یادگار چھوڑے، جن کا تذکرہ پیچھے گزرا۔

[105]

ملا نظام الحق

[وفات — ۱۸۵۷ء]

ملا نظام الحق ابن ملا سراج الحق، ابن ملا نور الحق نے قرآن کریم حفظ کیا۔ صاحب خیر العمل نے لکھا ہے کہ آپ حافظ قرآن، نیک بخت، فاضل اور صالح تھے۔ خوب صورت آواز کے مالک

اور عمدہ وعظ و نصیحت کرنے والے عالم دین تھے۔ آپ پوربی علاقے کی طرف رحلت کر گئے جہاں بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا[۱]۔ خلق کثیر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ۲۵؍محرم ۱۲۷۴ھ [ستمبر ۱۸۵۷ء] کو آپ کا وصال ہوا۔ چار بیٹے ہوئے۔ بڑے مولوی حسام الحق نے ملا محمد نعیم سے پڑھا۔ علمی استعداد بنائی۔ فی الحال حیدرآباد دکن میں وکالت میں مصروف ہیں[۲]۔ ان سے چھوٹے مولوی صمصام الحق تھے اور ان سے چھوٹے مولوی عبادالحق، جن کے تذکرے پیچھے گزرے۔ ان سے چھوٹے مولوی زہادالحق[۳] تھے، جنھوں نے [شعبان] ۱۳۲۳ھ [۱۹۰۵ء] میں وفات پائی۔ ان کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔

[106]

ملا حکیم نصیرالحق

[وفات ــــ ۱۹۴۵ء]

ملا نصیرالحق ابن مولوی عبادالحق نے حافظ شاہ علی انور کاکوروی، مولانا عبدالباقی اور مولانا عین القضاۃ سے تعلیم حاصل کی۔ حکیم عبدالعزیز سے علم طب سیکھا۔ فی الحال لوگوں کے علاج و معالجے میں مشغول ہیں[۱]۔ (اللہ آپ کو زندگی دے اور صالح اولاد عطا فرمائے۔)

[107]

ملا نور اللہ

[وفات ــــ ۱۸۴۵ء]

ملا نور اللہ ابن ملا محمد ولی، ابن قاضی غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے اپنے والد اور ملا عبدالواجد خیرآبادی سے پڑھا[۱] اور متعدد علوم و فنون، خصوصاً حساب، ہندسہ اور ہیئت میں ممتاز ہوئے اور مذکورہ فنون میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت لے گئے۔ قلم دان افتا آپ کے حوالے کیا گیا[۲]۔ زندگی کے آخری ایام میں ترک دنیا کرکے اذکار و اوراد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ متعدد کتب درسیہ پر آپ نے حواشی و تعلیقات لکھے۔ علم جبر و مقابلہ میں آپ کا ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ لوگوں نے بڑی تعداد میں آپ سے تلمذ پایا۔ طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق

مطالب کی توضیح اور اس کی تفہیم کے لیے آپ مشہور تھے۔ [۲۹ رجمادی الثانی] ۱۲۶۱ھ [جولائی ۱۸۴۵ء] میں وفات پائی۔ تین بیٹے ہوئے؛ ملا اسد اللہ اور ملا رحمت اللہ کا تذکرہ پیچھے گزرا۔

[108]

ملا نعمت اللہ

[وفات — ۱۸۷۳ء]

ملا نور اللہ کے منجھلے بیٹے ملا نعمت اللہ نے اپنے والد اور اپنے چچا مفتی ظہور اللہ سے تعلیم پائی اور تدریس و مطالعے میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ علوم عقلیہ خصوصاً علم ریاضی میں درجہ کمال کو پہنچ گئے، گویا یہ فن آپ کو اپنے والد سے وارثت میں ملا اور آپ اس فن میں ان کے جانشین ہوئے۔ شہر فیض آباد اور لکھنو کی عدالت میں منصب افتا پر متمکن کیے گئے، پھر گجرات کے شہر بڑودہ میں حکیم ہاشم علی خان موہانی کے پاس ملازم ہو گئے اور انہی کے دولت کدے پر رہائش اختیار کی۔ امرا کے درمیان آپ معزز و محترم تھے[۱]۔ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے معقولی عالم تھے، معاصرین میں کوئی بھی آپ کا ہم سر و مقابل نہیں تھا۔ تمام کتب درسیہ پر آپ کے حواشی و تعلیقات ہیں۔ آپ نے مستقل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ [۳ رمحرم] ۱۲۹۰ھ [مارچ ۱۸۷۳ء] کو بنارس میں وفات پائی۔ دو بیٹے یادگار چھوڑے، ایک مولوی فضل اللہ، جن کا تذکرہ پیچھے گزرا۔

ملا احمد اللہ:

دوسرے مولانا احمد اللہ ہیں، جنھوں نے قرآن حفظ کیا اور اپنے والد، اپنے چچا ملا رحمت اللہ اور اپنے بھائیوں مولانا مراد اللہ، مولانا فضل اللہ اور مولوی عبد اللہ ابن مولوی خلیل اللہ سے پڑھا[۲]۔ ان کے دو بیٹے ہوئے؛ ایک مولوی عظمت اللہ، جن کا ذکر گزرا۔

ملا برکت اللہ [ف: ۱۹۲۵ء]:

ملا احمد اللہ کے دوسرے بیٹے مولوی برکت اللہ ہیں، جنھوں نے ملا محمد افہام اللہ، اپنے بھائی ملا عظمت اللہ اور اپنے بھائی اور محب محمد قیام الدین عبد الباری سے تعلیم حاصل کی اور قرآن کریم حفظ کیا۔ آپ کی کثیر تصانیف ہیں، چند کتابیں درج ذیل ہیں:

●التحقيق المنطقية على شرح الشمسية	[منطق]
●دفع الاشتباه عن شرح السلم لحمد الله	[منطق]
●تحقيق الأتقن على شرح السلم لملا حسن	[منطق]
●تنوير المصباح على مراح الأرواح	[صرف]
●ترتيب القيومي على شرح الجامي	[نحو]
●أنوار الأتقياء ترجمة تذكرة الأولياء	[تذکرہ، اردو]
●مرآة الواعظين ترجمه درة الناصحين	[تفسیر، اردو]
●الزواهر ترجمة الجواهر الخمس	[تصوف، اردو]
●منية الراغبين ترجمه غنية الطالبين	[تصوف، اردو]
●ترجمه فصوص الحكم	[تصوف، اردو]
●انوار الهداية ترجمه شرح الوقاية	[فقہ، اردو]

کتب درسیہ پر آپ کی اکثر تعلیقات شائع ہو چکی ہیں- مولانا محمد عبد الرؤف ابن ملا عبد الوہاب قدس اسرارہما کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان سے اجازت و خلافت پائی- (اللہ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی زندگی سے ہم اور تمام مسلمان مستفید ہوں-[۳])

[109]

ملا محمد نعیم اللہ

[وفات—۱۸۶۶ء]

ملا محمد نعیم اللہ ابن ملا حبیب اللہ، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب شہید نے اپنے بڑے بھائی ملا ولی اللہ اور ملا مبین سے تلمذ حاصل کیا- حکمرانوں اور امرا کے درمیان آپ کی بہت عزت اور بڑا احترام تھا[۱]- آپ نے علم فرائض میں ایک رسالہ[۲] تصنیف کیا-

ملا احسان اللہ [ف:۱۹۰۶ء]:

ملا محمد نعیم اللہ کے ایک صاحب زادے ملا احسان اللہ ہوئے، جنھوں نے ملا ولی اللہ اور ملا

محمد معین سے علم حاصل کیا۔ انھوں نے بعض کتب درسیہ پر حواشی لکھے اور اور کتابیں تصنیف کیں، جو حسب ذیل ہیں:

- **احسن القصص**
- **تاریخ الخلفاء**
- **ریاض المسلمین فی ذکر مناقب الخلفاء الراشدین**

۱۳۲۴ھ [۱۹۰۶ء] میں فوت ہوئے۔ دو بیٹوں کے علاوہ کوئی بیٹا یادگار نہیں رہا[3]۔

ملا مجیب اللہ:

ملا احسان اللہ کے پہلے بیٹے ملا مجیب اللہ ہیں، جنھوں نے ملا فضل اللہ اور ملا افضل الحسن ابن ملا ظہور علی سے علوم و فنون پڑھا اور حصول معیشت کے لیے حیدر آباد دکن میں عہدۂ وکالت پر متمکن ہوئے۔ چند کتابیں تصنیف کیں، جن میں نہج البیان اور الافادۃ فی باب الشہادۃ وغیرہ ہیں۔

ملا محب اللہ [ف:۱۹۱۹ء]:

ملا احسان اللہ کے دوسرے بیٹے مولوی محب اللہ ہیں، جنھوں نے ملا افہام اللہ وغیرہ سے تعلیم پائی۔ علم طب کی طرف میلان ہو گیا، پھر حیدر آباد دکن میں عہدۂ وکالت پر فائز ہو گئے[4]۔ ان کے تین بیٹے ہیں؛ روح اللہ[5]، نور اللہ[6] اور ظہور اللہ [عرف ثناء اللہ][7]۔ (اللہ انھیں زندگی اور علم نافع عطا فرمائے۔)

[110]

ملا نظام الدین ابن غلام یحییٰ

[وفات — ۱۸۷۳ء]

ملا نظام الدین ابن ملا غلام یحییٰ، ابن ملا غلام دوست محمد، ابن ملا حسن، ابن ملا غلام مصطفی، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے ملا عبد الحلیم ابن ملا امین اللہ سے حصول علم کیا اور ایک زمانے تک ناگ پور میں پڑھایا۔ [جمادی الاولیٰ] ۱۲۹۰ھ [جولائی ۱۸۷۳ء] کو ابدی نیند سو گئے۔ کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی[1]۔

[111]

ملا محمد نعیم

[وفات — ۱۹۰۰ء]

ملا محمد نعیم ابن ملا عبد الحکیم، ابن ملا عبد الرب، ابن بحر العلوم ملا عبد العلی، ابن ملا نظام الدین نے اپنے والد اور مولوی کمال الدین موہانی سے تلمذ حاصل کیا۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مسند تدریس، وعظ اور افتا پر متمکن ہوئے۔ دنیا داری کی طرف آپ کی توجہ نہیں تھی۔ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے، ان ہی سے اجازت و خلافت پائی اور کثیر لوگوں کو داخل سلسلہ کیا۔ اخیر عمر میں بے مثال شہرت پائی [۱]۔

آپ نے مختلف اور متفرق کتابیں لکھیں، تاہم تنقید الکلام کے علاوہ کوئی مکمل نہیں ہو سکی۔ یہ رسالہ زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ [۲۳؍ ربیع الثانی] ۱۳۱۸ھ [اگست ۱۹۰۰ء] میں وفات پائی۔ پس ماندگان میں آپ کے پوتے مولوی [محمد] اسلم [۲] ابن ملا محمد اکرم ہیں۔ (اللہ انھیں زندہ و تابندہ رکھے۔)

و

[112]

ملا محمد ولی

[وفات ــــ ۱۷۸۴ء]

ملا محمد ولی ابن قاضی غلام مصطفیٰ، ابن ملا اسعد، ابن ملا قطب الدین شہید نے ملا نظام الدین اور ملا کمال الدین فتح پوری [سہالوی] سے تعلیم پائی۔ علم باطنی کی تحصیل ملا نظام الدین سے کی۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں اور "خیر العمل" وغیرہ میں مذکور ہیں [۱]۔ آپ متعدد حواشی اور شروحات تحریر فرمائے، مثلاً: شرح سلّم العلوم، حواشی برزاہدیہ قطبیہ، حواشی برزاہدیہ تہذیبیہ۔ یہ تحریریں تمام علوم وفنون میں آپ کی تبحر علمی کا ثبوت ہیں۔ وفات کے وقت تین بیٹے یادگار چھوڑے: ملا عزیز اللہ، مفتی ظہور اللہ اور ملا نور اللہ، جن کے تذکرے پچھلے صفحات میں گزرے۔

[113]

ملا ولی اللہ

[وفات ــــ ۱۸۵۳ء]

مولانا ولی اللہ ابن ملا حبیب اللہ، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید، مولانا عبد القدوس، مفتی ظہور اللہ، اپنے والد ماجد اور اپنے چچا ملا محمد مبین سے پڑھ کر فارغ ہوئے اور تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل کر لی۔ امرا اور روسا کی نظر میں آپ کے لیے بہت عزت واحترام تھا [۱]۔ کثیر تعداد میں آپ نے کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں۔ اس پورے

خاندان عالی شان میں آپ کی طرح کسی نے نہیں لکھا[۲]:

- حواشی برحاشیہ سید زاہد بر رسالہ قطبیہ
- حواشی برحاشیہ زاہد بر حواشی تہذیب جلالیہ
- حواشی برشرح ہدایت الحکمۃ (از صدر الدین شیرازی)
- حواشی برحاشیہ ملا کمال الدین فتح پوری برشرح عقائد
- الایقاظات في بحث العلم
- شرح الایقاضات
- رسالۃ في مسئلۃ التشکیک
- رسالۃ في بحث "کلامي ھذا کاذب"
- شرح سلم العلوم
- [نفائس الملکوت] شرح مسلم الثبوت (۲ رجلدیں)
- رسالہ (ریاست وسلطنت کے موضوع پر) (فارسی)[۳]
- عمدۃ الوسائل (فارسی)
- الأغصان الأربعۃ للشجرۃ الطیبۃ (فارسی)
- تفسیر قرآن کریم (۸ رجلدیں)
- حواشی برحاشیہ زاہدیہ متعلقہ شرح مواقف

ان کے علاوہ بھی آپ کی مفید تالیفات ہیں۔ [۱۰ رصفر] ۱۲۷۰ھ [نومبر ۱۸۵۳ء] میں وفات پائی اور تین بیٹے یادگار چھوڑے:

ملا انعام اللہ [ف: ۱۹۰۳ء]:

ملا ولی اللہ کے پہلے صاحب زادے مولانا انعام اللہ ہیں، جنھوں نے مفتی محمد یوسف، اپنے والد ماجد اور مولوی لطف اللہ غازی پوری سے تعلیم حاصل کی۔ انگریزوں کے یہاں آپ کی کافی عزت تھی[۴]۔ چند کتابیں لکھیں، ان میں ایک رسالہ میرے دادا مولانا عبدالرزاق کے احوال

میں ہے[۵]، آپ کے ایک صاحب زادے ہوئے مولوی افہام اللہ، جن کا ذکر گزر چکا ہے، مولوی افہام اللہ نے کوئی اولاد زینہ نہیں چھوڑی۔

ملا افضال اللہ [ف: ۱۹۰۸ء]:

ملا ولی اللہ کے منجھلے صاحب زادے مولانا افضال اللہ ہیں، مروجہ علوم حاصل کرنے کے بعد علم طب کی تحصیل میں مصروف ہوئے، اس وقت فیض آباد میں مقیم ہیں[۶]۔ کوئی اولاد نہیں ہے۔

ملا صفی اللہ [ف: ۱۹۱۵ء]:

ملا ولی اللہ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے مولوی صفی اللہ ہیں، کچھ علوم وفنون پڑھنے کے بعد حصول معیشت میں لگ گئے۔ فی الحال سلطنت نظام [دکن] میں ملازم ہیں[۷]۔ (اللہ ان دونوں کی حفاظت فرمائے۔)

ی

[114]

مفتی محمد یعقوب

[وفات — ۱۷۷۳ء]

ملا محمد یعقوب ابن ملا عبدالعزیز، ابن ملا سعید، ابن ملا قطب الدین شہید نے ملا نظام الدین اور ملا حسن سے اکتساب علوم کیا۔ فقہ میں مہارت حاصل تھی، اس لیے مفتی عدالت ہو گئے [۱]۔ پھر ضعف بصارت کی شکایت ہو گئی۔ ۱۱۸۷ھ [۱۷۷۳ء] میں وصال ہوا۔ چار صاحب زادے ہوئے: ملا عبدالقدوس، ملا ابوالفضل، ملا ابوالکرم، ملا ابوالرحم، جن کے تذکرے پیچھے گزرے۔

[115]

مفتی محمد یوسف ابن محمد اصغر

[وفات — ۱۸۷۰ء]

ملا محمد یوسف ابن مفتی محمد اصغر، ابن مفتی ابوالرحم، ابن مفتی محمد یعقوب نے مفتی ظہور اللہ سے بعض کتابیں پڑھیں اور بعض ملا نور اللہ ابن ملا محمد ولی سے اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں درک حاصل کر لیا۔ آپ فقہیات میں ید طولی رکھتے تھے۔ مولانا انوار الحق کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اشغال باطنیہ کی تحصیل مولانا عبدالوالی سے کی۔ آپ حسن صورت اور حسن سیرت کے مالک تھے۔ لکھنؤ کی عدالت میں منصب افتا پر متمکن کیے گئے [۱]۔ سلطنت کا سورج غروب ہونے کے بعد بحیثیت مدرس و معلم جون پور چلے گئے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر آپ حج و زیارت

کے لیے نکلے اور [۱۹/ذی قعدہ] ۱۲۸۷ھ [فروری ۱۸۷۱ء] [۲] کو مدینے میں وفات پائی اور جنت البقیع میں سیدنا ابراہیم علیہ وعلی آباءہ السلام کے گنبد کے سامنے مدفون ہوئے۔ سبحان اللہ کیا مزار اور کیا مقام ہے! آپ نے چند کتابیں تصنیف کیں جو حسب ذیل ہیں:

- حواشی شرح سلم (از ملا حسن)
- حواشی شرح سلم (از قاضی مبارک)
- حواشی شمس بازغہ
- تکملہ حواشی ملا حسن بر شمس بازغہ
- حواشی بر تعلیقات الشفاء

ایک بیٹے مولوی محمد مہدی کو یادگار چھوڑا، جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

[116]

مفتی محمد یوسف ابن محمد قاسم

[وفات ــــ ۱۹۲۵ء]

مفتی محمد یوسف ابن مولوی محمد قاسم، ابن مولوی محمد مہدی، ابن مفتی محمد یوسف نے مولانا عبدالحی، مولانا عین القضاۃ، مولوی حفیظ اللہ پوربی اور مولوی عبدالوہاب بہاری وغیرہم سے تعلیم پائی اور کتابوں اور علوم وفنون کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے [۱]۔ آپ علمی ملکہ رکھتے ہیں اور عملی قوت کے مالک ہیں۔ تین بیٹے ہیں؛ ابوالرحم محمد ایوب [۲]، ابوالفضل محمد یونس [۳] اور ابوالکرم محمد ادریس [۴]۔ اللہ کریم انہیں زندگی اور علم نافع عطا فرمائے۔

جو میں لکھنا چاہتا تھا وہ اختتام کو پہنچا۔ والحمد لله اوله و آخره و الصلوة والسلام على خير خلقه محمد و آله و أصحابه أجمعين۔

* * *

[احوال والدہ ماجدہ]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

جان لیں کہ اس تذکرے کی تالیف کے دوران میری والدہ رحمۃ اللہ علیہا وصال فرما گئیں۔ اس لیے مجھ پر واجب ہے کہ میں ان کے احوال کو بیان کروں۔ آپ اپنے ہم عصروں میں باعتبار علم، صلاح، عبادت، تقویٰ، فیاضی اور سخاوت جیسے محاسن جمیلہ اور اخلاق حمیدہ میں ممتاز تھیں۔

آپ عمدۃ العلماء مولانا ظہور علی ابن ملک العلماء ملا محمد حیدر، ابن ملا محمد مبین، ابن ملا محب اللہ، ابن ملا احمد عبد الحق، ابن ملا محمد سعید، ابن ملا قطب الدین شہید کی صاحب زادی تھیں۔

آپ کی ولادت ۱۲۶۳ھ [۱۸۴۷ء] کو حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ آپ کے والد کا وصال ۱۲۷۵ھ [۱۸۵۹ء] میں ہوا، اس لیے آپ کی والدہ اور بڑے بھائی مولوی ظہور الحسن نے آپ کی پرورش کی، ادب سکھایا، قرآن اور علوم دینیہ کی تعلیم دی۔ بڑے بھائی سے لکھنا سیکھا اور صنعت و حرفت سیکھا جو ہماری خواتین کے لیے مفید و زیبا ہے۔ اللہ نے آپ کو قوت حفظ سے خوب نوازا تھا اور علوم و فنون کی تحصیل کا جذبۂ فراواں بخشا تھا، لہٰذا آپ نے اپنے بھائی سے فقہ و حدیث کی متعدد کتابیں پڑھیں، بخاری کا ایک حصہ اور ہدایہ کے کثیر مسائل حفظ کر لیے، یہاں تک کہ ہدایہ کے مختلف مسائل کو حل کرنے میں میری رہنمائی فرماتیں، جب جب میں آپ کے ذکر کردہ مسائل کو ازراہ تحقیق ہدایہ میں دیکھتا تو اُنھیں آپ کے ارشاد کے مطابق پاتا۔ پھر میں حیرت سے ان سے

پوچھتا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہدایہ میں یہ مسائل اسی طرح ہیں، جب کہ آپ عربی زبان سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں؟ فرماتیں کہ میرے بڑے بھائی کی عادت تھی، جب وہ کتابیں پڑھتے تو اُن اسباق کو مجھے سناتے اور سمجھاتے، اس طرح مجھے علوم دینیہ کے بہت سے مسائل یاد ہو گئے۔

اللہ نے والدہ ماجدہ کو کئی بار حرمین کی زیارت کا موقع نصیب فرمایا۔ آپ کو تمام مناسک حج اور مسائل زیارت اور اس کے آداب یاد تھے۔ پہلی بار آپ نے ۱۲۷۹ھ [۱۸۶۳ء] میں اپنی والدہ، بھائی، علاتی بہن اور اپنے بھتیجے مولوی محمد عبدالحی رحمہم اللہ کے ساتھ حج کیا۔

پھر آپ کی والدہ اور بھائی آپ کو وطن لے آئے اور ہمارے والد مولانا حافظ محمد عبدالوہاب ابن مولانا عبدالرزاق قدس سرہما نے ۱۲۸۲ھ [۱۸۶۵ء] میں آپ کا عقد کروا دیا۔ ایک بیٹے عبدالقادر کی ولادت ہوئی، جن کا بچپن میں ہی وصال ہو گیا، پھر تین برسوں کے بعد ایک بیٹی تولد ہوئی، جن کی آپ نے بہترین پرورش اور تربیت فرمائی۔ آپ ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ جب ان کے نکاح کی عمر ہوئی تو آپ نے ان کے عقد کا ارادہ فرمایا، لیکن اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ سنہ ۱۳۰۴ھ [۱۸۸۶ء] کا سانحہ ہے۔ میری والدہ نے ان کی وفات پر بہت صبر و رضا سے کام لیا۔ اللہ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ اس بیٹی کے بعد ۱۲۹۱ھ [۱۸۷۴ء] میں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی، دادا نے ان کا نام عبدالفتاح رکھا۔ یہ بھی شیر خواری میں فوت ہو گئے، پھر ایک سال کے بعد اللہ نے ایک بیٹا عطا فرمایا، دادا نے اس کا نام محمد عبدالروف تجویز فرمایا۔ پھر دو سال کے بعد ایک اور بیٹا، یعنی میں محمد قیام الدین عبدالباری پیدا ہوا۔ پھر میرے بعد ایک بہن کی ولادت ہوئی، (اللہ اسے درازی عمر عطا فرمائے)۔ یہ مولوی عبدالباقی مدظلہ کی زوجہ ہیں۔

آپ کے تمام بچوں میں میں سب سے زیادہ آپ کو عزیز تھا۔ آپ نے شفقت و آسائش سے ہماری پرورش کی، درس ادب دیا اور اچھے اخلاق سکھائے۔ آپ نہ اپنا وقت ضائع کرتی تھیں اور نہ بے کار اور واہیات قصے اور کہانیوں میں ہمارا وقت، جیسا کہ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے، بلکہ سونے کے وقت ہمیں صالحین کے احوال سناتیں، اچھی نصیحتیں کرتیں، برائیوں، لہو ولعب اور لغو باتوں سے ہمیں روکتیں۔ مجھے بچپنے میں ہی آپ نے لکھنا سکھا دیا اور حضور اکرم ﷺ اور

صحابۂ کرام کی سیرت سے واقف کرادیا۔ فقہ کے کثیر مسائل یاد کرادیے۔

آپ کی وہ خصوصیات اور محاسن جنھوں نے آپ کو دوسری عورتوں سے ممتاز کردیا تھا، حسب ذیل ہیں:

- خوش حالی اور تنگی ہر حال میں اللہ پر توکل؛ جب بھی آپ کی کوئی اولاد، یا رشتہ دار بیمار ہوتا آپ اللہ کی طرف رجوع فرماتیں، اسی سے مدد چاہتیں، قرآن کریم اور اوراد و وظائف پڑھتیں۔
- تکلیف میں صبر؛ یہاں تک کہ اپنے بچوں میں سے کسی کی وفات پر بے قابو نہیں ہوتیں۔ آپ کی زندگی میں آپ کے متعدد بیٹے بیٹیاں فوت ہوئے، مگر میں نے آپ کو ہر موقع پر صابر و شاکر پایا۔
- شوہر، اولاد اور قرابت داروں سے حسن معاشرت۔
- رشتہ داروں کا خیال اور ان سے حسن سلوک، لوگوں پر احسان اور ان کی خاموش امداد۔
- فقرا سے دل جوئی، ضرورت مندوں کی اعانت اور بچوں اور خادموں پر شفقت۔
- عبادت میں اخلاص اور اس کی کثرت۔
- خطا پر ندامت۔

مجھ سے آپ نے کئی مرتبہ کہا کہ میرے لیے دعا کرو کہ کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں سوئے ظن پیدا نہ ہو۔ آپ کہتی تھیں کہ میں خواتین کے معاشرت کا حصہ ہوں، اس لیے غیبت، حسد اور بہتان سے بچنا مشکل ہے، اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے اور ان برائیوں سے محفوظ رکھے۔ میں کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی ہوں کہ مبادا کسی کی غیبت میں مبتلا نہ ہو جاؤں، لیکن گوشہ نشین ہو کر بیٹھ بھی نہیں سکتی، کیوں کہ لوگ اسے میرے کبر پر محمول کریں گے۔

آپ میرے دادا مولانا عبدالرزاق قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت تھیں۔ ان کے وصال کے بعد ۱۳۰۹ھ [۱۸۹۱ء] میں آپ نے اپنے شوہر، بچوں، چھوٹے بھائی مولوی افضل حسن اور چچا مولوی نورالحسنین اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ دوسری بار حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ حرمین میں سے کسی ایک جگہ آپ مستقل سکونت اختیار کرنا چاہتی تھیں، مگر اپنے خاوند سے حسن معاشرت کی

وجہ سے یہ ممکن نہیں تھا۔ تیسری بار اپنے خاوند کی وفات کے بعد ۱۳۲۱ھ [۱۹۰۳ء] میں آپ نے اپنے بچوں کے ساتھ حج کیا اور بغداد معلیٰ اور دیگر مقامات کے آثار و مزارات کی زیارت فرمائی۔ جب آپ مدینہ پہنچیں (ہزار ہا ہزار درود و سلام ہو اس کے مکیں پر) آپ نے مجھ سے الحاح و زاری کی کہ آپ کو مدینے میں چھوڑ دوں، لیکن قضائے الٰہی کی وجہ سے ہم آپ کو وہاں نہیں چھوڑ سکے، لہٰذا مجبوراً والدہ ماجدہ کو وطن لوٹنا پڑا۔ آپ ہمیشہ مدینہ واپس چلنے کی ضد کرتی تھیں۔ گویا آپ نبی کریم صلوٰۃ اللہ وسلامہ کی ایسی عاشق تھیں جو اپنی اولاد اور وطن کو بھی چھوڑنے کے لیے تیار تھیں۔

۱۳۲۲ھ [۱۹۰۵ء] کو آپ کے صاحب زادے مولوی عبدالرؤف کا وصال ہوا۔ آپ کی توجہ عبادت اور ریاضت شاقہ کی طرف بڑھ گئی، آپ تہجد پڑھتیں، شب و روز نمازوں میں مصروف رہتیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتیں، دلائل الخیرات، سیرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے کرام کے غزوات کا مطالعہ کرتیں اور ان پر روتیں۔ کتب حدیث کا املا کرنے میں مصروف رہتیں، یہاں تک کہ آپ نے شمائل نبویہ (ترمذی) کے (اردو زبان میں اس کے ترجمے و شرح کے ساتھ) دو نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے۔

آپ دعا کرتی تھیں کہ آپ کے چھوٹے بچے کے سامنے آپ کا وصال ہو جائے۔ آپ ہر سال حرمین کی زیارت کرنا چاہتی تھیں، لیکن اس پر اصرار نہیں کرتیں، کیوں کہ ان کے علم میں تھا کہ میرے پاس زادِ راہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے باوجود آپ نے کئی بار مجھ سے کہا کہ اگر تم مجھے دیار حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پہنچا دو تو میرے دل کو سکون مل جائے۔ وصال کے وقت آپ اصرار کرنے لگیں کہ خواہ تمہیں دقت اٹھانی پڑے، لیکن مجھے مدینے لے چلو۔ یہ بات آپ نے ۹/ذی الحجہ کو فرمائی، پھر تین دنوں کے بعد اسی ماہ کی ۱۲/تاریخ کو اپنی چچازاد بہنوں کو جمع کیا اور ان کی ضیافت میں کھانے بنوائے۔ پھر رات میں آپ کی طبیعت بگڑ گئی، مگر صبح تک مجھے نہیں بتایا، جب صبح ہوئی تو میری بہن نے مجھے خبر دی، میں آپ کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ آپ کو ہیضہ ہو گیا ہے اور نبض کی رفتار مدھم پڑ گئی ہے، جسم سرد پڑ گیا ہے اور آپ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی ہیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں اس مرض سے اچھی نہیں ہوں گی، میں مروں گی اور اس دنیا سے یہ حسرت

ے کر جاؤں گی کہ مجھے مدینے میں موت نہیں آسکی۔

پھر طبیب حضرات آئے اور ان کے علاج میں لگ گئے، لیکن کوئی علاج کارگر نہیں ہوا اور مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ نے فجر اور ظہر کی نمازیں اپنے وقت پر ادا کیں۔ فرمایا کہ میں نے آج دلائل الخیرات ختم کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر قوت نہیں پاتی۔ پھر ہم لوگوں سے رخصت لیا اور فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو اللہ کے سپرد کیا۔ تمام موجود اعزہ و اقارب سے اجازت لی اور کہا کہ تم لوگ میری تقصیرات کو معاف کر دو۔ پھر اٹھ کر بیٹھ گئیں اور مجھ سے فرمایا کہ میں قادر مطلق کی بارگاہ میں کیسے جاؤں؟ پھر کلمہ پڑھا اور مجھ سے فرمایا کہ تم میرے کلمہ پڑھنے پر گواہ رہنا:

أشهد أن لا إله إلا اللّٰه و أشهد أنّ محمد رسول اللّٰه

(تم گواہ ہو جاؤ کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں)۔

پھر فرمایا:

رضيت باللّٰه ربًا، و بالإسلام دينًا، و بمحمد صلى اللّٰه عليه و سلم نبيًا و رسولًا

(میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے پر برضا و رغبت ایمان رکھتی ہوں۔)

پھر فرمایا: اگر میں اس مرض سے اچھی ہو جاؤں تو رسول کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کروں گی۔ کچھ لمحوں کے بعد بارگاہ رسالت مآب میں درود پیش کیا: **الصلوة و السلام علیک یا رسول اللّٰہ**۔ جب عصر کا وقت قریب ہوا تو فرمایا رمضان میں سفر کے دوران مجھ سے پورے ایک مہینے کا روزہ چھوٹ گیا تھا، میری جانب سے تم فدیہ ادا کر دینا۔ پھر کہا کہ: سورۂ یٰسین پڑھو، میں بھی تمہارے ساتھ پڑھتی ہوں، مگر میں غم و اندوہ کی وجہ سے پڑھ نہیں سکا تو میں نے مولوی عبدالمجید صاحب مدظلہ سے تلاوت کو کہا، انھوں نے پڑھنا شروع کیا، والدہ ماجدہ نے بھی ان کے ساتھ نصف یا اس سے کچھ زیادہ پڑھا، اس کے بعد آپ کو تلاوت کی قوت نہیں رہی اور پھر سورے کے اختتام پر میری گود میں بعد عصر، بروز پیر ۱۳؍ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ [۲۸؍جنوری ۱۹۰۷ء] کو

آپ کا وصال ہو گیا- آپ کا چہرہ منور و تاباں تھا، جس سے حسن خاتمہ کے آثار ہویدا تھے- اس نعمت پر میں اللہ کی حمد بجالایا- عشا کے بعد میں نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ خاندانی قبرستان میں اپنی بہن اور خالہ کی قبروں کے قریب مدفون ہوئیں-

اللہ آپ کو ہماری جانب سے بہتر جزا عطا فرمائے، اس لیے کہ مائیں جتنی اپنے بچوں پر شفقت کرتی ہیں اس سے کہیں زیادہ آپ مجھ پر محبت و شفقت فرمایا کرتی تھیں، یہاں تک کہ جب تک لیتیں کہ میں نے کھانا کھالیا ہے، اس کے بعد ہی کھانا کھاتی تھیں- میرا انتظار کرتی رہتیں، وقت کافی گزر جاتا، مگر اس وقت تک آرام نہیں کرتیں جب تک آپ کو یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ میں بستر پر چلا گیا، اگر میں کہیں چلا جاتا تو آپ کے دل کو سکون نہیں ملتا اور مجھے دیکھے بغیر آپ سوتی نہیں- اللہ کی بے پایاں رحمت ہو آپ پر- اللہ آپ کو ہماری طرف سے ان سے بھی بہتر جزا عطا فرمائے جو امہات المومنین کو ان کی اولاد کے بدلے عطا کیا جاتا ہے-

اے اللہ ان کی مغفرت فرما، رحم فرما، ان کے ساتھ احسان میں اضافہ فرما، ان کی خطاؤں کو درگزر فرمادے- انھیں اپنی رحمت کا امیدوار بنادے اور عذاب سے نجات عطا فرما- اے اللہ! انھیں سلامتی عطا فرما، انھیں معاف فرمادے، ان کی توقیر میں اضافہ فرما، ان کی قبر کو کشادہ فرمادے اور ان پر اپنی باران رحمت، غفران اور بخشش کو انڈیل دے، انھیں گناہوں سے پاک و صاف فرمادے، دنیا کے بالمقابل آخرت میں بہتر ٹھکانہ اور اچھے مکین عطا فرما، انھیں جنت میں داخل فرما، قبر کی ہولناکی سے محفوظ رکھ، عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے نجات عطا فرما-

اے اللہ یہ تیری کنیز ہے، جو تیرے حفظ و امان اور آغوش رحمت میں ہے- یہ گواہی دیتی تھی کہ تیرا سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور رسول ہیں- تو ہی اس کا رب ہے، تو ہی اس کا خالق ہے، تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت بخشی، تو نے ہی اسے موت دی، تو اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، تو وعدوں کی تکمیل فرمانے والا ہے- ہم تیری حمد کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں تو اے اللہ سید ابرار اور رسول مختار اور ان کی آل اطہار کے صدقے ان کی مغفرت فرما اور اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ہمارا حشر بھی صالحین کے ساتھ فرما- □□□

[چوتھا باب]

حواشی وتعلیقات

الف

[1]

۱۔ اغصان اربعہ میں مذکور ہے کہ ملا محمد اسعد برہان پور میں صدر الصدور کے عہدے پر فائز تھے ”بخدمت صدر الصدورے برہان پور سرفراز شدہ“ (ص: ۱۳۳)۔

۲۔ والد ماجد ملا قطب الدین سہالوی کی حیات میں ہی ملا محمد اسعد اپنی اہلیہ اور خورد سال بیٹے ملا غلام مصطفی کو والد کے پاس چھوڑ کر بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے پاس چلے گئے، آپ بادشاہ کی مصاجت میں دکن میں تھے کہ والد ماجد کی شہادت کی خبر موصول ہوئی مگر وطن واپس نہیں آئے۔ آپ کے سنہ وفات اور جائے مدفن کے تعلق سے تمام معاصر مآخذ خاموش ہیں۔

۳۔ مولانا عنایت اللہ انصاری فرنگی محلی (ف: ۱۹۴۱ء) نے ”تذکرۂ علمائے فرنگی محل“ میں اس حاشیہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے اسے مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ یہ کتب خانہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی منتقل ہو گیا ہے، جس کے تعلق سے مولانا محمد رضا انصاری فرنگی محلی (ف: ۱۹۹۰ء) نے ”بانی درس نظامی“ میں ذکر کیا ہے کہ مولانا عبدالحی کے اس ذخیرۂ کتب میں اب اس حاشیے کا کچھ اتا پتا نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۲
بانی درس نظامی:	ص: ۴۹
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۳۳-۵
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۲۰

تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۳۵۲

[2]

۱۔ ملا احمد عبدالحق کی ولادت قصبہ سہالی، ضلع بارہ بنکی میں ۱۹ر رجب ۱۱۰۳ھ مطابق ۲۷ر مارچ ۱۶۹۲ء کو ہوئی، کیوں کہ اسی دن آپ کے دادا ملا قطب الدین کی شہادت ہوئی تھی۔

تفصیلی احوال کے لیے دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۱۲-۱۳
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۵، ۱۳۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۲۳-تا-۲۵
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۱۰۷
نزہۃ الخواطر (عربی):	جلد:۶، ص:۶۹۵

[3]

۱۔ ملا احمد انوار الحق ''اغصان الاربعة للشجرة الطيبة'' (فارسی) کے مصنف ملا ولی اللہ فرنگی محلی کے پیر و مرشد اور جد حقیقی ملا محب اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، اس لیے ان کے ذکر کے لیے مصنف نے الگ سے ایک باب باندھا ہے، جو صفحہ ۳۳ر سے شروع ہو کر ۱۰۲ر پر ختم ہوتا ہے۔ یہ کتاب کل ۱۴۰ر صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا موضوع شجرۂ خانوادۂ فرنگی محل ہے، تاہم اس کا بیشتر حصہ ملا احمد انوار الحق کے احوال و کرامات پر محیط ہے، مگر ان کے احوال و کرامات کے ضمن میں خانوادے سے متعلق تاریخی مواد بھی جمع ہو گیا ہے۔

۲۔ ملا احمد انوار الحق علوم اسلامیہ کے ساتھ معرفت و سلوک میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے، آپ کا شمار سلسلۂ قادریہ چشتیہ کے کبار مشائخ میں ہوتا ہے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے بیعت و ہدایت حاصل کی۔ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (ف:۱۹۲۱ء) کے پردادا حافظ کاظم علی خاں بھی آپ کے مرید تھے۔

۳۔ ملا احمد انوار الحق نے دو عقد فرمائے تھے، آپ کی پہلی زوجہ ملا احمد حسین (ابن ملا رضا ابن

ملا قطب الدین) کی صاحب زادی تھیں، جن سے تین صاحب زادے ملا نورالحق، ملا علاء الدین، ملا اسرار الحق اور ایک صاحب زادی ہوئی- صاحب زادی کا عقد ملا ابوالکرم (ابن مفتی یعقوب ابن ملا عبدالعزیز ابن ملا سعید ابن ملا قطب) سے ہوا-

دوسری زوجہ نجابت علی شاہ صدیقی کی ہمشیرہ تھیں، جن سے دو صاحب زادے ملا احمد، ملا عبدالصمد اور تین صاحب زادیاں متولد ہوئیں- پہلی صاحب زادی کا عقد اپنے چچا زاد بھائی ملا ظہور الحق (ابن ملا ازہار الحق ابن ملا احمد عبدالحق) سے ہوا- دوسری کا عقد شیخ مقبول علی ابن شیخ جعفر علی (محلہ مفتی گنج لکھنؤ) سے ہوا اور تیسری کا عقد ملا صفدر (ابن ملا مبین ابن ملا محب اللہ ابن ملا احمد عبدالحق) سے ہوا-

تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۳-۱۴
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۳۳-تا-۱۰۲
تذکرۂ علمائے اہل سنت:	ص: ۳۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۲۵-تا-۲۸
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۱۰۸
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۹۲
نزهة الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۹۲۹

[4]

[1] ملا اسرار الحق کی سنہ ولادت و وفات کے تعلق سے تمام معاصر مآخذ خاموش ہیں-

[2] آپ کی دو صاحب زادیاں بھی تھیں- ایک کا عقد ملا محمد شائق ابن ملا عبدالرب (نبیرہ ملا رضا) سے ہوا- دوسری کا عقد شیخ حسین بخش ابن شیخ جعفر علی (محلہ مفتی گنج لکھنؤ) سے ہوا-

مزید دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۴

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۲۹-۳۰

[5]

۱؎ ملا امین الحق کی سنہ ولادت و وفات کے تعلق سے تمام معاصر ماخذ خاموش ہیں۔

۲؎ ملا امین الحق کا نکاح شیخ رعایت اللہ لکھنوی انصاری ابن شیخ عزیز اللہ کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے ایک صاحب زادی متولد ہوئیں۔

مزید دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۱۴-۱۵

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۰

[6]

۱؎ "تذکرۂ علمائے فرنگی محل" میں آپ کی تاریخ و سنہ وفات ۱۵ر صفر ۱۲۶۷ھ درج ہے، جو درست نہیں لگتا، کیوں کہ "آثار الاول" کے علاوہ دیگر قدیم خاندانی تذکروں میں بھی ملا محمد احمد کی سنہ وفات ۱۲۶۹ھ ہی مذکور ہے۔

۲؎ ملا محمد احمد کے (دو صاحب زادوں کے علاوہ) ایک صاحب زادی بھی تھیں، جن کا نکاح ملا رحمت اللہ ابن ملا نور اللہ سے ہوا۔

مزید ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۱۵

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۰

[7]

۱؎ ملا ازہار الحق کی ولادت لکھنؤ میں ہوئی، "اغصان اربعہ" میں مذکور ہے کہ آپ کے والد

ماجد ملا احمد عبدالحق نے آپ کو بحرالعلوم ملا عبدالعلی کے سپرد کر دیا، ان سے شرح جامی تک تعلیم پائی، جب ملا عبدالعلی تدریس کے سلسلے میں لکھنؤ سے شاہ جہاں پور (روہیل کھنڈ) تشریف لے گئے تو ملا احمد حسین سے علم بلاغت اور اصول اور ملا محمد حسن سے علم منطق و حکمت کی تحصیل کی۔ اس کے بعد شاہ جہاں پور جا کر ملا عبدالعلی کی خدمت میں فاتحہ فراغ پڑھا۔ یہاں روہیل کھنڈ کے حکمراں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں نے آپ کے لیے وظیفہ جاری کر دیا، آپ نے ایک عرصے تک یہاں طالبان علوم کو سیراب کیا۔ حافظ الملک کی شہادت (۱۷۷۴ء) کے بعد جب ملا عبدالعلی رام پور چلے گئے تو آپ اپنے وطن لکھنؤ واپس آ گئے اور ایک مدت تک وہاں پڑھاتے رہے، پھر رائے بریلی پہنچے اور وہاں مسند درس لگائی اور سلسلہ نقش بندیہ میں شیخ محمد عدل سے بیعت ہو گئے۔ جب بحرالعلوم بغرض تدریس قصبہ بوہار (بنگال) جانے لگے تو آپ بھی ان کی مصاحبت میں بوہار چلے گئے اور کافی عرصے طلبہ کو مستفیض کرتے رہے، پھر جب بحرالعلوم وہاں سے مدراس چلے گئے تو آپ لکھنؤ واپس آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔

۲۔ سید محمد عدل نقش بندی رائے بریلوی، عرف شاہ لعل صاحب سلسلۂ نقش بندیہ کے معروف شیخ طریقت تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۱۵ھ/ ۰۳-۰۴-۱۷۰۴ء میں ہوئی اور وصال ۱۱ر رمضان ۱۱۹۲ھ/ اکتوبر ۱۷۷۸ء کو ہوا۔ آپ کا تعلق رائے بریلی کے معروف خانوادۂ علم اللہی سے تھا، تذکرہ نگاروں نے آپ کے زہد و ورع، صبر و قناعت اور اہتمام شریعت کا والہانہ ذکر کیا ہے۔ خطہ اودھ میں متعدد مشاہیر علما اور مشائخ آپ کے خلفا ہوئے ہیں۔ (خانوادۂ علم اللہی، ص: ۶۱ تا ۶۴)

۳۔ مولانا ازہار الحق فرنگی محلی کی تاریخ ولادت و وفات کے سلسلے میں معاصر تذکرے خاموش ہیں، تاہم آپ کے شیخ طریقت محمد عدل نقش بندی عرف شاہ لعل (ف: ۱۷۷۸ء) اور استاذ محترم بحرالعلوم ملا عبدالعلی (ف: ۱۸۱۰ء) کے عہد سے آپ کے عہد کی تعیین ہو جاتی ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۵-۱۶
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۰۹-تا-۱۱۱

تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۲۸-۲۹
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۱۱۹-۱۲۰
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۱۰۵
نزهة الخواطر (عربی):	جلد:۷، ص:۹۱۰-۹۱۱

[8]

۱؎ یمین الدولہ نواب سعادت علی خاں (ف: ۱۸۱۴ء) ریاست اودھ کے چھٹے حکمراں تھے، جن کا عہد حکمرانی ۱۷۹۸ء سے ۱۸۱۴ء تک رہا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، تاریخ اودھ، حصہ چہارم، ص:۱ تا ۱۳۹)

۲؎ آپ سید عبداللہ بغدادی سے بیعت ہوئے، تاہم سلوک و معرفت اور طریقۂ تصوف سید شاہ غلام علی (نبیرہ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی) سے حاصل کیا۔ آپ کی سنہ ولادت و وفات کے تعلق سے تمام معاصر تذکرے خاموش ہیں۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۱۶
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۱۶
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۳۸
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۱۱۰
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۹۱
فقہائے ہند:	جلد:۳، ص:۵۳
نزهة الخواطر (عربی):	جلد:۷، ص:۹۰۵-۹۰۶

[9]

۱؎ مزید دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۱۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۱۶-۱۱۷

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۸

[10]

۱ مزید دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۱۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۱۷

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۸-۳۹

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۳۵۵-۳۵۶

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۸۸

[11]

۱ مفتی ظہور اللہ ملا امین اللہ کے نانا تھے۔ مفتی ظہور اللہ اپنے فتوؤں کے جوابات آپ سے ہی لکھوایا کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۱۷

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۱۷

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۸

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۱۳۱

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۱۲۲

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۲۸

[12]

۱ مولانا امیر الدین علی عرف امیر علی ابن شیخ محمد بخش ابن شیخ امام الدین ابن شیخ نور الحق ابن شیخ محمد ابن ملا احمد عرف ملا جیون، خطۂ اودھ کے معروف عالم اور شیخ طریقت تھے۔ آپ

امیٹھی (ضلع رائے بریلی) میں پیدا ہوئے- ابتدائی تعلیم وطن میں ہی پائی، اس کے بعد تحصیل علم کے لیے ۱۲۳۶ھ/ ۲۰-۱۸۲۱ء میں لکھنؤ پہنچے اور شیخ اسد اللہ ابن شیخ نور اللہ فرنگی محلی سے پڑھا، اس کے بعد مولانا عبدالرحمن موحد کی خدمت میں سات سال سے زائد رہے اور مختلف فنون کی کتابیں پڑھیں نیز ان سے بیعت ہو کر تمام سلاسل کی اجازت وخلافت پائی، ان کے علاوہ مولوی نور اللہ بچھرایونی سے بھی تعلیم حاصل کی اور سلوک وتصوف میں استفادہ کیا- مولانا حج وزیارت کے لیے حجاز تشریف لے گئے اور دو سال وہاں قیام کیا، پھر اپنے وطن لوٹ آئے اور ایک مدت تک وہاں قیام کیا، اس درمیان مولانا خلق خدا کی ہدایت وتربیت میں مصروف رہے، مولانا کے ہاتھوں سیکڑوں افراد بیعت ہوئے- اجودھیا میں جب مسجد کی بازیافت کا مسئلہ درپیش آیا تو علم جہاد بلند کیا اور شہادت سے سرفراز ہوئے-

لکھنؤ کے قریب اجودھیا میں مغل بادشاہ بابر نے ۱۵۱۷ء میں رام چندر اور سیتا کی رسوئی (باورچی خانہ) سے متصل ایک مسجد بنادی، یہ ہندو اکثریتی اور مسلم اقلیتی علاقہ تھا، اس لیے مسلمان مسجد کی حفاظت اور آبادی کی طرف سے غافل ہو گئے، یہاں تک کہ مسجد شکستہ ہو کر تقریباً بے نشان سی ہو گئی تھی، ہندو بھی اس کے آثار مٹاتے چلے گئے، یہاں تک کہ انھوں نے صفدر جنگ ابوالمنصور خاں والی اودھ (ف: ۱۷۵۴ء) کے عہد میں ان کے تعاون سے اس سے متصل ایک ہنومان مندر (ہنومان کی بیٹھک) بنالیا، جب نوابان اودھ کی سیاسی قوت کمزور ہونے لگی تو ہندوؤں نے ہنومان کی بیٹھک کی ملحقہ زمین پر ایک چہار دیواری قائم کر لی اور لڑائی کے قابل ایک قلعہ بنالیا جسے "ہنومان گڑھی" کہنے لگے-

برسوں کے بعد ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۵ء میں شاہ غلام حسین کی قیادت میں کچھ مسلمانوں نے اس مسجد کے احیا کی کوشش شروع کر دی اور اس کو ہندوؤں کے قبضے سے نکالنا چاہا- ۱۰ر ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ/ ۲۵ر جولائی ۱۸۵۵ء میں تین سو کے قریب مسلمان بابری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہو گئے، جب بیراگیوں اور دیگر ہندوؤں کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان لوگوں نے چاروں طرف سے مسجد کو گھیر لیا، سرکاری افسر رشوت کھا کر موقع سے ہٹ گئے، ہنگامہ اتنی دیر رہا کہ مسلمان

جمعہ کی نماز نہیں پڑھ سکے، بیراگیوں کی مدد کے لیے اطراف کے ہندو راجہ اور زمیندار بھی افرادی قوت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے، یہ کشمکش چلتی رہی، آخر بیراگیوں نے موقع پاکر بشمول شاہ غلام حسین تمام مسلمانوں پر حملہ کر کے انھیں بے دردی سے شہید کر دیا اور مسجد کو منہدم کر دیا۔ والی اودھ نواب واجد علی (ف:۱۸۸۷ء) کی کمزوری کی وجہ سے یہ حادثہ روکا نہ جاسکا۔ جب لکھنؤ اس حادثے کی خبر پہنچی تو والی اودھ نے اس کی تحقیقات کا حکم دیا، مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اُدھر جب عام مسلمانوں تک یہ خبر پہنچی تو انھیں بیراگیوں کی جرأت پر سخت تشویش ہوئی اور پھر مولانا امیر الدین امیر علی اور مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی نے علم جہاد بلند کیا۔ والی اودھ نے علما کے درمیان شرائط جہاد کی بحث کروا کر انھیں روکنے کی کوشش کی اور مسجد کی تعمیر کا وعدہ کیا، مگر یہ وعدہ بھی پورا نہ ہوسکا۔ اس حادثے اور پھر جہاد کی خبر ہندوستان میں جوں جوں پھیلتی گئی، جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مقامات سے لوگ جمع ہوتے چلے گئے۔ سیاسی سازشوں کا دور چلا، کمپنی سرکار اس زمانے میں سلطنت اودھ پر قابض ہونے کے لیے کوشش کر رہی تھی، اس لیے اس نے اس ہنگامے کو مزید ہوا دی۔ مولانا امیر الدین پر سختی کی گئی، انھیں قید بھی کیا گیا، مگر ان کے ارادے میں کوئی جنبش نہ آئی، تاہم انھوں نے مسجد کی تعمیر کے لیے حکومت کو ایک ماہ کی مزید مہلت دی، یہ وقت بھی گزر گیا تو مولانا امیر الدین تقریباً تین سو افراد کے ہمراہ ۲۶رصفر ۱۲۷۲ھ/ ۷رنومبر ۱۸۵۵ء کو جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے، مگر ردولی کے راستے میں مکر وفریب سے انگریزی سرکار اور ہندو تعلقہ داروں کے لوگوں نے مجاہدین پر توپوں اور بندوقوں سے حملہ کر دیا، جس میں مولانا امیر الدین علی کے ساتھ تمام مسلمان شہید کر دیے گئے۔ اس حادثے کے تین ماہ کے اندر ۴رفروری ۱۸۵۶ء کو کمپنی سرکار نے والی اودھ واجد علی شاہ کو معزول کر کے اودھ کو اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا۔

اس واقعے کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

تاریخ اودھ:	حصہ پنجم، ص:۱۹۹-تا-۲۳۶
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۱۲۴-۱۲۵
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء: واقعات وشخصیات:	ص:۹۲-تا-۱۱۶

نزهة الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۲۶-۹۲۷

۲ـ مولانا غلام امام عثمانی امیٹھوی ثم الہ آبادی اپنے عہد کے فارسی اور اردو کے قابل قدر شاعر، ماہر لسانیات اور ثناخوان مصطفی ﷺ تھے، "شہید" تخلص تھا- آپ کی ولادت امیٹھی (یوپی) میں ہوئی، ایک مدت تک وہاں کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر لکھنؤ جا کر ملا اسد اللہ فرنگی محلی اور مولانا حیدر علی فیض آبادی (ف:۱۲۹۹ھ/ ۸۲-۱۸۸۱ء) کی درس گاہوں میں زانوے تلمذ تہ کیا- تعلیم سے فراغت کے بعد شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوئے اور مرزا قتیل اور مصحفی کی شاگردی اختیار کی اور آغا اسماعیل مازندانی سے علم عروض و معانی پڑھا- آپ کو فارسی زبان اور صنائع و بدائع پر عبور حاصل تھا، فارسی میں آپ کا ایک دیوان بھی ہے- تاہم مرزا غالبؔ نے اپنے ایک شاگرد کو خط لکھتے ہوئے آپ کے کلام پر اچھی رائے ظاہر نہیں کی ہے- اردو میں بھی خوب شعر کہتے تھے، جس پر ان کا اردو دیوان شاہد ہے- اردو نثر و نظم میں آپ کی متعدد تصانیف مطبع نول کشور اور دوسرے مطابع سے شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہوئی ہیں اور بعض کتابوں کے متعدد ایڈیشنز چھپے، ان میں مولود شریف، گلزار خلیل (شہدائے کربلا کے منظوم احوال)، رمز الشہادتین اور انشائے بہار بے خزاں اہم ہیں- مؤخر الذکر تصنیف انشائے اردو کے قواعد پر مشتمل یہ کتاب لفٹنٹ گورنر جیمس ٹامس کے حکم سے آپ نے لکھی، جس کا ساتواں ایڈیشن مطبع نول کشور سے ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا، جو راقم کے پیش نظر ہے- آغا سید محمد اصفہانی اور مرزا ناطق آپ کے ہم عصر اور ہم مشاعرہ تھے- آپ اپنے دولت کدے پر خوب دھوم دھام سے مجلس میلاد مصطفی ﷺ منعقد کرتے اور تازہ نعتیہ کلام ترنم کے ساتھ پڑھتے تھے- لالہ سری رام (ف:۱۹۳۰ء) نے "خم خانۂ جاوید" میں آپ کا حسب ذیل نعتیہ قطعہ ترجیع بند نقل کیا ہے:

قدِ رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن　　سرمہ گیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامے کی سجاوٹ وہ جبینِ روشن　　اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن　　دل رُبایانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبان کفن　　اٹھ چلے قبر سے بے تاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سید مکی مدنی العربی　　　دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

آپ الہ آباد اور آگرہ کی عدالت دیوانی میں عہدۂ پیش کاری صدر نظامت پر فائز تھے۔ جب نواب محی الدولہ نے آپ کے نعتیہ کلام کی شہرت سنی تو ایک ہزار روپے زادراہ بھیج کر آپ کو حیدرآباد دکن بلالیا، آپ سرکاری ملازمت چھوڑ کر وہاں چلے گئے، جہاں نظام دکن نے آپ کے لیے چار سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کردیا۔ جب وہاں سے آپ نے حج وزیارت حرمین کا ارادہ کیا تو ازراہ قدردانی راجہ گردھاری پرشاد نے آپ کو زادراہ پیش کیا، جب کہ نواب سالار جنگ نے پانچ سو روپے عطا کیے۔ نواب کلب علی خاں (والی رام پور) بھی آپ کے بے حد قدرداں تھے۔ آپ کا وصال ۴ر صفر ۱۲۹۶ھ/ ۲۸ر جنوری ۱۸۷۹ء کو الہ آباد میں ہوا۔ ''شہید عشق شاہ عالمین'' سے سنہ وفات ۱۲۹۶ھ برآمد ہوتا ہے۔ (خم خانۂ جاوید: جلد: پنجم، ص: ۲۱۱ - تا - ۲۱۴ / تذکرہ ماہ وسال، ص: ۲۳۱ / نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۷، ص: ۱۰۵۰)

ملا اسد اللہ کے تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۷
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۱
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۲۰-۲۱
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۹۱۳

[13]

[1] ملا احمد حسین استاذ الہند ملا نظام الدین کے اُن نامور اور قابل فخر تلامذہ میں تھے، جنھوں نے اپنے استاذ کی زندگی میں ہی ان کے سامنے درس دینا شروع کیا اور ان کی وفات کے بعد بھی فرنگی محل کی علمی عظمت وجلالت کو ماند پڑنے نہیں دی۔ ساری زندگی درس وتدریس کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ ملا نظام الدین نے آپ کو اپنا متبنیٰ بھی بنایا تھا۔

[2] ملا محمد مبین کے برادرزادہ اور شاگرد ملا محمد نعیم اللہ فرنگی محلی (ف: ۱۹۰۶ء) اپنے استاذ کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ ملا محمد مبین ملا احمد حسین کے ساتھ ملا حسن کے بھی شاگرد تھے، تاہم

ملا احمد حسین کی بے حد تعریف وتوصیف کیا کرتے اور فرماتے:

در تبحر علمی زیادہ از مولوی محمد حسن مرحوم بودند، لیکن بہ باعث بے تصنیفی دریں وقت شہرت آفاقی نمی دارند و در زمانِ حیات خود بسیار نامور بودند۔

(جہاں تک تبحر علمی کا تعلق ہے ملا احمد حسین میں ملا حسن سے زیادہ تھا، لیکن چوں کہ ملا احمد حسین کی کوئی تصنیف نہیں ہے، اس لیے وہ اِس زمانے میں عالم گیر شہرت نہیں رکھتے، اپنے زمانے میں وہ بہت مشہور تھے۔) (بانی درس نظامی، ص:۱۲۵، ۱۲۶)

اپنے عہد کے نامور حضرات ملا احمد حسین کے تلامذہ ہوئے، جن میں علامہ تفضل حسین خاں لکھنوی، ملا محمد مبین، ملا احمد انوار الحق، ملا ازہار الحق، قاضی ذو الفقار علی دیوی اور ملا حبیب اللہ فرنگی محلی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی سنہ ولادت ووفات کا کوئی ذکر معاصر مآخذ میں نہیں ملتا، البتہ ملا محمد نعیم اللہ فرنگی محلی کی قلمی یادداشت سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت اودھ کی راجدھانی فیض آباد سے آپ واپس آرہے تھے کہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور وفات پا گئے۔ وفات سے پہلے اپنے برادر عم زاد کے پوتے اور شاگرد ملا حبیب اللہ کو وصیت کی کہ مجھے میرے عم محترم ملا نظام الدین محمد قدس سرہ کے مزار کے مشرق میں بالکل ان کے برابر دفن کرنا۔ چنانچہ انھوں نے عشرۂ محرم کو ان کی وصیت پوری کردی۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۱۷
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۳۷-۱۳۸
بانی درس نظامی:	ص:۱۲۵-تا-۱۲۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۴۲
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد:۷، ص:۹۰۶

[14]

۱؎ مزید دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۱۸
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۳۱
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۱

[15]

ل مزید دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۱۸-۱۹
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۴
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۳۰-۳۱
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۸، ص:۱۱۹۳

[16]

ل ملا محمد اکرم تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس سے وابستہ رہے اور اسی سلسلے میں کچھ عرصے رام پور میں بھی قیام رہا۔ اپنے والد ماجد سے بیعت تھے، ان کی معیت میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور وہاں کے شیوخ و محدثین سے اجازت حدیث سے سرفراز ہوئے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۲۱-۲۲
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۷
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۴۰

[17]

ل مولانا افہام اللہ فرنگی محلی کا شمار اپنے عہد کے ممتاز علما میں ہوتا تھا، اصول اور علم کلام میں خاص مہارت تھی، آپ کے علم و فضل کا اعتراف آپ کے عہد کے کثیر علما نے کیا ہے۔ آپ طبیب حاذق بھی تھے، طب کی تعلیم حکیم عبدالعلی سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عین القضاۃ لکھنوی (ف:۱۹۲۵) بھی ہیں۔

۲۔ علوم وفنون سے فراغت کے بعد لکھنؤ میں ہی درس وتدریس میں ایک زمانے تک مصروف رہے، اس کے بعد بسلسلۂ درس وتدریس ویلور (جنوبی ہند) چلے گئے، جہاں درس کے علاوہ کئی کامیاب مناظرے کیے، جس سے آپ کی شہرت عام ہوئی - وہاں کچھ مدت گزارنے کے بعد نظام دکن کی حکومت میں مدرس مقرر ہوئے اور گلبرگہ میں خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے سجادہ نشین کو درس دینے کے لیے مقرر ہوئے - قیام گلبرگہ کے دوران آپ سخت علیل ہو گئے تو اپنے وطن لکھنو واپس آ گئے اور ۳۶ سال کی مختصر عمر میں انتقال فرمایا -

۳۔ ''حاشیہ خیالی''، مکمل نہیں ہو سکا -

۴۔ آپ نے درس وتدریس کے علاوہ متعدد رسائل وکتب تصنیف کیے اور متعدد کتابوں پر علمی حواشی لکھے، متن میں مذکور کتب وحواشی کے علاوہ آپ نے رسالہ افہامیہ اور حاشیہ شرح شمسیہ بھی تحریر فرمائے -

تفصیل کے لیے دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۲۰-۲۱
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۲۸
تذکرۂ علمائے حال:	ص:۱۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۳۳
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۱۰۹-۱۱۰
نزهة الخواطر (عربی):	جلد:۸، ص:۱۱۹۱

ب

[18]

۱؎ مولانا برہان الحق محرم ۱۲۱۴ھ/ جون ۱۷۹۹ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ انسانوں کے علاوہ اجنہ بھی آپ سے پڑھتے تھے۔ آپ نے پوری زندگی علم ظاہری و باطنی کی خدمت میں بسر فرمائی۔

۲؎ ’’تذکرۂ علمائے فرنگی محل‘‘ میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے ذکر کیا ہے کہ آپ اپنے جد امجد ملا احمد انوار الحق سے بیعت تھے اور تجدید بیعت اپنے پھوپھی زاد بھائی اور مرشد کے خلیفہ ملا عبد الوالی سے کی تھی۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۲۳
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۰۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۴۴-۴۵
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۹۳۵

ج

[19]

۱۔ ملا جمال الدین احمد لکھنوی فرنگی محلی اپنے عہد کے ممتاز و یگانہ عالم دین اور شیخ تھے۔ تعلیم کے بعد کچھ عرصے اپنے وطن میں قیام کیا اور پھر ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے ترک وطن کر کے اپنے والد کے پاس مدراس (جنوبی ہند) چلے گئے، جہاں ان کے والد اپنے خسر بحر العلوم ملا عبد العلی کی جگہ مسند درس پر متمکن تھے۔ وہاں پہنچ کر مولانا جمال الدین نے بھی تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنے والد کی وفات (ف: ۱۸۲۶-۲۷ء) کے بعد ان کے قائم مقام ہو گئے۔ حسب معمول رئیس کرناٹک نے آپ کے نانا بحر العلوم ملا عبد العلی کا مدرسہ آپ کے والد کے وصال کے بعد آپ کے سپرد کر دیا۔ نواب محمد غوث خاں جو اُس وقت ولی عہد تھے، ان کے استاذ بھی مقرر ہوئے۔ علم تفسیر اور کلام سے آپ کو خاصا شغف تھا، آپ فرماتے تھے کہ فن تفسیر کی چار سو سے زائد کتابوں کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور وہ سب میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ میر زاہد شرح مواقف اور بیضاوی کا بے مثال درس دیتے تھے۔ اکثر علما اور امرائے مدراس آپ کے درس میں شرکت کرتے اور آپ کے تلمذ پر فخر کرتے۔ آپ ہر جمعہ کو مسجد شاہی میں وعظ بھی دیا کرتے تھے۔ آپ کو اپنے والد سے اجازت و خلافت حاصل تھی اور مشائخانہ رنگ غالب تھا، اس لیے ہمیشہ گیروے رنگ کی چادر اور عمامہ استعمال کرتے۔ آپ کی باضابطہ کسی تصنیف کا تذکرہ نگاروں نے ذکر نہیں کیا ہے، البتہ مختلف درسی کتابوں پر آپ کے عالمانہ حواشی ملتے ہیں۔ آپ کا عقد مولانا ابوالکرم ابن مفتی محمد یعقوب (نبیرۂ ملا سعید) کی دختر کے ساتھ ہوا۔ ملا جمال الدین کا وصال مدراس میں ہی ہوا اور وہیں مسجد والاجاہی کی مشرقی دیوار کے قریب مدفون ہوئے۔

۲ آپ نے سید احمد رائے بریلوی (ف:۱۸۳۱ء) اور شاہ اسماعیل دہلوی (ف:۱۸۳۱ء) کے افکار ونظریات اور تحریک (جسے تاریخ میں ”وہابی تحریک“ کے نام سے جانا جاتا ہے) کا خوب رد کیا اور مؤخر الذکر کی تصنیف ”تقویۃ الایمان“ کی بعض عبارتوں کی بنیاد پر اپنے عہد کے درجنوں جلیل القدر علما کی طرح ان کی تکفیر کی۔ جس زمانے میں آپ کا قیام جنوبی ہند میں تھا، اُسی عہد میں سید احمد صاحب کے حقیقی بھانجے، مرید وخلیفہ اور ان کی تحریک کے ساتھی مولوی سید محمد علی رائے بریلوی ثم ٹونکی (ف:۱۲۴۵ھ/۲۹-۱۸۳۰ء) بھی پہنچے اور اپنے ماموں اور شاہ اسماعیل کے مذہبی افکار کی تبلیغ کرنے لگے نیز بہت سے افراد کو اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر لیا۔ یہ دیکھ کر ملا جمال الدین فرنگی محلی نے مولوی سید محمد علی سے مسئلۂ شفاعت پر مناظرہ کیا اور ان کو مجبور کیا کہ وہ ”تقویۃ الایمان“ کی قابل اعتراض عبارتوں سے اپنی براءت کا اظہار کریں، مولوی صاحب نے نماز جمعہ کے بعد مسجد والا جاہی (مدراس) میں تحریری براءت نامہ پیش کیا جسے پڑھ کر حاضرین کو سنایا گیا، مگر آپ (ملا جمال الدین) اس مجمل براءت نامے سے مطمئن نہیں ہوئے، پھر مولوی محمد علی نے دوسرا براءت نامہ پیش کیا، مگر ساتھ ہی اپنے مواعظ میں سید احمد صاحب اور شاہ اسماعیل کی تعریف وتوصیف بھی کرتے۔ ان کے اس رویے کو دیکھتے ہوئے آپ نے ایک فتویٰ مرتب کیا اور اس پر متعدد علمائے جنوبی ہند کے تائیدی دستخط حاصل کیے اور مولوی صاحب کے واجب القتل ہونے کا شرعی فرمان جاری کیا۔ نواب ارکاٹ کو قتل کا اختیار نہیں تھا، اس لیے مدراس کے چیف مجسٹریٹ نے مولوی محمد علی کو بحری جہاز کے ذریعے کلکتہ روانہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے ان کے تمام مریدین ومتبعین کو مسجد والا جاہی میں فرداً فرداً توبہ کروائی۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۲۳-۲۴
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۵
تذکرۂ علمائے اہل سنت: ص:۷۵-تا-۷۷
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۴۶

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۱۵۱

حدیقۃ المرام (عربی): ص:۱۴-۱۵

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۴۶

ح

[20]

۱ ملا محمد حامد اپنے دادا ملا احمد انوار الحق سے بیعت تھے اور اجازت وخلافت اپنے والد ملا محمد احمد سے حاصل تھی۔

۲ "تذکرۂ علمائے فرنگی محل" میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے ذکر کیا ہے کہ "میں نے صرف ونحو کی تقریباً ہر کتاب پر آپ کے حواشی دیکھے ہیں۔" (ص:۵۵)

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۲۴
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۰۹
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۵۵-۵۶

[21]

۱ ملا عبد الاعلی ابن بحر العلوم (ف:۱۷۹۲ء) کے بیان کے مطابق ملا نظام الدین فرنگی محلی کی وفات ۱۷۴۸ء کے بعد ان کے صاحب زادے بحر العلوم ملا عبد العلی نے دار العلم والعمل فرنگی محل کی علمی وراثت اور درس گاہ کی قیادت فرمائی، بحر العلوم کے ترک وطن کے بعد فرنگی محل کی یہ علمی اور درس گاہی قیادت ملا حسن کے حصے میں آئی اور آپ نے تقریباً بیس برس تک فرنگی محل کی مسند علم وفن کو رونق بخشی، اس درمیان علما اور طالبان علوم آپ کو ملا نظام الدین کا جانشین سمجھنے لگے، لوگ آپ کے تلمذ پر فخر کرتے اور اپنے استفتا کے جوابات آپ سے اسی طرح لیتے جس طرح ملا

نظام اور بحر العلوم سے لیا کرتے تھے۔

ملا حسن بھی بحر العلوم کی طرح شیعہ سنی قضیہ کے شکار ہوئے اور حکام کی بے توجہی کی وجہ سے دل برداشتہ ہو کر روہیل کھنڈ کے حکمراں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کے پاس چلے گئے اور شاہ مدن (تلمیذ ملا کمال الدین سہالوی) کے پاس قیام کیا، بحر العلوم بھی وہاں موجود تھے، مگر حافظ الملک مرہٹوں کے خلاف برسرپیکار تھے، اس لیے آپ کی طرف توجہ نہیں دے سکے تو نجیب الدولہ کے صاحب زادے ضابطہ خاں نے آپ کو اپنے یہاں دارانگر (نزد امروہہ نجیب آباد) بلالیا، آپ کی تشریف ارزانی پر اس نے خوب توقیر کی، تاہم جب ضابطہ خاں کو مرہٹوں سے شکست ہوئی اور ریاست ہاتھ سے نکل گئی تو ملا حسن مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی (ف: ۱۸۰۶ء) کے پاس کچھ عرصے کے لیے دہلی چلے گئے، پھر جب ضابطہ خاں اپنی ریاست پر دوبارہ قابض ہوا تو اس نے پھر سے آپ کو دہلی سے بلوالیا اور پوری شان وشوکت کے ساتھ رکھا، لیکن اس کی ریاست میں ہمیشہ سیاسی اتھل پتھل مچی رہتی تھی، اس لیے آپ وہاں سے رام پور چلے گئے، جہاں والی رام پور نواب فیض اللہ خاں (ف: ۱۷۹۴ء) نے آپ کو اعزاز واکرام سے نوازا۔ اس تمام عرصے میں آپ جہاں بھی گئے طالبان علوم کو سیراب کرتے رہے، جس کے نتیجے میں آپ کے بے شمار تلامذہ ہوئے، جن میں بہت سے اپنے وقت کے علامہ وفہامہ کہلائے۔ صفر ۱۱۹۹ھ (دسمبر ۱۷۸۴ء) میں رام پور میں ہی آپ کا وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۲۴-۲۵
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۸-۹
بانی درس نظامی:	ص: ۱۳۱-تا-۱۳۵
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۴۶-تا-۴۹
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۳۶۳-۳۶۴
تذکرۂ کاملان رام پور:	ص: ۳۵۳
نزہۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۶، ص: ۸۱۳

[22]

۱؎ مزید دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۲۵
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۴۹

[23]

۱؎ مولانا محمد حیدر فرنگی محلی اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔ آپ مدتوں تک حکومت اودھ میں نہایت عزت و اکرام کے ساتھ رہے، حکومت کی جانب سے آپ کو وظائف کے ساتھ بطور اعزاز سواری فیل مع ہودہ مرحمت ہوا تھا اور رہنے کے لیے ایک محل سرا بھی۔ ایک بار وزیر سلطنت سے ایک مذہبی مباحثہ ہو گیا، جس کے بعد آپ نے لکھنؤ میں رہنا مناسب نہیں سمجھا اور حج و زیارت کی غرض سے حجاز کے لیے نکل پڑے، حج سے واپسی پر آپ کو شمس الامراء حیدرآباد لے گئے اور وہاں سلطنت آصفیہ کی جانب سے منصب اور ایک ہزار روپے کی جاگیر عطا ہوئی اور ”افضل الدولہ“ اور ”ملک العلماء“ کے خطاب سے نوازے گئے۔ وہاں پوری زندگی آپ تدریس، افتا نویسی اور وعظ میں مشغول رہے۔ شہر کے روؤسا، امرا اور علما آپ کی بے حد عزت کرتے۔ نظام دکن نے آپ کی سواری کے لیے پالکی اور خلعت شاہی بھی مرحمت فرمایا تھا۔ آپ کا وصال حیدرآباد میں ہوا۔

۲؎ مولانا نور الحسنین اپنے عہد کے جلیل القدر عالم دین تھے، شہر حیدرآباد دکن کے امرا، علما اور لوگوں کے درمیان مقبول و محترم تھے۔ تدریس کے علاوہ تبلیغ و رشد و ہدایت میں مصروف رہتے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، وہاں مختلف علما و شیوخ خصوصا علامہ محمد عابد سندھی (ف: ۱۸۴۱ء) نے اجازت حدیث سے نوازا۔ امرا کے درمیان قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ نظام سلطنت آصفیہ اور دیگر امرا آپ کے مکان پر بنفس نفیس تشریف لاتے اور انعامات سے نوازتے۔ شہر کی اکثر تقریبات آپ کے ذریعے انجام پاتیں۔ حیدرآباد میں آپ کے دو عقد ہوئے، پہلی زوجہ سے ایک صاحب زادی اور دوسری سے ایک صاحب زادہ مولوی نور الرزاق اور تین صاحب زادیاں

متولد ہوئیں۔ مولانا نورالحسنین کا وصال ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں ہوا۔

(ملاحظہ ہو: تذکرۂ علمائے فرنگی محل، ص:۱۸۶،۱۸۷)

مزید دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۲۵-تا-۲۸
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۸-تا-۲۱
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۴۹-تا-۵۲
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۳۶۴-۳۶۵
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۳۴۳
حدیقۃ المرام (عربی):	ص:۴۹

[24]

۱؎ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (ف:۱۹۴۱ء) ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں فرماتے ہیں:

''تدریس وتالیف کی نوبت بوجہ انتظام جائداد وخانہ داری نہیں آئی۔'' (ص:۵۲)

فرنگی محل میں جب ملا قطب الدین شہید سہالوی کے صاحب زادگان اور ان کی اولادیں رہنے کے لیے آئیں تو امور انتظامیہ ملا احمد عبدالحق (ابن ملا محمد سعید ابن ملا قطب الدین) کے حوالے تھا، جس کی وجہ سے حضرت استاذ الہند ملا نظام الدین فرماتے تھے کہ ''میاں عبدالحق کی بدولت نظام الدین، نظام الدین ہوئے کہ انھوں نے تمام امور خانہ داری اور افکار دنیا اپنے سر پر لے لیے ہیں۔'' (ص:۵۳) ملا احمد عبدالحق نے آخر عمر میں فرنگی محل کی انتظامی ذمہ داری اپنے صاحب زادے ملا محب اللہ کے سپرد کر دی، ان کی وفات کے بعد یہ ذمہ داری ان کے صاحب زادے ملا حبیب اللہ کے کاندھوں پر آ گئی۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۲۸
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۲۴-تا-۲۷
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۵۲-۵۳

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۱۵۶

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۱۴۵

نزہۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۴۹

[25]

۱ مولانا حفیظ اللہ لکھنوی فرنگی محلی مقتدر عالم دین تھے- سلطنت اودھ میں جب آپ کو عدالت فیض آباد کا داروغہ مقرر کیا گیا تو آپ فیض آباد منتقل ہو گئے اور ساری زندگی وہیں گزار دی- اُس عہد کا مشہور واقعہ عالم گیری مسجد (ہنومان گڑھی) سے متعلق تحقیقات کا آپ کو ہی حکم دیا گیا تھا، وزیر اور حکام بالا کی سخت دھمکیوں کے باوجود آپ نے تفتیش کی اور صحیح حالات لکھ کر والی اودھ نواب واجد علی شاہ (ف:۱۸۸۷ء) کو بھیج دیے- آپ کو مولانا عبدالوالی فرنگی محلی سے بیعت وارادت تھی- آپ کا عقد مفتی ظہور اللہ فرنگی محلی کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے تین صاحب زادوں کے علاوہ چار صاحب زادیاں تولد ہوئیں- فیض آباد میں آپ کا وصال ہوا اور نعش لکھنؤ لا کر ''باغ مولانا انوار الحق'' میں سپرد خاک کی گئی- آپ کی کسی تصنیف وتالیف یا حاشیے کا ذکر نہیں ملتا-

۲ ''احوال علمائے فرنگی محل'' اور ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں آپ کی تاریخ وصال ۲۳/ ربیع الثانی درج ہے، مگر ''اغصان اربعہ'' میں ۲۰/ ربیع الثانی ہے- ہم نے موخر الذکر کے اعتبار سے لکھا ہے-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۲۸-۲۹

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۳۰

تاریخ اودھ: جلد: پنجم، ص:۲۰۷-۲۰۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۵۳-۵۴

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۱۶۲

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۱۵۰

نزهة الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۹۵۷

[26]

۱۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ درس و تدریس میں مصروف رہے، بڑی علمی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا عقد مولانا عبدالحکیم کی صاحب زادی سے ہوا، کثرت سے اولاد ہوئی مگر کوئی بھی زندہ نہ رہ سکی۔ مولانا عبدالوالی قدس سرہ سے آپ کو بیعت تھی۔

۲۔ اس کتاب میں آپ نے مولانا ابوالحسنات عبدالحئیؒ کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی کی کتاب ''غایة الکلام'' کا رد کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۳۰
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۲۹
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۴۱
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۹۳-۹۴
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۸۶
نزهة الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۸۹۱

خ

[27]

۱؎ مزید دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۳۰-۳۱

اغصان اربعہ (فارسی): ص:

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۵۷

[28]

۱؎ ملا خلیل اللہ تعلیم سے فراغت کے بعد معاش کی تلاش میں پٹنہ چلے گئے اور وہیں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ لوگ آپ کی بہت تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔

۲؎ آپ ہندوستان کی معروف ”خدابخش لائبریری“ کے مہتمم تھے، اس لیے پوری زندگی وہیں مقیم رہے اور غالباً ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرۂ علمائے فرنگی محل، ص:۱۷۶)

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۳۱-۳۲

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۳۰

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۵۸

[29]

۱؎ مولانا خادم احمد فرنگی محلی کا شمار اپنے زمانے کے مشاہیر علما وفقہا میں ہوتا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کے علاوہ کارافتا بھی آپ کے حوالے تھا۔ نواب واجد علی شاہ کے عہد

میں ۱۸۵۵ء کو اجودھیا کی مسجد اور ہنومان گڑھی سے متعلق مشہور حادثے میں آپ نے امیر الدین امیر علی (ف: ۱۸۵۵ء) اور مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی (ف: ۱۸۸۹ء) کے خلاف عدم جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ اس حادثے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

لکھنؤ کے قریب اجودھیا میں مغل بادشاہ بابر نے ۱۵۱۷ء میں رام چندر اور سیتا کی رسوئی (باورچی خانہ) سے متصل ایک مسجد بنادی، یہ ہندو اکثریتی اور مسلم اقلیتی علاقہ تھا، اس لیے مسلمان مسجد کی حفاظت اور آبادی کی طرف سے غافل ہوگئے، یہاں تک کہ ہندوؤں نے اسے صفدر جنگ ابوالمنصور خاں والی اودھ (ف: ۱۷۵۴ء) کے عہد میں ختم کر کے اس سے متصل ہنومان گڑھی بنالی۔

صدیوں کے بعد ۱۸۵۵ء کے اوائل میں شاہ غلام حسین کی قیادت میں کچھ مسلمانوں نے اس مسجد کے احیا کی کوشش شروع کردی اور اس کو ہندوؤں کے قبضے سے نکالنا چاہا، تاہم ہنومان گڑھی کے بیراگیوں اور دیگر ہندوؤں نے بھرپور مزاحمت کی اور بشمول شاہ غلام حسین، تمام مسلمانوں کو ۱۳/ذی قعدہ ۱۲۷۱ھ/ ۲۸/جولائی ۱۸۵۵ء کو شہید کر کے مسجد کو مسمار کردیا۔ یہ اندوہناک حادثہ اور حکومت کی ناکامی کی خبر جب علاقے کے اطراف میں پھیلنے لگی تو مولانا امیر الدین امیر علی اور مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی نے جہاد کا فتویٰ دیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت ان کی قیادت میں جہاد کے لیے نکل کھڑی ہوئی، جس میں ڈھائی سو سے زائد مسلمان شہید ہوگئے۔ دراصل کمپنی سرکار اس زمانے میں سلطنت اودھ پر قابض ہونے کے لیے کوشش کر رہی تھی، اس نے اس ہنگامے کو مزید ہوا دی۔ والی اودھ نواب واجد علی شاہ (ف: ۱۸۸۷ء) نے اس قضیے کے حل کے لیے چار ثالثوں پر مشتمل ایک مجلس مصالحت تشکیل دی، جس کے ایک رکن علامہ فضل حق خیرآبادی (ف: ۱۸۶۱ء) بھی تھے۔ مگر انگریزی سازش سے مجلس مصالحت کا کوئی اجلاس نہ ہوسکا۔ اس دوران کچھ علما نے حالات کے پیش نظر متفقہ طور پر عدم وجوب جہاد کا فتویٰ دیا، اس فتوے پر مولانا خادم احمد فرنگی محلی کے بھی تائیدی دستخط تھے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: 'قیصر التواریخ' اور 'تاریخ اودھ')۔

۲ـ متن میں مذکور کتابوں کے علاوہ شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار اور شرح سلم از ملا حسن پر بھی آپ کے حواشی اور تعلیقات ہیں۔

تفصیل کے لیے دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۳۱
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۲۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۵۷-۵۸
تذکرۂ علمائے ہند: ص:۱۶۹
تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۱۵۳
حدائق الحنفیہ: ص:۴۹۳-۴۹۴
عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ (عربی): مقدمہ، ص:۳۱
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۶۱

[30]

لے آپ نہایت زاہد و عابد اور متقی تھے، نیز امور انتظامیہ میں مہارت حاصل تھی- آپ کے دادا ملا احمد انوار الحق کے باغ کا انتظام و انصرام آپ ہی کے ذمہ تھا- صحن مسجد، باغ اور کنواں آپ نے ہی بنوایا تھا- ابتدائے عمر میں اپنے دادا سے بیعت ہوئے اور تجدید بیعت مولانا عبدالوالی قدس سرہ سے کی-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۱۵
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۵۸

ر

[31]

۱۔ ملا محمد رضا علوم ظاہری کے ساتھ معرفت باطنی میں بھی درجہ کمال پر فائز تھے۔ والد ماجد ملا قطب الدین کی شہادت (۱۶۹۲ء) کے وقت آپ کی عمر بارہ برس کی تھی اس حیثیت سے آپ اپنے بڑے بھائی استاذ الہند ملا نظام الدین سے دو یا تین برس چھوٹے تھے۔ مؤرخین نے آپ کے اساتذہ کا ذکر نہیں کیا ہے، لیکن قرائن بتا رہے ہیں کہ آپ بڑے بھائی ملا نظام الدین کے نہ صرف "ہم پیر" تھے بلکہ ہم درس بھی تھے۔ فرنگی محل کو ملا نظام کی درس گاہ سے یاد کیا جاتا ہے، تاہم اس درس گاہ کی زلف سنوارنے میں ملا محمد رضا کا بھی کلیدی کردار ہے، فرنگی محل کے ابتدائی عہد میں صرف دو ہی مدرس تھے، ایک خود ملا نظام الدین اور دوسرے ان کے پہلو بہ پہلو ملا محمد رضا۔ جب ملا رضا باطنی کیفیات سے معمور ہو کر تدریس سے دست کش ہوئے تو اُس وقت تک اس منصب کو سنبھالا دینے کے لیے ملا نظام الدین کے دو بھتیجے، ملا احمد عبد الحق ابن ملا محمد سعید اور ملا غلام مصطفیٰ ابن ملا محمد اسعد تیار ہو چکے تھے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۲-۳۳
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۵
بانی درس نظامی: ص: ۸۰-تا-۸۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۵۹-۶۰
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۶، ص: ۸۱۶

[32]

لے مولانا رحمت اللہ فرنگی محلی کتب درسیہ کی تکمیل کے بعد ایک عرصے تک فرنگی محل میں درس وافادہ میں مصروف رہے۔ آپ کی ذہانت وفطانت اور تدبر وفہم کا بہت شہرہ تھا۔ کچھ عرصے کے بعد آپ غازی پور چلے گئے، وہاں عوام اور حکام وقت کے درمیان آپ کی بڑی عزت ووقعت تھی۔ وہاں حکومت انگلشیہ کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی بنائے گئے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۳۳
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۶۱
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۱۷۸-۱۷۹
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۱۶۶
قاموس المشاہیر:	جلد: اول، ص:۲۴۵
نزہۃ الخواطر (عربی):	جلد:۸، ص:۱۲۲۹

س

[33]

۱؎ ملا محمد سعید ملا قطب الدین شہید کے منجھلے صاحب زادے تھے، باصلاحیت اور جلیل القدر عالم دین تھے- آپ قصبہ سہالی، ضلع بارہ بنکی (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے، والد ماجد سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی اور فراغت کے بعد اپنے والد کے ساتھ مسند تدریس پر متمکن ہوئے- ملا قطب الدین کی شہادت (۱۶۹۲ء) کے وقت آپ وہیں تھے اور اس دردناک حادثے میں کافی زخمی بھی ہوئے- اس حادثے کے بعد آپ نے ہی اس مظلوم اور لٹے پٹے خاندان کو سنبھالا، کیوں کہ آپ کے چار بھائیوں میں، سب سے بڑے ملا محمد اسعد بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے پاس دکن میں تھے، دوسرے آپ خود تھے، تیسرے ملا نظام الدین تھے، جو صرف چودہ برس کے تھے اور چوتھے ملا محمد رضا، جو بارہ برس کے تھے- اس لیے خاندان کی ساری ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آ گئی-

واقعۂ شہادت کے بعد آپ نے محضر تیار کیا اور اس پر ۷۵ رگواہان کے دستخط لے کر بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے پاس دکن پہنچے، بادشاہ کو اس حادثے کی پہلے سے ہی خبر تھی، کیوں کہ ملا قطب الدین کے لیے اس کے دل میں کافی قدر و منزلت تھی- ملا سعید نے بادشاہ کے حضور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کا خاندان اب سہالی میں رہنا نہیں چاہتا، اس پر بادشاہ نے آپ ہی کے ذریعے بلدۂ لکھنؤ کو فرمان بھیجا کہ:

”ہر مکانیکہ ملا محمد سعید فرزندار جمند مولانا قطب الدین شہید برائے سکونت خود و دیگر

فرزندانِ شہید مذکور در بلدہ لکھنؤ تجویز نماید آں را سپرد کردہ و بقبضۂ او در آورد۔''

(اغصان اربعہ، ص: ۱۳۳)

ترجمہ: مولانا قطب الدین شہید کے فرزند ارجمند ملا محمد سعید اور ان کے دیگر بیٹوں کے رہنے کے لیے جو مکان بھی لکھنؤ میں پسند کریں، وہ ان کے حوالے کرکے اس پر ان کا قبضہ دلایا جائے۔

ملا سعید بادشاہ کا یہ فرمان لے کر لکھنو پہنچے، حکم کے مطابق مناسب گھر کی تلاش شروع ہوئی، اور پھر فرانسیسی تاجروں کی ایک کوٹھی پر آپ کی نظر انتخاب پڑی، جن کی ہندوستان میں قیام اور معاہدے کی مدت ختم ہوگئی تھی اور وہ ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے، اب یہ کوٹھی جو ''حویلی فرنگی'' کہلاتی تھی، سرکاری ملکیت کا حصہ تھی۔ ملا سعید اس حویلی میں سکونت اور ملکیت کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں دکن گئے اور کامیاب واپس آئے۔ یہ فرمان باضابطہ ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۴ میں جاری ہوا۔ آپ نے یہاں کچھ عرصے قیام کیا، اپنے مظلوم گھر والوں کو بسایا اور گھر کی تمام تر ذمہ داریاں اپنے سولہ سالہ چھوٹے بھائی ملا نظام الدین کے سپرد کرکے بادشاہ کی خدمت میں دکن چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ سنہ وفات اور مدفن کا کسی کو علم نہیں ہے۔

مولوی رحمن علی (ف: ۱۹۰۷ء) نے ''تذکرہ علمائے ہند'' میں لکھ دیا ہے کہ ملا سعید اپنے گھر والوں کو فرنگی محل میں بسا کر دکن گئے اور بادشاہ سے دیگر اسناد حاصل کرنے کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ مولوی رحمن علی کے اس قول کی کسی بھی معاصر یا خاندانی ماخذ سے تائید نہیں ہوتی۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۳۳-۳۴
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۵، ۱۳۲، ۱۳۳
بانی درس نظامی:	ص: ۴۹-۵۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۶۲-۶۳

تذکرۂ علمائے ہند: ص: ۳۷۰-۳۷۱

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۶، ص: ۸۱۹

[34]

۱؎ ملا سلام اللہ کا وصال ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء کو ہوا۔

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۴
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۳۰-۳۱
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۶۲-۶۳

[35]

۱؎ مزید دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۴
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۰۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۶۴

[36]

۱؎ ملا سعد الدین نے مروجہ علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ تلاش معاش کی وجہ سے علمی و تدریسی سلسلہ برقرار نہ رہ سکا۔ فوج میں ملازمت کر لی۔ آپ کا وصال وطن میں ہی ہوا اور باغ ملا انوار میں مدفون ہوئے۔ سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۴
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۳۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۶۴-۶۵

ص

[37]

۱؎ مزید دیکھیں

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۳۴-۳۵
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۲۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۷۲

[38]

۱؎ ملا صمصام الحق تعلیم سے فراغت کے بعد ایک عرصے تک وطن میں ہی درس وتدریس کا سلسلہ رہا، اس کے بعد پٹنہ (بہار) چلے گئے اور وہاں وکالت کی سند حاصل کر کے پیشۂ وکالت سے وابستہ ہو گئے۔

۲؎ آپ کی وفات ۲/محرم ۱۳۱۲ھ/ جولائی ۱۸۹۴ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔

مزید دیکھیں

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۳۵
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۰۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۷۲-۷۳

ظ

[39]

ا۔ مولانا ظہور الحق فرنگی محلی بڑے عابد و زاہد، خلوت نشین اور قناعت پسند تھے۔ ابتدا میں معاش کے سلسلے میں کلکتہ اور مدراس کا سفر کیا، مگر کامیابی نہیں ملی تو خانہ نشین ہو گئے۔ پوری زندگی عبادت اور قرآن و حدیث کے مطالعے میں گزاری۔ کئی مرتبہ گھر میں فاقے کی نوبت آئی، مگر کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی زوجہ لاولد انتقال کر گئیں اور دوسری زوجہ سے دو صاحب زادیاں ہوئیں۔ آپ کا سنہ ولادت و وفات معلوم نہ ہو سکا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۳۵-۳۶
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۱۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۷۹-۸۰
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۲۳۴
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۲۰۱
نزھة الخواطر (عربی):	جلد:۷، ص:۹۹۵

[40]

ا۔ مفتی ظہور اللہ خانوادۂ فرنگی محل کے ممتاز عالم دین اور فقیہ تھے۔ علوم معقول و منقول، خصوصاً فقہ پر مہارت حاصل تھی۔ چالیس برس تک آپ حکومت اودھ میں عہدۂ افتا پر مامور رہے۔

عدالتی مصروفیات کے باوجود درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا- آپ کی درس گاہ سے پڑھ کر بڑے جلیل القدر اور نامور علما پیدا ہوئے- تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے- مصنف "تذکرہ علمائے فرنگی محل" نے آپ کے تلامذہ میں ۶۱/ بیرونی علما کے نام درج کیے ہیں، ان میں مولانا کفایت اللہ کافی مرادآبادی، مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونی، مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی، مولانا مسیح الدین کاکوروی، مولانا حیدر علی فیض آبادی، مولانا ثابت علی الہ آبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں- خانوادۂ فرنگی محل کے علما ان پر مستزاد ہیں- ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۳۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۱

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۷۴-تا-۷۶

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۳۴

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۰۱

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۹۵

[41]

۱؎ ملا ظہور علی اپنے والد ملک العلماء ملا محمد حیدر کے جانشین کی حیثیت سے حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، جہاں سلطنت آصفیہ (سرکار نظام) کی جانب سے منصب اور جاگیر مقرر ہوئی- آپ کے فتوے پر عدالتوں میں فیصلے ہوتے تھے-

۲؎ مقبرہ حضرت شاہ یوسف قادری، فتح دروازہ (حیدرآباد) میں مدفون ہوئے-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۳۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۲۱

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۷۶-۷۷

نزهة الخواطر (عربی):   جلد:۷، ص:۹۹۵

[42]

۱۔ ملا ظہور الحسن تعلیم سے فراغت کے بعد فتوی نویسی اور تدریس میں مصروف رہے۔ آپ کے والد ماجد ملا ظہور علی (ف:۱۸۵۹ء) کے وصال کے بعد ان کے جانشین اور قائم مقام ہوئے۔ سرکار نظام دکن سے سرکاری منصب اور جاگیر مقرر ہوئی، نیز ''نجم العلماء'' کے خطاب سے سرفراز کیے گئے۔ اظہار حق میں لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اس لیے حیدرآباد دکن سے ہجرت کر گئے اور حج و زیارت کی غرض سے حجاز تشریف لے گئے جہاں مدینے میں آپ کا وصال ہوا۔

۲۔ آپ کا عقد امرائے حیدرآباد میں نواب نصیر جنگ بہادر کی صاحب زادی سے ہوا تھا، جن سے دو صاحب زادوں کے علاوہ ایک صاحب زادی پیدا ہوئی۔ ملا ظہور الحسن کی زوجہ نے بھی مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، وہیں ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

۳۔ مولوی ظہور علی نے ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء میں مدینے میں وفات پائی۔

۴۔ ملا افضل حسن کو بھی اپنے بڑے بھائی ملا ظہور الحسن کی طرح والد ماجد کے وصال کے بعد سرکار نظام دکن سے سرکاری منصب اور جاگیر مقرر ہوئی اور ''افضل العلماء'' کا خطاب عطا ہوا۔ مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی سے بیعت تھے۔ دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔

۵۔ آپ کا وصال بھی حیدرآباد میں ہوا اور اپنے والد کی طرح مقبرہ حضرت شاہ یوسف قادری میں مدفون ہوئے۔ سنہ وصال میں اختلاف ہے، ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں آپ کا سنہ وصال ۱۳۱۵ھ درج ہے، جب کہ ''احوال علمائے فرنگی محل'' میں ۱۳۱۴ھ۔

تفصیل کے لیے دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۲۱-۳۷

اغصان اربعہ (فارسی):   ص:۲۱

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۶-۳۷-۴۷-۴۸

ع

[43]

ا جب بحر العلوم ملا عبد العلی بوہار (بنگال) میں تھے تو ملا علاء الدین اپنے چچا کے ساتھ ان کے پاس گئے اور وہاں جا کر درس کی تکمیل کی اور فراغت پائی- تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے وطن میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا، پھر تلاش معاش کے سلسلے میں بنگال ہوتے ہوئے ملا بحر العلوم کے پاس مدراس پہنچے اور وہاں تدریس میں مصروف ہو گئے- بحر العلوم نے خوش ہو کر آپ کو جملہ سلاسل کی اجازت عطا فرمائی- بحر العلوم کا جب ۱۸۱۰ء میں وصال ہوا تو نواب مدراس نے آپ کو ان کا قائم مقام مقرر کیا اور خطاب و اعزاز سے بھی نوازا-

تفصیل کے لیے دیکھیں:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۳۷-۳۸
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۰۴
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۹۱-۹۲
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۲۹۴
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۲۷۲
حدیقۃ المرام (عربی):	ص:۳۵-۳۶
نزہۃ الخواطر (عربی):	جلد:۷،ص:۱۰۳۸-۱۰۳۹

[44]

۱؎ مولانا عبدالباری نے ''خیر العمل'' کی روایت پر تحریر فرمایا ہے کہ ملا عبدالعزیز اپنے والد کے شاگرد تھے، یہ درست نہیں ہے، صاحب خیر العمل کو سہو ہوا ہے، کیوں کہ خاندان کے تمام قدیم مآخذ (رسالہ قطبیہ، عمدۃ الوسائل، اغصان الانساب وغیرہ) میں درج ہے کہ ملا صاحب نے اپنے چچا استاذ الہند ملا نظام الدین سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔ یہ تذکرے کئی جہتوں سے ''خیر العمل'' پر فوقیت رکھتے ہیں۔ خانوادۂ فرنگی محل کی پہلی پیڑھی، جس نے ملا نظام الدین کی شاگردی اختیار کی، ان میں ملا احمد عبدالحق ابن ملا محمد سعید (بھتیجا)، ملا غلام مصطفی ابن ملا محمد اسعد (بھتیجا) کے ساتھ ملا عبدالعزیز ابن ملا محمد سعید بھی تھے۔

۲؎ آپ نے بیس برس تک شب میں آرام نہیں کیا، پوری رات عبادت وریاضت اور گریہ ومناجات میں بسر کرتے۔ آپ کے زہد وتقوی کو دیکھتے ہوئے ملا نظام الدین نے آپ کو مسجد فرنگی محل کا امام بھی مقرر کیا تھا۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۳۸
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۱۲-۱۱۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۱۸-تا-۱۲۰
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۶، ص: ۷۵۱

[45]

۱؎ ملا عبدالقدوس نے تعلیم کی ابتدا حفظ قرآن سے کی، والد ماجد اور ملا حسن سے پڑھنے کے بعد ملا غلام یحییٰ بہاری سے علم مناظرہ حاصل کرنے کے لیے بنگال تشریف لے گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد والد ماجد کی زندگی میں ہی مسند تدریس پر متمکن ہوئے، آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، والد نے چھوٹے بھائیوں کی تعلیم بھی آپ کے ہی ذمہ رکھی تھی، اکثر علما کا سلسلۂ تلمذ آپ پر ہی منتہی ہوتا ہے۔

۲۔ معقولات اور علم الفتاویٰ میں مہارت کے باوجود سب کچھ ترک کر کے رجوع الی اللہ ہو گئے۔ اسلاف و بزرگان دین سے بے انتہا عقیدت تھی، اکثر مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہو کر مراقب رہتے۔ والی اودھ نواب سعادت علی خاں (ف: ۱۸۱۴ء) کے عہد میں منصب افتا آپ کو دیا جانا طے پایا، جس پر آپ نے حضرت شاہ مینا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کی روحانیت سے اجازت طلب کی، ممانعت ہوئی تو آپ نے انکار فرما دیا۔ آپ نے نہایت عسرت اور تنگ دستی میں زندگی گزاری مگر دنیا داری کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوئے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۳۸
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۱۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۲۰-۱۲۱
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۲۷۸
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۱۰۲۸

[46]

۱۔ ملا عبد الرحیم نے اپنے جد امجد ملا عبد القدوس سے مروجہ علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس سے وابستہ ہوئے اور اپنے جد امجد کی وفات کے بعد علم و فضل اور تدریس میں ان کے قائم مقام ہوئے۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی دماغی مرض کا شکار ہوئے مگر جلد ہی اس پر قابو پا لیا۔ معرکہ سنہ ستاون میں جب پورا ہندوستان انگریزی حکومت سے آزادی کے حصول کے لیے سر بکف ہوا تو حکومت میں سراسیمگی پھیل گئی اور ہر جگہ آزادی کے متوالوں پر حکومت کے کارندے ٹوٹ پڑے، افراتفری کے اس عالم میں عام لوگ اپنی جان کی حفاظت میں اِدھر اُدھر چھپنے لگے، لکھنؤ میں بھی عام لوگوں نے خوف و دہشت سے شہر خالی کر دیا، اس ماحول میں آپ پاس کی ایک مسجد میں ہتھیار لگا کر بیٹھ گئے اور قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو گئے، انگریزی سپاہیوں نے آپ کو باغی سمجھا اور پھر شہید کر دیا۔ ‘‘مولوی عبد الرحیم در ایام غدر ماہ رجب

۱۲۷۴ھ از دست افواج انگریزی شربت شہادت چشید۔" (اغصان اربعہ، ص: ۱۱۴)

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۸-۳۹

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۴

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۱-۱۲۲

[47]

[1] ملا عبد الوہاب نے ملا محمد حامد (ابن ملا احمد، ابن ملا احمد انوار الحق) سے تعلیم حاصل کی، معاشی تنگ دستی کی وجہ سے وکالت کی سند حاصل کی اور بانسی (ضلع بستی، اتر پردیش) میں وکالت شروع کردی، آپ کی دیانت داری اور تقوی کی وجہ سے حکام عدالت کی نظروں میں آپ کی کافی عزت تھی۔ بانسی میں ہی ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں آپ کا وصال ہوا۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۹

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۴

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۲

[48]

[1] ملا عبد الاحد شمشاؔد لکھنوی ۲۳ر صفر ۱۲۶۶ھ/ جنوری ۱۸۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم وفنون ملا محمد حامد (ابن ملا احمد، ابن ملا احمد انوار الحق)، ملا فضل اللہ (ابن ملا نعمت اللہ) اور مولانا محمد فاروق چریاکوٹی سے پڑھا اور تکمیل غازی پور میں ملا رحمت اللہ سے کی۔ تعلیم کے دوران فارسی ادب کا شوق ہوا، تمام کتب درسیہ ملا عبد الغفور (نواسہ مفتی محمد اصغر فرنگی محلی) سے پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد شعر و سخن کا شوق ہوا تو ابتدا میں آفتاب الدولہ قلؔق لکھنوی کی شاگردی اختیار کی، شمشاؔد تخلص فرماتے۔ کچھ عرصے کے بعد قلؔق کا انتقال ہوگیا، اُن دنوں غازی پور اور اطراف میں خوب مشاعرے ہوا کرتے تھے اور اہل سخن کا ایک مجمع تھا، آپ بھی مشاعروں میں خوب شرکت کرتے، تاہم اپنے معاصرین کے مقابلے میں فنی لحاظ سے پختہ نہیں تھے، اس لیے سلسلۂ رشیدیہ

شیخ طریقت اور کہنہ مشق شاعر حضرت شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری (ف: ۱۹۱۷ء) کے معروف کی شاگردی اختیار کی اور کچھ ہی عرصے میں آپ کا شمار امیرؔ، داغؔ اور جلالؔ جیسے باکمال شعرا میں ہونے لگا۔ آپ کی توجہ شعر و سخن کی طرف زیادہ ہوگئی اور تدریس کی طرف کم۔ ملا رحمت اللہ (بانی مدرسہ چشمہ رحمت) کے وصال ۱۸۸۸ء کے بعد آپ ادارے کے مہتمم مقرر ہوئے اور ملا صاحب کے جانشین قرار پائے، پھر شعر و سخن کے ساتھ تدریس کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی سے آپ بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ بروز جمعرات ۲۵/ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ/ ۱۲/ستمبر ۱۹۱۷ء کو آپ کا وصال ہوا اور خانوادۂ فرنگی محل کے آبائی قبرستان "باغ مولوی انوار" لکھنو میں مدفون ہوئے۔

۲۔ آپ کے تین دیوان شائع ہو چکے ہیں، ان کے علاوہ آپ کی تصانیف میں کنوز الاسرار، حاشیہ حدائق المعجم، حاشیہ حدائق البلاغہ، زر کامل عیار اور میزان الافکار بھی ہیں۔

۳۔ آپ نے دو عقد کیے، پہلا ملا فضل اللہ ابن ملا نعمت اللہ کی صاحب زادی سے، جس سے دو لڑکیاں اور متعدد لڑکے ہوئے، مگر سبھوں کا آپ کی زندگی میں وصال ہو گیا۔ دوسرا عقد غازی پور میں کیا، جس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹے مولوی عبدالاول ہوئے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۹
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۴
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۲۔ تا۔ ۱۲۴
تذکرۂ مشائخ رشیدیہ (سمات الاخیار): ص: ۱۹۹۔۔ ۲۰۰

[49]

۱۔ متن میں مذکور کتب کے علاوہ حسب ذیل تالیفات بھی آپ کی ہیں: تتمہ عمدۃ الرعایہ موسوم بہ حسن الدرایہ، حاشیہ موجزیہ، حاشیہ میر قطبی۔ اول الذکر دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جب کہ موخر الذکر ناتمام ہے۔

۲۔ ملا عبدالعزیز نے تعلیم سے فراغت کے بعد فیض آباد اور گونڈہ (اتر پردیش) کے اضلاع میں ملازمت کرتے رہے، اس کے بعد لکھنؤ واپس آ کر کالون اسکول میں دینیات کے مدرس مقرر ہوئے، اور عمر کے اخیر تک اس ملازمت سے وابستہ رہے، اس کے علاوہ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں بھی اعزازاً معطولات کا درس دیتے تھے۔ علم طب حکیم مظفر حسین خاں سے پڑھا، آپ کو اس میں مہارت حاصل تھی، تاہم کبھی مطب نہیں کیا، البتہ خانوادۂ فرنگی محل کے اعزہ کا علاج آپ ہی کیا کرتے تھے۔ ۲۵؍صفر ۱۳۳۸ھ/ ۱۸؍نومبر ۱۹۱۹ء کو وصال ہوا، مولانا قیام الدین عبدالباری نے نماز جنازہ پڑھائی اور آبائی قبرستان 'باغ مولوی انوار' میں مدفون ہوئے۔

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۳۹-۴۰

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۴

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۴

[50]

۱۔ ملا عبدالسلام محمد بقا ۲؍ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ/ستمبر ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ درس نظامی سے فراغت کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور انٹرنس امتحان پاس کر کے محکمۂ زراعت میں ملازم ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں آپ سلطان پور میں ملازمت سے سبک دوش ہو گئے، پھر آپ کی ریاست رام پور کے محکمۂ زراعت کے ڈائرکٹر کے طور پر تقرری ہوئی، تاہم کچھ عرصے کے بعد آپ نے اس منصب کو چھوڑ دیا اور بقیہ زندگی اپنے وطن فرنگی محل (لکھنؤ) میں گزاری۔ بعض تذکرہ نگاروں نے بنارس کی عدالت میں سرکاری ملازمت سے وابستہ ہونے کی بات بھی لکھی ہے۔ آپ حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری سے بیعت تھے۔ ۱۹۶۸ء میں آپ کا وصال ہوا۔ دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۴۰

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۵

Combridge of India: Farangi Mahall: P:169-170

[51]

ل مفتی عبدالقیوم محمد قائم تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں مدرس ہوئے، اس کے بعد مدرسے کے افسر مدرس ہو گئے، کچھ عرصے کے بعد مدرسہ حنفیہ جون پور میں بحیثیت افسر مدرس تقرری ہوئی اور جلد ہی حکام، نواب اور عام لوگوں کی نظروں میں محترم ومعزز ہو گئے۔ حضرت مولانا قیام الدین عبدالباری سے بیعت تھے اور انہی سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ اپنی زندگی کے آخری پڑاؤ میں لکھنؤ واپس آئے اور اپنے چھوٹے بھائی مفتی عبدالقادر کے وصال ۱۹۵۹ء کے بعد بحیثیت مفتی، فرنگی محل کے منصب افتا پر متمکن ہوئے۔ آپ نے ۱۹۷۷ء میں لاولد وصال فرمایا۔ دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۴۰

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۲۵-۱۲۶

Combridge of India: Farangi Mahall: P:170

[52]

ل مفتی عبدالقادر فرنگی محلی ۳ر جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ/ ۹ر نومبر ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا قیام الدین عبدالباری سے مروجہ علوم کی تحصیل وتکمیل کی اور ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء میں فراغت پائی۔ آپ نے فارسی کی تمام کتب اپنے چچا ملا عبدالاحد شمشاؔد سے پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں تدریس سے وابستہ ہو گئے، اس کے ساتھ آپ کے والد ملا عبدالعزیز نے آپ کو اپنی زندگی میں ہی کالون اسکول میں اپنا قائم مقام کر دیا تھا، جہاں آپ دینیات بھی پڑھایا کرتے تھے۔ فقہ وافتا میں مہارت حاصل تھی، اس لیے فرنگی محل کا عہدۂ افتا بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ آپ کا مجموعہ فتاویٰ مفتی محمد رضا انصاری فرنگی محلی (ف:۱۹۹۰ء) نے شائع کروایا تھا۔ آپ مولانا قیام الدین عبدالباری سے بیعت تھے اور ان ہی سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کا عقد ملا نصیر الحق ابن ملا عبادالحق کی بڑی صاحب زادی سے ہوا، اولاد ہوئی، مگر زندہ نہ رہ سکی۔ آپ نے کینسر کے مرض میں ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۴۰

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۶-۱۲۷

Combridge of India: Farangi Mahall: P:171

[53]

۱۔ ملا عبدالوالی فرنگی محلی کی پیدائش و پرورش لکھنؤ میں ہوئی۔ انتہائی متقی، پرہیزگار اور صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ کے ہزاروں مریدین ہوئے، خانوادۂ فرنگی محل کے اکثر لوگ آپ سے ہی بیعت تھے۔ آپ کے نانا ملا احمد انوار الحق نے مسجد فرنگی محل کی امامت آپ کے سپرد کر دی تھی اور آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ اس خاندان میں عموماً یہ دستور رہا کہ پیر و مرشد جس کو اپنا نائب اور خلیفہ بناتا، اس کے ذمہ نماز جمعہ کی امامت کر دیتا۔ آخر عمر میں آپ نے اپنے بھانجے اور خلیفہ مولانا عبدالرزاق کو امامت سپرد فرما دی تھی۔

آپ کے مرید خاص مولانا عبدالغفار فرنگی محلی (نبیرۂ بحر العلوم ملا عبدالعلی) نے آپ کے ملفوظات وحالات پر فارسی زبان میں ایک کتاب ''الاسرار العالیہ فی المناقب الوالیہ'' لکھی اور ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں مکمل کی۔ فارسی میں اصل کتاب شائع نہیں ہو سکی، البتہ خانوادۂ فرنگی محل کی ایک معزز خاتون ڈاکٹر نزہت فاطمہ نے اس کتاب کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۹۹۹ء میں اتر پردیش اردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع کروایا۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں ملا عبدالوالی کے نسب اور سلسلۂ بیعت کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں ملا صاحب کے اوصاف، علوم ظاہری اور حلیے کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں آپ کی عمر، وفات اور تدفین کا بیان ہے اور چوتھے باب میں آپ کی خوارق عادات کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو:

الاسرار العالیہ فی المناقب الوالیہ: عبدالغفار فرنگی محلی/ ترجمہ: نزہت فاطمہ

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۴۰-۴۱

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۵-۱۱۶

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۲۷-تا-۱۲۹

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۸۸

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۶۸

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۳۶

[54]

لے ملا عزیز اللہ کی ولادت ۱۴ رشعبان ۱۱۶۷ھ/ جون ۱۷۵۴ء کو لکھنؤ میں ہوئی، اپنے والد ماجد ملا محمد ولی سے مروجہ علوم کی تحصیل وتکمیل کی- تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی کیفیات کا غلبہ ہوگیا، اس لیے تدریس کی طرف توجہ نہیں ہو سکی- اس کے بعد کی تفصیل متن میں موجود ہے- آپ کا عقد بحر العلوم ملا عبد العلی کی صاحب زادی سے ہوا، جو جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور لاولد وفات پائیں-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۴۱

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۱

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۸۰-۸۱

[55]

لے ملا علی محمد اپنے عہد کے جلیل القدر فقیہ، عالم ربانی اور عابد شب زندہ دار تھے- ہر جمعہ کو مسجد فرنگی محل میں وعظ فرماتے تھے- عسرت وتنگ دستی کے باوجود بہت محتاط تھے اور کبھی کوئی مال نذر کرے تو پوچھ کر لیتے تھے کہ اس میں کوئی حرام کی آمیزش تو نہیں ہے- آپ مولانا عبد الوالی قدس سرہ سے بیعت تھے- آپ کا عقد ملا محمد غضنفر (ابن ملک العلماء ملا محمد حیدر) کی صاحب زادی سے ہوا تھا- ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۴۱

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۲۳

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۸۳-تا-۸۵

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۷، ص: ۱۰۴۵

[56]

[۱] ملا عبد الباقی مہاجر مدنی خانوادۂ فرنگی محل کے ممتاز عالم دین تھے۔ ۱۸؍ رجب ۱۲۸۶ھ/ ۲۴؍ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ جب دو برس کے ہوئے تو آپ کے والد وفات پا گئے اور چار برس کی عمر میں والدہ دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ برادر اکبر ملا محمد ابراہیم نے پرورش کی۔ خانوادے کے نامور علما سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد صفر ۱۳۰۷ھ/ اکتوبر ۱۸۸۹ء میں فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد مسند تدریس پر متمکن ہوئے، سیکڑوں طالبان علوم آپ کے تلامذہ ہوئے اور ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

رجب ۱۳۰۸ھ/ فروری ۱۸۹۱ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے اور جہاں علمائے حرمین مثلاً شیخ مفتی عباس بن صدیق مکی، علامہ شیخ عبد اللہ بن حسن مکی، علامہ احمد ابو الخیر میر داد حنفی، شیخ محمد علی بن ظاہر وتری اور شیخ محمد حریری سے حدیث کی اجازت عامہ حاصل ہوئی۔ اس قیام کے دوران آپ نے شیخ عبد اللہ مکی سے شاطبیہ پڑھی اور شیخ مقری حبیب الرحمن کاظمی سے قراءت عشر کی تعلیم پائی۔ کچھ عرصے قیام کے بعد وطن واپس آ کر تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔

دوسری بار پانچ برس کے بعد ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں پھر حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں متعدد شیوخ سے کتب حدیث پڑھی اور پھر ان سے حدیث میں اجازت عامہ پائی، ان میں مؤرخ علامہ احمد الحضراوی اور فقیہ اسلام احمد المیر غنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شیخ صالح السناری سے مسلسلات احادیث قولی و فعلی کی اجازت سے سرفراز ہوئے اور بعض علوم و فنون شیخ محمد سعید بابصیل سے پڑھے، پھر وطن واپس آ گئے۔ اس کے بعد فرنگی محل میں آپ کا حلقہ تدریس بہت وسیع ہو گیا اور اکناف ہند سے جوق در جوق طالبان علوم آپ کی خدمت میں آنے لگے۔

۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں بغداد تشریف لے گئے اور وہاں نقیب الاشراف شیخ عبد الرحمن گیلانی اور شیخ سید مصطفی قادری گیلانی سے خلافت و اجازت پائی۔

تیسری بار دس برس کے بعد ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے اور ہمیشہ

کے لیے ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرلی، ایک بار پھر اُس عہد کے نامور شیوخ حرمین، مثلاً شیخ محمد امین رضوان، شیخ فالح الظاہری، شیخ احمد بن اسماعیل برزنجی، شیخ لس شنقیطی اور شیخ سلفی عبداللہ القدومی سے آپ نے استفادہ کیا اور پھر ان سے احادیث اور دیگر علوم وفنون کی اجازات پائی۔ ”أعلام من ارض النبوة“ کے مصنف شیخ شریف انس بن یعقوب کتبی حسنی فرماتے ہیں:

> نال من كل هولاء العلماء الأفذاذ علمًا وافرًا واجازات عالية لم ينلها أحد من قبله. (ص: ۴۸۴)

> ”ان تمام علما سے آپ نے جتنا علم حاصل کیا اور جتنی اجازات سے سرفراز ہوئے، آپ سے قبل کسی کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہو سکا۔“

اس کے بعد آپ نے مسجد نبوی میں اپنے درس کا آغاز کیا اور مختلف علوم وفنون خصوصاً علم حدیث کا درس دینے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا حلقہ درس وسیع ہوتا چلا گیا۔ درس کی مقبولیت اور علما، طلبہ اور مستفیدین کی کثرت کو دیکھتے ہوئے آپ نے ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ کو مدینہ منورہ میں ”مدرسہ نظامیہ“ قائم کیا، جہاں سے کثیر تعداد میں علما اور طلبہ فارغ ہوئے۔ ابتدا میں اس ادارے کے سارے اخراجات کا انتظام آپ اپنی جیب خاص سے فرماتے، بعد میں نظام دکن نواب میر عثمان علی خاں (ف: ۱۹۶۷ء) نے مالی امداد دینا شروع کیا۔ مدینہ سے باہر حجاز کے دیگر خطوں میں یہ ادارہ معروف نہ ہو سکا، کیوں کہ ملا عبدالباقی نے اسے مخصوص طلبہ تک محدود کر رکھا تھا، تاہم جن علما اور مورخین نے اس ادارے کو بچشم خود دیکھا وہ اس کی تعریف وتحسین کیے بغیر نہیں رہ سکے۔

۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء کو نواب مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (ف: ۱۹۵۰ء) حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو حج کے بعد ۲ محرم ۱۳۴۵ھ/ اگست ۱۹۲۶ء کو ملا صاحب کے مدرسے میں بھی تشریف لے گئے، اپنے سفر نامۂ حج میں فرماتے ہیں:

> ”مولوی عبدالباقی صاحب فرنگی محلی کا مدرسہ دیکھا، اس مدرسے کو ریاست حیدرآباد سے امداد ملتی ہے، اہتمام تعلیم غنیمت ہے، ناشتے کی ضیافت بھی مولانا نے

فرمائی، یہ مدرسہ اس دور میں علمی خدمت کر رہا ہے، مولوی صاحب کی ذات بھی مغتنمات سے ہے۔“ (الفوز العظیم، ص: ۳۷)

خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد جب ابن سعود کی حکومت حجاز میں ہوئی تو آپ کافی مصائب اور مشکلات سے دوچار ہوئے۔ مولانا شروانی لکھتے ہیں:

”نجدیوں کی وحشت کا مقابلہ جرأت وصداقت سے کیا، کلمۂ حق کے اظہار میں ڈرے نہیں۔“ (ایضاً)

یہاں تک کہ دوسری عالمی جنگ (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) کے دوران مدینے سے ہجرت کر کے دمشق چلے گئے اور وہاں تقریباً تین برس تک قیام فرمایا، وہاں بھی افادہ واستفادہ کا سلسلہ جاری رکھا، جب حالات کچھ بہتر ہوئے تو آپ مدینے واپس آئے، تاہم عمر کافی ہو چکی تھی، ضعف کی وجہ سے نظر بھی کمزور ہو چلی تھی، اس لیے تدریس وتصنیف کا سلسلہ موقوف کر دیا۔ لیکن یہ بات بڑی اہم ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ میں تقریباً چار دہائیوں تک طالبان اسلامیہ اور علما کو سیراب کیا۔ آپ کے تلامذہ کی طویل فہرست ہے، جن میں عرب وعجم کے مشاہیر شامل ہیں۔

آپ کا وصال ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ/ اپریل ۵ ۱۹۴۵ء کو مدینہ منورہ میں ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

۲۔ متن میں مذکور تصانیف کے علاوہ حسب ذیل تصانیف وحواشی بھی یادگار ہیں:

- العقود المتلألئة فی الأسانید العالیة
- ألاسعاد بالإسناد
- المناهل السلسلة فی الأحادیث المسلسلة
- نشر الغوالی فی الأحادیث المسلسلة
- الحقیقة فی العقیقة
- إزالة الغطاء عن حکم کتابة النساء
- آیات الکبریٰ فی المعراج والإسراء

- تحفة الخطباء من خطب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والخلفاء
- تسهيل المیزان وبداية المیزان فی المنطق
- برکة الباری فی سلالة جدنا ملا حافظ الأنصاری
- رسالة فی مناقب الأولیاء الخمس
- شرح رسالة طاش کبریٰ زادة فی الأدب
- توضیح الصرف ومیزان الصرف
- التعلیق المحمود حاشیہ سنن أبی داؤد (ناتمام)
- زبدة الخصائل شرح عمدة الوسائل
- نور العین فی تقبیل الإبهامین
- الجواهر العبقریة لزیارة المصطفویة
- المنح المدنیة فی مذهب الصوفیة
- حاشیہ توضیح تلویح (ناتمام)
- حاشیہ نور الایضاح
- الإرشاد فی الأوراد
- رسالہ حلیہ شریف
- ذکر شہادت سبط اصغر
- شرح رسالہ غوثیہ

تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۴۲
أعلام من أرض النبوة (عربی): ص:۴۸۲-تا-۴۸۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۸۵-تا-۸۷
نزهة الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۲۶۰

[57]

۱۔ ملا عبد الہادی متعدد بار حج و زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ غالباً ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں تیسری بار حج کے لیے گئے تو دو برس تک وہیں اپنے بڑے بھائی ملا عبد الباقی کے پاس مقیم رہے، اس عرصے میں شیخ سنوسی اور دیگر شیوخ حرمین سے اجازت حدیث اور مختلف سلاسل طریقت کی خلافت سے نوازے گئے۔ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ/اگست ۱۹۲۸ء میں وطن واپس آئے اور علمی اشغال میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا وصال ۲۴؍اگست ۱۹۴۶ء کو ہوا۔

۲۔ آپ کا عقد سید احمد حسین بجنوری کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے ایک بیٹے مولوی محمد حیدر اور تین بیٹیاں متولد ہوئیں۔

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۴۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۸۷-۸۸
Combridge of India: Farangi Mahall: P:72

[58]

۱۔ مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی علمائے صالحین میں ممتاز تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے، علوم شرقیہ خاص طور پر فقہ اور حدیث کی طرف زیادہ توجہ تھی۔ آپ کی عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت کا کافی شہرہ تھا۔ خانوادۂ فرنگی محل کے اکثر لوگ آپ سے بیعت تھے، ان کے علاوہ ہزاروں لوگ آپ کے سلسلۂ اردات میں داخل تھے۔ آپ کے عشق رسول ﷺ کا بھی خوب چرچا تھا۔ آپ سے قبل آپ کے علاقے میں محافل میلاد کم ہوا کرتے تھے۔ آپ نے محبت رسول اور اخلاص سے محافل میلاد کو بہت ترقی دی، اس کا اثر تھا کہ ہر ہر محلے میں محفلیں ہونے لگیں۔ آپ خود بھی ربیع الاول میں شب و روز اہتمام سے محافل میلاد منعقد کرتے، نئے کپڑے پہنتے، گھر کی صفائی کرواتے۔ اسی طرح ربیع الثانی کے گیارہ دن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی قدس سرہ کے ذکر کی محفلیں اور محرم میں حضرت امام حسین کی

شہادت اور ذکر کے لیے خاص اہتمام کرتے۔

۱۸۵۵ء میں اجودھیا میں مسجد ہنومان گڑھی کی بازیافت کے لیے مولانا امیر الدین امیر علی (ف:۱۸۵۵ء) کے ساتھ مولانا عبدالرزاق نے بھی علم جہاد بلند کیا تھا۔ مولانا امیر علی نے اپنی جانب سے مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی اور دیگر علما کو والی اودھ نواب واجد علی شاہ (ف:۱۸۸۷ء) کے پاس بطور سفارت، گفتگو کے لیے بھیجا تھا۔ انگریزی حکومت کی سازش سے اجودھیا کے بیراگیوں کے ذریعے جو مسجد منہدم کی گئی اور ڈھائی سو مسلمانوں کو شہید کیا گیا تھا، اس کے تدارک اور مسجد کی ازسرنو تعمیر کے لیے نواب اودھ سے آپ نے بڑی جرأت اور سختی سے گفتگو فرمائی۔ حکومت اودھ نے مسجد کی تعمیر کا وعدہ کیا اور ایک ماہ کی مہلت مانگی، مگر جب یہ وقت گزر گیا تو مولانا امیر الدین تقریبا تین سو افراد کے ہمراہ ۷ر نومبر ۱۸۵۵ء کو جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے، مگر ردولی کے راستے میں مکروفریب سے انگریزی سرکار اور ہندو تعلقہ داروں کے لوگوں نے مجاہدین پر توپوں اور بندوقوں سے حملہ کر دیا، جس میں مولانا امیر علی کے ساتھ تمام مسلمان شہید کر دیے گئے۔ دوسری طرف مولانا عبدالرزاق، دیگر علما اور عام مسلمانوں کو مولانا امیر علی تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل حواشی وتعلیقات کے ذیل میں شمار نمبر [12] اور [29] کے تحت ملاحظہ ہو۔

آپ کو انگریزوں سے سخت نفرت تھی۔ مولانا کے ایک مخلص مرید کی کوشش سے آپ کو انگریزی حکومت سے ”شمس العلماء“ کا خطاب ملا، جس پر آپ نے اپنے مرید کو بیعت سے خارج کر دیا، پھر معافی تلافی کے بعد داخلہ سلسلہ کیا۔ خطاب کا تمغہ اور عبا ان کے گھر آیا تو اپنے صاحب زادے کو ان چیزوں کے واپس کرنے کو کہا، مگر حکومت کے خوف سے انھوں نے اپنے پاس رکھ لیں۔

تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۴۳-تا-۵۵
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۵-تا-۱۰۷
تاریخ اودھ: حصہ پنجم، ص:۱۹۹-تا-۲۳۶
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۹۲-تا-۱۰۰

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۶۰-۲۶۱

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۳۰

عمدة الرعایہ فی حل شرح الوقایہ (عربی): مقدمہ، ص:۳۱

نزھة الخواطر (عربی): جلد:۸، ص:۱۲۷۵-۱۲۷۶

[59]

ل ملا عبدالباسط ۲۰ رذی الحجہ ۱۲۵۷ھ/ یکم فروری ۱۸۴۲ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ایک مدت تک فرنگی محل میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مسجد فرنگی محل میں وعظ و ارشاد کا سلسلہ بھی رہا۔ اس کے بعد معاش کے سلسلے میں ریاست حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، وہاں مجلس وضع قوانین کے معتمد کا منصب تفویض ہوا۔ عین جوانی میں انتقال فرمایا۔ آپ کا عقد مولانا خادم احمد ابن ملا حیدر فرنگی محلی کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے دو لڑکیاں متولد ہوئیں۔ تصنیفات میں مجموعۂ فتاویٰ کے علاوہ ''رسالہ رد نیاچرہ'' اور مختلف تحریرات ہیں۔

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۵۵

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۷

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۰۱

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۴۴

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۰۸

نزھة الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۹۸-۹۹۹

[60]

ل مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی نے زہد و تقویٰ اور پرہیز گاری میں اپنے والد کی حیات میں ہی ایک مقام بنالیا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس اور تالیف کتب میں سرگرم رہے۔ خانوادۂ فرنگی محل کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگ آپ کے شاگرد ہوئے۔ نہایت منکسر المزاج، متواضع

اور اعزہ واقربا کی دست گیری کرنے والے تھے، اہل خاندان اور دیگر لوگوں پر آپ کا رعب ودبدبہ بہت زیادہ تھا۔ حج وزیارت سے لیے حرمین کا سفر کیا اور وہاں بھی متعدد شیوخ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ متن میں مذکور تصانیف وحواشی کے علاوہ 'اضاحۃ الضالین' اور 'ہدایت المؤمنین' بھی آپ کی قلمی یادگار ہیں۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۵۵-تا-۵۷

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۷

تذکرۂ علمائے حال: ص:۵۶-۵۷

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۰۱-تا-۱۰۳

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۶۹

حسرۃ المسترشد لوصال المرشد (عربی): **محمد قیام الدین عبدالباری**

[61]

۱؎ ملا عبدالرؤف شوال ۱۲۹۲ھ/ نومبر ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے، تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کی نوبت نہیں آئی۔ پہلی بار والد ماجد کے ساتھ ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں حج کیا اور علمائے حرمین سے اجازت اور سند حدیث حاصل کی۔ دوسری بار والد ماجد ملا عبدالوہاب کے وصال کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں حج کے لیے گئے اور ساتھ ہی بغداد اور کاظمین بھی حاضر ہوئے، اس سفر میں صاحب زادگان شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے سلاسل طریقت کی اجازت سے سرفراز ہوئے۔ اس سفر میں مرض لاحق ہوا، اسی حالت میں شعبان ۱۳۲۲ھ/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو وطن واپس آئے، پھر شوال میں حضرت سید السادات شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ کے عرس میں شرکت کے لیے گئے، وہاں ایک ماہ سے زیادہ قیام فرمایا اور وہیں آپ کا تیس سال کی عمر میں وصال ہوا۔ نعش لکھنؤ لائی گئی اور باغ مولوی انوار میں تدفین ہوئی۔

۲؎ ملا محمد قطب الدین عبدالوالی (عرف قطب میاں) ۱۹ رجب ۱۳۱۴ھ/ دسمبر ۱۸۹۶ء میں

پیدا ہوئے- حفظ قرآن کے بعد اپنے چچا محترم مولانا محمد قیام الدین عبدالباری سے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں ہی مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی اور ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء میں فراغت ہوئی- فراغت کے بعد تدریس وتبلیغ میں مصروف ہوگئے، اس کے علاوہ ہندوستان کے ملی مسائل کی قیادت میں اپنے چچا محترم کے دست وبازو بن گئے- اُس زمانے میں تحریک خلافت اور آزادی کی دیگر تحریکات چل رہی تھیں اور حضرت مولانا عبدالباری ہندوستان کے دیگر نامور علما اور قائدین کے ساتھ ان تحریکوں کی قیادت فرمارہے تھے- قطب میاں 'خلافت کانفرنس' کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر بنائے گئے، اس منصبی حیثیت کے ساتھ آپ نے متعدد کانفرنسوں میں پرجوش خطبات صدارت پیش فرمائے- جمعیۃ العلماء کے مدراس کے اجلاس میں اپنے چچا کی نیابت میں صدارت فرمائی، تحریک کے حوالے سے ملک کے طول وعرض میں دورے کیے- آخر میں خلافت کمیٹی اودھ کے صدر مقرر ہوئے - کچھ عرصے کے بعد خلافت کمیٹی میں کچھ اختلافات کی وجہ سے قطب میاں نے استعفیٰ دے دیا اور جب 'تحریک خدام الحرمین' شروع ہوئی تو اس سے وابستہ ہوگئے، اور اپنے چچا محترم کے وصال ۱۹۲۶ء کے بعد باتفاق رائے اس تحریک کے صدر نامزد ہوئے- چچا نے آپ کو اپنی تمام سیاسی، ملی اور مذہبی تحریکات ومعاملات میں اپنا جانشین اور قائم مقام بنادیا تھا- اپنے چچا محترم سے ہی بیعت بھی تھے اور اجازت وخلافت والد ماجد اور چچا دونوں سے حاصل تھیں- آپ کے دو عقد ہوئے، پہلا عقد چچا محترم مولانا عبدالباری کی بڑی صاحب زادی سے ہوا، جو جوانی میں ہی دو لڑکوں (مولانا محمد سعید عبدالرزاق اور مولانا محمد نور عبدالعلی) کو چھوڑ کر وصال فرماگئیں- دوسرا عقد ملا سلامت اللہ کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے دو لڑکے اور ایک لڑکی متولد ہوئی، بڑے لڑکے اور لڑکی کا وصال ہوگیا، جب کہ چھوٹے بیٹے مولانا جلال الدین عبدالمتین حیات سے تھے، جنھوں نے ۳؍ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ/ ۲۲؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو دار آخرت کی طرف کوچ فرمایا- ملا محمد قطب الدین عبدالوالی (عرف قطب میاں) کی وفات مئی ۱۹۵۴ء میں ہوئی- ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۵۷-تا-۵۹

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۰۳-۱۰۴

حسرۃ المسترشد بوصال المرشد (عربی): ص: ۱۷-۱۸

Combridge of India: Farangi Mahall: P:151

[62]

۱؎ مولانا محمد قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی کے تفصیلی احوال پہلے باب کے تحت ''اسلامیان ہند کا ایک گم شدہ قائد'' کے ذیل میں ملاحظہ ہو:

تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۵۹-تا-۶۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۰۶-تا-۱۱۸
حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق: محمد عنایت اللہ فرنگی محلی
حسرۃ المسترشد لوصال المرشد (عربی): ص: ۱۸-تا-۲۵
مولانا عبدالباری فرنگی محلی: حیات وخدمات: نزہت فاطمہ فرنگی محلی
نزھۃ الخواطر (عربی): ج: ۸، ص: ۱۲۵۹-۱۲۶۰

[63]

۱؎ مولانا عبدالحلیم لکھنوی فرنگی محلی اپنے عہد کے نامور اور متبحر عالم دین اور استاذ الاساتذہ تھے- ۲۱ رشعبان ۱۲۳۹ھ/ اپریل ۱۸۲۴ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے- دس برس کی ہی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا- مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل ۱۶ ربرس کی عمر میں کی- اس کے بعد پوری زندگی تدریس وتصنیف میں گزاری- فراغت کے بعد ایک عرصے تک وطن میں مسند تدریس پر متمکن رہے، اس کے بعد ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء باندہ تشریف لے گئے اور وہاں نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسے میں مدرس ہوگئے- یہاں چار برس کے بعد ۲۶ رذی قعدہ ۱۲۶۴ھ/ اکتوبر ۱۸۴۸ء کو مولانا ابوالحسنات عبدالحی کی ولادت ہوئی- مولانا عبدالحلیم ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۲ء کو یہاں سے مستعفی ہوکر وطن آگئے، وطن میں ایک سال قیام کے بعد ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۳ء جون پور تشریف لے گئے، وہاں رئیس جون پور حاجی امام بخش (ف: ۱۸۶۲ء) کے مدرسہ امامیہ حنفیہ میں مسند تدریس لگائی-

نو سال تک جون پور میں اُن طالبان علوم کو سیراب کرتے رہے، جو ملک کے طول وعرض سے آپ کی درس گاہ سے فیض حاصل کرنے کے لیے پہنچتے رہے۔ ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۱ء میں وطن آ گئے۔ یہاں مولانا عبدالوالی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ ۱۲۷۷ھ/ ۶۰-۱۸۶۱ء میں حیدر آباد دکن تشریف لے گئے اور وہاں سالار جنگ سید تراب علی (مدار المہام) نے مدرسہ نظامیہ کا مدرس اعلیٰ مقرر کیا۔ رجب ۱۲۷۹ھ/ جنوری ۱۸۶۳ء میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی اور مکہ و مدینے کے متعدد علما سے حدیث وتفسیر اور مختلف اوراد و وظائف کی اجازت پائی۔ جمادی الاولی ۱۲۸۰ھ/ اکتوبر ۱۸۶۳ء میں حج سے واپس حیدر آباد آ گئے اور وہاں عدالت عالیہ سے منسلک ہو گئے۔ رؤسا اور علمائے دکن کے درمیان آپ کی بڑی عزت وتوقیر تھی۔ آپ نے ۲۹ رشعبان ۱۲۸۵ھ/ ۱۴ ردسمبر ۱۸۶۸ء کو حیدر آباد میں ہی وفات پائی اور وہیں شاہ یوسف قادری کے مزار کی پائینتی مدفون ہوئے۔ آپ کے ایک ہی صاحب زادے ہوئے جن کے علمی کمالات نے معاصر علما کو انگشت بدنداں کر رکھا تھا، یعنی مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی۔

۲؎ مولانا عبدالحی نے ''عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ'' میں اپنے والد مولانا عبدالحلیم کی ۳۵ ر تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

تفصیلی احوال کے لیے دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۶۲-۶۳
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۷
الفوائد البھیۃ (عربی) حاشیہ، ص: ۱۰۴
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۲۹-تا-۱۳۱
تذکرۂ علمائے ہند: ص: ۲۵۱-تا-۲۵۴
تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص: ۲۱۵-تا-۲۱۷
حدائق الحنفیہ: ص: ۵۰۱-تا-۵۰۳
حسرۃ العالم بوفاۃ مرجع العالم (عربی): مولانا عبدالحی فرنگی محلی

حدیقۃ المرام (عربی): ص: ۴۰
عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ (عربی): مقدمہ، ص: ۳۰-۳۱
نزہۃ الخواطر (عربی): جلد: ۷، ص: ۱۰۰۴-1005

[64]

ل ہندوستان میں مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی جیسے علم و فضل، تفقہ فی الدین، تبحر علمی اور مجتہدانہ فکر و نظر کے حامل علما بہت کم پیدا ہوئے- آپ کے علمی کارناموں اور غیر معمولی مجددانہ کاموں کی وجہ سے علما کی ایک بڑی جماعت آپ کو تیرہویں صدی کا مجدد تسلیم کرتی ہے- مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ ہمارے محلے [فرنگی محل] میں اس ذات گرامی کی کوئی نظیر سابق میں سوائے بحر العلوم [ملا عبد العلی] کے دوسری نہیں ہوئی ہے اور اگر مولانا کو وہی عمر اور سنہ ہمارے محلے کی خوش قسمتی سے مل جاتا، جو بحر العلوم کو مل گیا تو یقیناً یہ شہسوارِ میدانِ علم و عمل، یہ جامع علوم معقول و منقول، یہ فقیہ و منطقی و محدث و واعظ اپنے اکابر تو کیا، سچ تو یہ ہے کہ ابن ہمام اور عینی ایک طرف، صدر الشریعہ اور تاج الشریعہ سے بازی لے جاتا-'' (تذکرہ علمائے فرنگی محل، ص: ۱۳۱)

مولانا عبدالحی کی ولادت ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ/ ۱ اکتوبر ۱۸۴۸ء کو باندہ میں ہوئی- دس برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا اور ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء میں جون پور کی جامع مسجد میں تراویح سنایا- تمام مروجہ کتب درسیہ اور علوم معقول و منقول پڑھ کر ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۵ء میں فراغت پائی- دو مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، پہلی بار ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۳ء میں والد ماجد کے ساتھ اور دوسری بار ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۶ء میں- تعلیم سے فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں مسند تدریس و تصنیف پر متمکن ہوئے اور والد ماجد کے وصال ۱۸۶۸ء حیدر آباد میں رہے- اراکین سلطنت نے آپ کو والد ماجد کا عہدۂ تدریس و قضا سپرد کرنا چاہا، مگر آپ نے علمی سرگرمیوں میں خلل کی وجہ سے انکار کر دیا اور وطن واپس آ کر عسرت میں زندگی گزارنا پسند کیا، یہی وجہ ہے کہ صرف ۳۹ برس کی چھوٹی سی عمر میں وہ علمی کارنامے انجام دیے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی- وطن واپس آ کر

بے تحاشہ علمی، تصنیفی، فقہی اور تدریسی کاموں میں انہماک اور شب و روز محنت کی وجہ سے طبیعت بگڑ گئی، علاج سے افاقہ ہوتا مگر بہت زیادہ محنت اور علمی تگ و دو کی وجہ سے بگڑ جاتی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ جس نے بھی آپ کے وصال کی خبر سنی اس پر سکتہ طاری ہو گیا اور لکھنو کے ساتھ ساتھ پورا ہندوستان ماتم کدہ بن گیا۔ تین بار آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، پہلی بار حضرت مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی نے فرنگی محل میں نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ کا جنازہ فیوض و برکات کے حصول کے لیے حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ کے مزار پر لے جایا گیا وہاں مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی نے نماز پڑھائی اور تیسری بار خاندانی قبرستان ''باغ مولوی انوار'' میں مولانا عبدالمجید کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے، بعض تذکرہ نگاروں نے کچھ علما کے اسما ذکر کیے ہیں۔ آپ کی ایک صاحب زادی تھیں جن کے لیے سرکار نظام حیدر آباد دکن نے دو سو روپے ماہوار کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔

تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۶۳-۶۴
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۱۷
الفوائد البهیة (عربی)	حاشیہ، ص: ۱۰۴
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۳۱-تا-۱۳۷
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۲۵۵-تا-۲۵۹
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۲۱۹-تا-۲۲۲
حدائق الحنفیہ:	ص: ۴۸۵-تا-۴۸۶
حسرة الفحول لوفاة نائب الرسول:	ملا عبدالباقی فرنگی محلی
عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية (عربی):	مقدمہ، ص: ۳۱-تا-۳۳
مولانا عبدالحی فرنگی محلی: حیات وخدمات:	غلام مرسلین
نزهة الخواطر (عربی):	جلد: ۸، ص: ۱۲۶۸-تا-۱۲۷۰

[65]

۱۔ بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی اپنے عہد کے باکمال عالم دین اور یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۰ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔ سترہ برس کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی اور اس کے چھ ماہ بعد ۱۷۴۸ء کو جب آپ ۱۸؍ برس کے تھے تو والد ماجد استاذ الہند ملا نظام الدین کا وصال ہو گیا۔ ابتدا میں تعلیم و تدریس کی جانب رغبت نہیں تھی، تاہم والد ماجد کے وفات کے بعد کچھ ایسے واقعات ہوئے کہ دل کی دنیا بدل گئی اور پھر غیرت و حمیت ایسی جوش میں آئی کہ شب و روز مطالعے میں غرق رہتے یہاں تک کہ کچھ ہی عرصے میں فاضل بے نظیر اور جامع معقول و منقول ہوئے، آپ کے علم و فضل کو دیکھتے ہوئے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ف: ۱۸۲۴ء) نے آپ کو ”بحر العلوم“ کے خطاب سے یاد کیا، جو آپ کے نام کا جز و لاینفک ہو گیا۔ والد کی وفات کے دو تین برس کے بعد فرنگی محل میں آپ نے ان کی مسند درس کو زینت بخشی اور دس برس تک علم و فن کے جوہر لٹاتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک شیعہ سنی کے مسلکی نزاع میں اودھ کی شیعی حکومت کے عتاب سے محفوظ رہنے کے لیے لکھنؤ چھوڑ کر شاہ جہان پور چلے گئے، جہاں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کی حکومت تھی، یہاں بیس برس آپ نے قیام کر کے ہزاروں طالبان علوم کو فیض یاب کیا اور بیش بہا کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد والی رام پور نواب فیض اللہ خاں (ف: ۱۷۹۴ء) کی گزارش پر رام پور چلے گئے، جہاں چار برس قیام فرمایا اور بزم درس و افادہ جاری رکھا۔ اُس وقت والی رام پور نہ صرف بحر العلوم کی علمی اور معاشی ضرورتوں کے ذمہ دار تھے بلکہ آپ کے تمام تلامذہ کے بھی کفیل تھے، تاہم بحر العلوم کے تلامذہ کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ حکومت کے لیے بار بن گئی، جب اس کی اطلاع بوہار، ضلع بردوان (بنگال) کے علم پرور رئیس منشی صدر الدین (میر منشی گورنر جنرل بہادر) کو ملی تو انھوں نے اپنے انگریزی اثر و رسوخ استعمال کر کے رام پور کو مجبور کیا کہ وہ بحر العلوم کو مدرسہ منشی صدر الدین بوہار کی مسند درس کو زینت بخشنے کے لیے بھیج دے، اس طرح آپ بوہار چلے گئے جہاں میر منشی نے آپ اور آپ کے تلامذہ کی بڑی قدر کی اور انھیں بڑی شان و شوکت کے ساتھ رکھا۔ لیکن یہاں بھی کچھ عرصے کے بعد تلامذہ کی تعداد منشی صدر الدین

کے لیے آزمائش بن گئی- جب یہ بات عام ہونے لگی تو نظام حیدر آباد، سلطان ٹیپو اور نواب ارکاٹ (مدراس) نواب محمد علی والا جاہ (ف:۱۷۹۵ء) نے بیک وقت آپ کی خدمت میں ان کے یہاں قدم رنجہ فرمائی کی درخواست بھیجی، آپ نے نواب ارکاٹ کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اپنے چھ سو طلبہ کے ساتھ بوہار سے کوچ کر کے ۲۴ر ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ/ اگست ۱۷۹۱ء کو مدراس پہنچے- نواب صاحب نے آپ کے لیے ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کروایا، بحر العلوم کے لیے گراں قدر وظیفہ مبلغ ایک ہزار روپے ماہوار مقرر ہوا، ان کے دامادوں ملا علاء الدین اور ملا ازہار الحق، نیز تمام طلبہ کے لیے وظائف تعلیم مقرر ہوئے- یہاں ۱۹ر برس تک قیام فرما کر وصال فرمایا-

تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ:

ابجد العلوم (عربی):	جلد: سوم، ص: ۲۵۷-۲۵۸
احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۶۴-۶۵
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۲۱-تا-۱۲۷
بانی درس نظامی:	ص: ۱۰۳-تا-۱۱۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۳۷-تا-۱۴۱
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۲۶۶-تا-۲۶۸
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۲۳۸-تا-۲۳۹
حدائق الحنفیہ:	ص: ۴۶۷
حدیقۃ المرام (عربی):	ص: ۳۵
علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی):	ص: ۷۴-۷۵
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۱۰۲۱-تا-۱۰۲۳

[66]

[1] مولانا عبد الاعلیٰ خانوادۂ فرنگی محل کے ممتاز عالم دین تھے اور مختلف علوم وفنون میں شہرت رکھتے تھے- اپنے والد بحر العلوم ملا عبد العلی کی خدمت ورفاقت میں طویل عرصہ رہ کر علوم وفنون کی

تحصیل سے فراغت پائی اور اس کے بعد کلکتہ گئے اور وہاں کے حکام سے قربت پیدا کر لی، لیکن جو توقعات لے کر گئے وہ پوری نہیں ہو سکیں اور اپنے علم و فضل کی بنیاد پر جس منصب کو چاہتے تھے، وہ نہیں مل سکا، اس لیے واپس اپنے وطن لکھنؤ آ گئے، تاہم کچھ عرصے کے بعد دوبارہ کلکتہ گئے، لیکن پھر بھی کامیابی نہیں مل سکی۔ اسی زمانے میں آپ کے والد ماجد مدراس میں قیام پذیر تھے اور تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے، آپ بھی وہاں چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد بیماری کا حملہ ہوا، بہت کمزور ہو گئے اور اسی حالت میں لکھنؤ کے لیے نکل کھڑے ہوئے، بیماری سخت تھی، اس لیے راستے میں ہی انتقال ہو گیا۔ آپ حضرت شاکر اللہ سندیلوی سے بیعت تھے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۶۵
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۲۷-۱۲۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۱۴۲
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۲۴۲
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۲۰۵-۲۰۶
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد:۷، ص:۹۹۷-۹۹۸

[67]

۱۔ ملا عبدالواحد فرنگی محلی فقہ اور اصول کے ممتاز عالم تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کلکتہ گئے اور وہاں مدتوں قیام کیا، جب مولانا نجم الدین کاکوروی (قاضی القضاۃ کلکتہ) کا ۱۸۱۳ء میں وصال ہو گیا تو ان کی جگہ پر منصب قضا حاصل کرنے کی کوشش کی، مگر یہ عہدہ مفتی سراج الدین کو مل گیا، کافی عرصے کے بعد مفتی سراج الدین کا وصال ہوا تو ایک بار پھر اس عہدے کے لیے آپ نے کوششیں تیز کر دیں، مگر اس بار بھی کامیابی نہیں ملی۔ آخر رہتک (ہریانہ) کا منصب افتا آپ کے سپرد ہوا اور وہاں مبلغ دو سو پچاس روپے ماہوار مشاہرہ مقرر رہا۔ یہاں سے تبادلہ ہو کر پانی پت پہنچے اور وہیں وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ آپ کا عقد کاکوری میں شیخ غلام قادر کی صاحب زادی

سے ہوا تھا، جن سے مولانا عبدالوحید پیدا ہوئے۔ کلکتہ میں قیام کے دوران بھی آپ نے ایک نکاح کیا تھا۔ دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۵-۶۶
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۲۹-۱۳۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۲
تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۸۷
تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۶۷
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۳۵

[68]

لے ملا عبدالواجد لکھنؤ میں پیدا ہوئے، بچپن میں ہی اپنے دادا بحر العلوم ملا عبدالعلی کے پاس چلے گئے، ابتدائی کتابیں اپنے چچا ملا عبدالرب سے پڑھیں، متوسطات دوسرے اساتذہ سے اور مطولات اپنے جد امجد سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد لکھنؤ واپس آگئے اور ایک عرصے تک وطن میں ہی رہے۔ ۱۸۱۰ء میں جب بحر العلوم کا وصال ہوا تو آپ اپنے چچا ملا عبدالرب کے ساتھ مدراس چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ملا عبدالرب نواب صاحب سے اپنے والد کی جگہ لینے کی خواہش ظاہر کی، حالاں کہ وہ جگہ پہلے ہی بحر العلوم کے داماد ملا علاء الدین ابن ملا احمد انوار الحق کو دے دی گئی تھی، اس لیے نواب نے انھیں ہٹانا مناسب نہیں سمجھا اور بحر العلوم کا جو اپنا ذاتی مدرسہ تھا اسے ان کے صاحب زادے ملا عبدالرب کو دے دیا اور ملا علاء الدین کو سرکاری مدرسے میں بحر العلوم کا قائم مقام کر کے انھیں شاہی خطاب ''ملک العلماء'' سے نوازا اور بحر العلوم کی تنخواہ کو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔ اس تنخواہ میں ملا عبدالرب اور ملا عبدالواجد کی گزر بسر نہیں ہو پا رہی تھی، اس لیے ملا عبدالرب اپنے بھتیجے کو اپنا جانشین اور مختار بنا کر وطن واپس آگئے، اس طرح ملا عبدالواجد وہاں مدتوں درس دیتے رہے، یہاں تک کہ ۱۳ر محرم ۱۲۴۱ھ/اگست ۱۸۲۵ء میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی دو صاحب زادیاں تھیں۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۰-۱۳۱

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۳

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۸۷-۲۸۸

حدیقۃ المرام (عربی): ص:۳۶

نزہۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۳۵

[69]

لے ملا عبدالنافع لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مختصرات تک فرنگی محل میں ہی تعلیم پائی، اس کے بعد "اغصان اربعہ" کے مطابق اپنے والد ماجد کے پاس شاہجہان پور چلے گئے، جہاں اکثر کتب درسیان سے پڑھیں- پھر کسی وجہ سے وطن واپس آگئے اور ملا محمد ولی اور ملا محمد یعقوب سے تکمیل کی- تلاش معاش سے مجبور ہوکر والد کے پاس مدراس گئے، مگر وہاں کوئی صورت نہیں پیدا ہوئی، اس لیے وطن واپس آگئے، کچھ دنوں وہاں قیام کیا، پھر امیر خاں پنڈاری ٹونکی (ف: ۱۸۳۴ء) کے لشکر میں ملازم ہوگئے، ملازمت کے دوران وہاں دھوکے سے زہر آلود پانی پی لیا، طبیعت بگڑ گئی اور وطن واپس آگئے، جہاں کچھ عرصے کے بعد اپنے والد ماجد کی زندگی میں وفات پائی-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۲۸-۱۲۹

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۳-۱۴۴

نزہۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۳۴-۱۰۳۵

[70]

لے ملا عبدالجامع کے جلد صال کی وجہ سے تدریس کی نوبت نہیں آسکی- آپ کا عقد ملا مبین

کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے چار بیٹوں کے علاوہ ایک بیٹی بھی متولد ہوئی۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۶

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۴

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۴۴

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۰۸

نزہۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۹۹۹

[71]

۱؎ ملا عبدالرحمن کا قیام حیدرآباد میں رہا اور وہیں وفات پائی۔ آپ زندگی بھر مجرد رہے۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۶

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۴

[72]

۱؎ ملا عبدالغفار تعلیم سے فراغت کے بعد پیر و مرشد کی خدمت میں رہے، پھر ان کے وصال ۱۸۶۳ء کے بعد بھاگل پور (بہار) چلے گئے اور وکالت کی سند حاصل کر کے وہاں وکالت شروع کر دی اور ساتھ درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی رکھا۔ آپ کے کافی مریدین تھے۔ آخر عمر میں آپ آنکھوں سے معذور ہو کر وطن واپس آ گئے اور وفات پائی۔

۲؎ ملا عبدالستار نے مروجہ کتابیں اپنے والد اور مولانا محمد حسین الہ آبادی (ف: ۱۹۰۴ء) سے پڑھیں، اور انٹرمیڈیٹ تک انگریزی میں تعلیم پائی اور الہ آباد ہائی کورٹ میں ملازم ہو گئے۔ نہایت مہذب اور روشن خیال تھے، فلسفہ جدید سے شغف تھا۔ آپ مولانا عبدالرزاق سے بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ عین جوانی میں الہ آباد میں ہی وفات پائی اور دائرہ شاہ محب اللہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تالیفات میں لارڈ بیکن کی سوانح عمری ہے، جو شائع ہو چکی ہے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۶-۶۷
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۶
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۴-۱۴۵

[73]

لـ ملا عبد العلی کنی بابی تراب کی لکھنؤ میں ولادت و پرورش ہوئی، حفظ قرآن کے بعد ابتدائی کتابیں مولانا محمد نعیم ابن ملا عبد الحکیم سے پڑھیں، اس کے بعد عظیم آباد (پٹنہ) چلے گئے اور وہاں مولانا لطف علی مرزا پوری اور مولانا معین الدین سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد کوئل (علی گڑھ) جا کر مولانا لطف اللہ علی گڑھی (ف:۱۹۱۶ء) سے درس کی تکمیل کی- بہت ذہین وفطین تھے، اہل خاندان کو آپ سے بڑی امیدیں تھیں، مگر زندگی نے وفا نہ کی- آپ مولانا عبد الوالی سے بیعت وارادت رکھتے تھے-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۷
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۶
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۶
تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۶۸
تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۳۹
نزہۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۲۰

[74]

لـ ابو العیاش ملا عبد الرب بچپن سے اپنے والد ماجد بحر العلوم ملا عبد العلی کے ساتھ شاہ جہان پور، رام پور، بنگال اور مدراس میں رہے- والد ماجد نے بڑی محنت اور توجہ سے جملہ علوم وفنون پڑھائے- تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کی طرف متوجہ ہوئے- کچھ عرصے کے بعد والد نے

نکاح کے لیے کثیر رقم دے کر لکھنؤ بھیجا، جہاں شیخ عزیز اللہ سہالوی کی صاحب زادی سے آپ کا نکاح ہوا، جن سے ایک صاحب زادے مولانا ابوالبقا محمد عبدالحکیم پیدا ہوئے۔ تدریس سے زیادہ سیاحت کی طرف آپ کی توجہ تھی، متعدد بار مدراس تشریف لے گئے۔ نواب مدراس نے آپ کو ”سلطان العلماء“ کا خطاب دیا۔ کلکتہ اور دکن کے علاقوں کا دورہ بھی کیا۔ آپ نے لکھنؤ اور مدراس میں دو اور شادیاں کیں، ان سے بھی اولادیں ہوئیں۔ والد ماجد کے وصال ۱۸۱۰ء کے بعد آپ اپنے بھتیجے ملا عبدالواجد کو لے کر مدراس چلے گئے اور وہاں پہنچ کر نواب صاحب سے اپنے والد کی جگہ لینے کی خواہش ظاہر کی، حالاں کہ وہ جگہ پہلے ہی بحر العلوم کے داماد ملا علاء الدین ابن ملا احمد انوار الحق کو دے دی گئی تھی، اس لیے نواب نے انھیں ہٹانا مناسب نہیں سمجھا اور بحر العلوم کا جو اپنا ذاتی مدرسہ تھا اسے آپ کو دے دیا اور ملا علاء الدین کو سرکاری مدرسے میں بحر العلوم کا قائم مقام کر کے انھیں شاہی خطاب ”ملک العلماء“ سے نوازا اور بحر العلوم کی تنخواہ کو دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔ اس تنخواہ میں ملا عبدالرب اور ملا عبدالواجد کی گزر بسر نہیں ہو پا رہی تھی، اس لیے ملا عبدالرب اپنے بھتیجے کو اپنا جانشین اور مختار بنا کر وطن واپس آ گئے، اور مکمل تدریس چھوڑ کر نواب مدراس کے وظیفے اور انگریزی حکومت کی جانب سے جاگیر کے عوض ایک سو پچھتر روپے کی امداد پر گزر بسر کرنے لگے۔

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۶۷
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۳۱-۱۳۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۴۶-تا-۱۴۷
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۲۵۹-۲۶۰
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۲۲۳
حدیقۃ المرام (عربی):	ص: ۳۵
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۱۰۰۶-۱۰۰۷

[75]

ل ملا عبدالحکیم کی ولادت اور پرورش لکھنؤ میں ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد فتویٰ نویسی اور درس وتدریس کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا۔ معاشی تنگی کے باوجود طلبہ کی کفالت کرتے۔ تدریس اور فتویٰ نویسی کے علاوہ کثرت سے کتابیں اور حواشی تحریر فرمائے۔

متن میں مذکور کتابوں کے علاوہ حسب ذیل کتابیں بھی آپ کی یادگار ہیں:

- شرح کافی (فارسی)
- تفسیر بسم اللہ (فارسی)
- ترجمہ دقائق الحقائق (فارسی)
- حاشیہ شرح سلم از حمد اللہ
- شرح چہل کاف (فارسی)
- شرح رسالہ نظامیہ (در بیان وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
- زبدۃ النحو
- حاشیہ تفسیر بیضاوی
- شرح رسائل الارکان
- حاشیہ بر زاہدیہ بر شرح تہذیب ملا جلال
- حاشیہ بر حاشیہ کمالیہ شرح عقائد جلالی
- صرف الصرف
- جدول النحو (فارسی)، وغیرہ۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۶۷

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۳۲

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۴۷

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۲۵۰

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۱۴

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۰۳-۱۰۰۴

[76]

۱؎ صاحب ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' نے ''روضۃ النعیم'' کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

''اثنائے درس میں سبقاً سبقاً چند کتب مثل شرح وقایہ و شرح عقائد نسفی و شرح جامی وغیرہ کی تحشی فرمائی اور فیض تدریس جاری کیا، لیکن بلحاظ اخفا، تصنیف کی جانب التفات نہ فرمایا۔ آخر زمانہ میں حسب اصرار مسترشدین کتاب ''وسائل البرکات فی اوراد الصلوٰات علی سید الکائنات'' تصنیف فرمائی اور اثنائے وعظ میں بیضاوی کو محشی فرمایا۔'' (ص:۱۴۸)۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۸

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۲

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۷-۱۴۸

[77]

۱؎ ملا عبدالخالق کی کنیت ابو سعید تھی، بہت منتظم اور ہوشیار تھے۔ درس و تدریس سے وابستہ نہیں ہو سکے۔ آپ نے دو نکاح کیے تھے، جن سے ایک صاحب زادے مولوی عبدالقادر اور تین صاحب زادیاں ہوئیں اور یکے بعد دیگرے سب کا انتقال ہو گیا، بیویاں بھی وفات پا گئیں، جس کا آپ کی زندگی پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ آخر عمر میں آپ نے گھر بار چھوڑ دیا اور حضرت شاہ دوی کے مزار پر رہنے لگے۔ آپ کا وصال رجب ۱۳۲۸ھ/ جولائی ۱۹۱۰ء میں ہوا۔ ''حسن العمل تاریخ فرنگی محل'' بھی آپ کی تصنیف ہے۔

۲؎ کتاب کا نام ''ازالۃ الریب عن مسئلۃ علم الغیب'' ہے۔

۳؎ مولوی محمد عبدالقادر کا وصال عین جوانی کے قریب اپنے والد کی حیات میں ۲۴؍صفر ۱۳۲۵ھ/اپریل ۱۹۰۷ء میں ہوا۔ ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۸-تا-۱۴۹

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۲۲۳

[78]

لے مولوی محمد عبدالغنی بہت نیک صفت اور قوی الحافظہ تھے، دماغی مرض کی وجہ سے پڑھ نہیں سکے۔ ابوالحسنات مولانا عبدالحی اور مولانا عبدالوہاب سے گہری دوستی تھی۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۹

[79]

لے ملا عبدالمجید ابوالغناء جید عالم دین تھے، معقولات میں مہارت حاصل تھی ملا فضل اللہ ابن ملا نعمت اللہ کے وصال ۱۸۹۳ء کے بعد کیننگ کالج لکھنؤ میں عربی استاذ کی جگہ خالی ہوئی تو اس پر آپ کا تقرر ہوا۔ پوری زندگی اس کالج سے وابستہ رہے۔ انگریزی حکام کے درمیان کافی معزز اور محترم سمجھے جاتے تھے۔ ''شمس العلماء'' کے معزز خطاب سے بھی نوازے گئے۔ کالج میں ملازمت کے باوجود مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ/ جنوری ۱۹۲۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۴۹-۱۵۰

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۸، ص:۱۳۰۲-۱۳۰۳

[80]

لے مولوی عبدالرشید مروجہ علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت کے بعد عربی کا سرکاری

امتحان دیا اور بحیثیت عربی مدرس سرکاری اسکول حسین آباد ہائی اسکول میں ملازم ہو گئے۔ اس کے بعد مختلف اسکولوں میں ان کا تبادلہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ اسی پوسٹ سے سبک دوش ہوئے۔ آپ کا عقد دوگاواں کے شیخ عبدالرحمن کی صاحب زادی سے ہوا جن سے دو بیٹے ڈاکٹر ابوالقاسم محمد اور مولانا ابوطیب احمد نیز آٹھ بیٹیاں متولد ہوئیں۔ آپ کا سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۶۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۵۰
Combridge of India: Farangi Mahall: P:190-191

[82]

۱ ملا عبدالحمید (ابن ملا عبدالحلیم، ابن ملا عبدالحکیم، ابن ملا عبدالرب، ابن بحر العلوم ملا عبدالعلی) اپنے عہد کے معروف عالم دین تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مسند فقہ و افتا اور تدریس پر متمکن ہوئے، اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی جاری رکھا، جلد ہی لکھنؤ شہر میں آپ کی شہرت ہو گئی اور حکام کی نظر میں بھی عزت بنا لی۔ انگریزی سرکار نے آپ کو آپ کے بھائی ملا عبدالمجید کے ساتھ ‘‘شمس العلماء’’ کے خطاب سے نوازا۔ آپ نے فرنگی محل کے باہر ٹکسال چوک میں رہائش اختیار کر لی اور ‘‘مدرسہ قدیمہ’’ کے نام سے ایک مدرسہ تعمیر کروایا، جس کے لیے انگریزی سرکار نے زمین عطا کی، نظام دکن بھی ایک عرصے تک تعاون کرتے رہے۔ ۱۵ر شعبان ۱۳۵۳ھ/ جنوری ۱۹۳۵ء میں آپ کی وفات ہوئی۔

۲ تمام تذکرہ نگاروں نے آپ کے اکلوتے صاحب زادے کا نام ‘‘محمد عتیق’’ لکھا ہے، جب کہ آپ نے ‘‘عبدالولی’’، ممکن ہے صاحب زادے کا پورا نام ‘‘محمد عتیق عبدالولی’’ ہو، کیوں کہ فرنگی محل میں اس طرز پر کئی لوگوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ بہر حال مولانا محمد عتیق نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے تعلیم پائی اور گورنمنٹ بورڈ سے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ اپنے والد کے وصال ۱۹۳۵ء کے بعد ان کے جانشین ہوئے، آپ سے ہزاروں لوگوں نے بیعت کی۔

آپ نے اپنے والد کا قائم کردہ ادارہ "مدرسہ قدیمہ" بھی جاری رکھا اور فرنگی محل میں منصب افتا بھی سنبھالا۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں قرآن کریم کی تفسیر بھی ہے، جو پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ پروفیسر ولی الحق انصاری فرنگی محلی (ف: ۲۰۱۳ء) لکھتے ہیں:

(ترجمہ) "آپ اپنی زندگی کی آخری سانس تک فرنگی محل کے سینئر مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ کی وفات (۲۷ مئی ۱۹۷۷ء) کے بعد اسلامی تعلیم کے مرکز کی حیثیت سے فرنگی محل کا تابناک عہد ختم ہوگیا۔" (Combridge of India: Farangi Mahall:194)

آپ نے اپنے تایازاد بھائی مولانا عبدالرشید کی صاحب زادی سے عقد کیا تھا، جن سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں متولد ہوئیں۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۹

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۵۰

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۸، ص:۱۲۶۶-۱۲۶۷

[83]

۱۔ ملا عباد الحق نے جوانی میں وفات پائی، اس لیے تدریس وتصنیف کی نوبت نہ آ سکی۔

مزید دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۶۹

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰۳

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۹۰-۹۱

[84]

۱۔ ملا عظمت اللہ اپنے عہد کے باصلاحیت عالم دین تھے۔ آپ نے درس نظامی کے مروجہ نصاب سے زیادہ پڑھا تھا۔ علم صرف، علم نحو، معقولات اور جیومیٹری میں ملکہ حاصل تھا۔ سرکاری سطح پر مولوی اور فاضل کے امتحانات میں بھی کامیابی حاصل کی۔ آپ کے کثیر تلامذہ ہوئے

ہیں۔ تدریس کی وجہ سے تصنیف کی طرف توجہ کم رہی۔ آپ غازی پور (اتر پردیش) کے سرکاری اسکول میں عربی مدرس کی ملازمت سے سبک دوش ہوکر وطن (لکھنؤ) واپس آئے اوراپریل ۱۹۳۷ءمیں وفات پائی۔

۲؎ ''حاشیہ نفحۃ الیمن'' کا نام ''ازالۃ المحن'' ہے۔ اس کے علاوہ ملاحسن اور مقامات حریری پربھی آپ کے حواشی ہیں۔

۳؎ ملا عزت اللہ ۲۵ رشعبان ۱۳۱۶ھ/ جنوری ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے درس نظامی کی تکمیل کی، اس کے بعد مدرسہ ''چشمہ رحمت'' غازی پور جا کر ملا اور فاضل کے سرکاری امتحانات دے کر کامیاب ہوئے۔ ایک عرصے تک مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں درس دیتے رہے، پھر اپنے نانا ملا عبدالاحد شمشادؔ لکھنوی (ابن ملا عبدالرحیم) کے وصال ۱۹۱۷ء کے بعد مدرسہ ''چشمہ رحمت'' غازی پور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ تصنیف وتالیف کی طرف کم توجہ رہی، 'تصریح' پر آپ کا حاشیہ ہے، اس کے علاوہ اردو قواعد پر ایک کتاب لکھی تھی، جو الہ آباد بورڈ کے مولوی کے امتحان میں شامل نصاب تھی۔ کینسر کے مرض میں ۱۰ رنومبر ۱۹۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ نے خالہ زاد بہن (دختر ملا محمد بقا عبدالسلام) سے عقد کیا، جن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ بڑے بیٹے پروفیسر عصمت اللہ (ف: ۳ رمئی ۲۰۰۳ء) ڈاکٹر ذاکر حسین کالج (دہلی یونیورسٹی) میں فلسفہ کے استاذ تھے اور دوسرے عرفت اللہ (ف: ۶ رجولائی ۱۹۸۷ء)، لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے اور پھر وہاں سے جدہ۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۶۹

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۸۲-۸۳

Combridge of India: Farangi Mahall: P:60-61

[85]

۱؎ ملا علیم اللہ نے اپنے چچا ملا مبین اور اپنے بڑے بھائی ملا ولی اللہ سے تعلیم پائی۔ فراغت

کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا، کچھ عرصے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ باندہ کے اطراف میں رہے، مگر جوانی میں ہی مرض دق میں مبتلا ہو گئے- وطن واپس آئے، علاج شروع ہوا، مگر افاقہ نہ ہو سکا اور فوت ہو گئے- آپ کا عقد ملا نور الحق (ابن ملا احمد انوار الحق) کی صاحب زادی سے ہوا، جنھوں نے اپنے شوہر کی وفات کے عرصے بعد ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۹ء میں وفات پائی-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۴۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۸۸-۸۹

غ

[86]

[1] ملا قاضی غلام مصطفیٰ کی ولادت اپنے دادا ملا قطب الدین سہالوی کی حیات میں ہی قصبہ سہالی، ضلع بارہ بنکی میں ہوئی، آپ کے والد ملا محمد اسعد اپنی اہلیہ اور آپ کو اپنے والد ملا قطب کے پاس چھوڑ کر بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے پاس چلے گئے- ملا اسعد بادشاہ کی مصاحبت میں دکن میں تھے کہ اپنے والد ملا قطب کی شہادت کی خبر موصول ہوئی، مگر وطن واپس نہیں آسکے اور وہیں وفات پائی- ملا قطب کی شہادت ۱۹؍رجب ۱۱۰۳ھ مطابق ۲۷؍مارچ ۱۶۹۲ء کو ہوئی، اس وقت ملا غلام مصطفیٰ کی عمر چھ برس کی تھی- ملا قطب کی شہادت کے دو برس کے بعد جو لٹا ہوا مختصر کنبہ فرنگی محل میں آکر آباد ہوا، ان میں آپ بھی تھے- آپ اپنے چچا استاذ الہند ملا نظام الدین سے آٹھ سال کے قریب ہی چھوٹے تھے، تاہم ان کے اولین شاگردوں میں تھے- فراغت کے بعد ملانواں (ضلع اناؤ، یوپی) کے قاضی ہو گئے، جس قاضی کو معزول کر کے آپ کو قضاءت سونپی گئی تھی، اس نے اثر ورسوخ استعمال کر کے آپ کو معزول کروا دیا، پھر آپ نے کوشش کی اور دوبارہ وہاں کے قاضی ہو گئے، ایک بار پھر اس نے حکام پر دباؤ ڈالا اور آپ کو معزول کروا دیا اور پھر منصب حاصل کر لیا- آپ دل برداشتہ ہو کر اپنے صاحب زادے ملا محمد علی کے ساتھ دہلی کے لیے روانہ ہو گئے، اُس قاضی نے آپ کے پیچھے چند لوگ لگا دیے، جنھوں نے دہلی کے راستے میں آپ اور صاحب زادے کو شہید کر ڈالا- عرصے کے بعد یہ خبر فرنگی محل پہنچی، حکام وقت سے چارہ جوئی کی گئی مگر شرعی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے مجرموں کو سزا نہیں ہو سکی- آپ کا عقد قاضی دولت

انصاری کی صاحب زادی (ہمشیرہ ملا کمال الدین سہالوی) سے ہوا-

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۶۹-۷۰
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۷
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۵۷
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۶، ص: ۷۷۵

[87]

[۱] ملا حسن نے تین عقد کیے تھے، دو رام پور میں اور ایک صفی پور میں- آپ کے یہاں لڑکا تولد نہیں ہوتا تھا، اس لیے حضرت شاہ دوست محمد عرف شاہ دوسی قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہو کر دعا فرماتے تھے، حضرت نے فرزند ارجمند کی بشارت دی، جب صفی پور والی زوجہ سے لڑکے کی ولادت ہوئی تو انہی بزرگ کے نام پر اس کا نام "غلام دوست محمد" رکھا گیا- ملا غلام دوست بچپن میں اپنے نانیہال صفی پور میں رہے، پھر ۱۳ ربرس کی عمر میں فرنگی محل آ گئے، جہاں آپ کی سوتیلی ماں نے آپ کی پرورش کی- تعلیم سے فراغت کے بعد جذبۂ ایمانی غالب آیا اور جہاد فی سبیل اللہ کا سودا سر میں سمایا، جس کے لیے ترک وطن فرما کر سفر حج پر نکل گئے، سفر حج کے دوران سورت کے قریب کسی قزاق نے آپ کو شہید کر دیا- سنہ شہادت کا علم نہ ہو سکا-

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۰
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۹
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۵۷-۱۵۸

[88]

[۱] ملا غلام یحییٰ کی وفات بنارس میں ہی ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے-

[۲] دوسری زوجہ سے تین بیٹے ہوئے، تیسرے کا نام مولوی ناظر نبی تھا-

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۰
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۹
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۵۸

[89]

۱۔ ملا غلام ذکریا باصلاحیت اور ممتاز عالم دین تھے، تاہم معاش سے مجبور ہو کر بنارس میں انگریزی ملازمت اختیار کرلی اور وہیں وفات پاکر مدفون ہوئے۔

۲۔ مولوی غلام مرتضیٰ کو فارسی زبان میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کے تلامذہ میں بہت سے انگریزی حکام بھی تھے، جنھیں آپ فارسی اور اردو پڑھایا کرتے تھے، یہ لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے۔ آپ کا عقد ملا عبد الوالی کی صاحب زادی سے ہوا۔

۳۔ مولوی غلام محی الدین نے مروجہ ابتدائی کتابیں پڑھ کر وکالت کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور سند وکالت الہ آباد اور حیدر آباد دونوں جگہ سے حاصل کرلی۔ حیدر آباد میں وکالت شروع کی اور لاکھوں روپے کمائے۔ اللہ نے سخاوت بھی خوب عطا کی تھی۔ آخر عمر میں اپنے پیشے سے سبک دوش ہو کر لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی اور رجب ۱۳۴۵ھ/ جنوری ۱۹۲۷ء میں فالج کے زیر اثر وفات پائی۔

۴۔ مولوی غیاث الدین نے بھی مروجہ ابتدائی کتابیں پڑھ کر وکالت کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ آپ نے بھی حیدر آباد میں وکالت شروع کی اور لاکھوں روپے کی جائداد بنائی۔ آپ قانونی کونسل کے ممبر بھی رہے۔ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ/ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو حیدر آباد دکن میں ہی آپ نے وفات پائی۔

۵۔ مولوی غلام جیلانی نے ابتدائی مروجہ علوم پڑھنے کے بعد یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور اپنے دونوں بھائیوں کی طرح حیدر آباد میں وکالت کے پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ لاولد وفات پائی۔

۶۔ جسٹس معین الدین نے مروجہ علوم وفنون پڑھنے کے بعد میٹرک کا امتحان پاس کیا، اس

کے بعد برطانیہ چلے گئے، جہاں سے بی-اے اور ایل-ایل-ڈی کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۲۲ء میں لکھنؤ واپس آئے اور وکالت شروع کی، کچھ عرصے کے بعد ریاست رام پور میں بحیثیت جج (جسٹس) مقرر ہوئے- آپ کا وصال ۹ر نومبر ۱۹۵۷ء کو ہوا- آپ کی اہلیہ احمد پور کے بیرسٹر شیخ رضی الدین کی صاحب زادی تھیں، جن سے دو بیٹے حسن جلال الدین مشیر اور حسن نظام الدین حسن اور دو بیٹیاں متولد ہوئیں-

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۰-۷۱
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۶۰-تا-۱۶۲
Combridge of India: Farangi Mahall: P:50-to-53

[90]

لے ملا غلام محمد نے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل ملا ظہور اللہ سے کی- تعلیم سے فراغت کے بعد معاش کی طرف متوجہ ہوئے اور باندہ میں "صدر الصدور" کے عہدے پر فائز ہوئے اور وہیں وفات پائی- آپ نے گڑھی بہلول میں دو عقد کیے تھے، پہلی سے تین بیٹے اور دوسری سے ایک بیٹی ہوئی- ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۱
اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۵۸-۱۵۹

[91]

لے مزید ملاحظہ ہو:

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۲۱
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۶۲-۱۶۳

ف

[92]

۱۔ مزید ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۲

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۴

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۳۷

[93]

۱۔ ملا فضل اللہ اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور معقولات میں یگانۂ روزگار تھے۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی (ف: ۱۸۹۹ء) معقولات میں آپ کی صلاحیتوں کے مداح تھے اور آپ سے اکثر ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا۔ آپ زندگی کے آخر تک کیننگ کالج لکھنؤ میں بھی دینیات کے مدرس رہے۔ والی رام پور نواب کلب علی خاں نے آپ کو زیادہ مشاہرے پر رام پور میں رکھنا چاہا مگر آپ نے وطن میں رہنا پسند فرمایا۔ متن میں مذکور کتب وتصانیف کے علاوہ بھی آپ کے متعدد حواشی وتصانیف تھیں، مگر انھیں محفوظ رکھنے کی طرف آپ کی توجہ نہیں رہی۔

۲۔ آپ کا عقد آپ کی چچازاد بہن اور ملا رحمت اللہ کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے دو لڑکیاں تولد ہوئیں۔ مصنف نے اولاد نرینہ کا اعتبار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "لاولد فوت ہوئے"۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۲

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۲

تذکرہ علمائے فرنگی محل: ص:۱۶۳-۱۶۴

ـــــ ق ـــــ

[94]

[۱] مولانا قطب الدین جامع معقول و منقول اور فرنگی محل کے اکابر علما سے تھے۔ پوری زندگی تدریس، تالیف اور علمی خدمت میں زندگی بسر کی۔ پہلے آپ نے بنارس میں سکونت اختیار کی اور وہاں تدریس و افتا میں مصروف رہے، اس کے بعد حیدر آباد دکن تشریف لے گئے۔ آپ مولانا عبدالوالی سے بیعت تھے۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۷۲-۷۳
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۶۶-۱۶۷

ک

[95]

۱؎ مزید دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۷۴
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۱۱۴-۱۱۵
تذکرہ علمائے فرنگی محل:	ص: ۳۷

[96]

۱؎ ملا کرامت اللہ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصے درس و تدریس میں مصروف رہے، اس کے بعد ریاست منکاپور ضلع گونڈہ (اتر پردیش) کے "ریاست منیجر" مقرر ہوئے، اس کے بعد اناؤ میں تقرری ہوگئی، جہاں آپ نے دوسرا عقد کرلیا، اس لیے وہاں جائیداد وغیرہ بھی خرید لی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، یہاں تک کہ انتقال فرمایا۔ نعش لکھنؤ لائی گئی اور "باغ مولوی انوار" میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا پہلا عقد ملا محمد حامد (نبیرہ ملا احمد انوار الحق) کی صاحب زادی سے ہوا تھا، جن سے صاحب زادہ مولوی شرافت اللہ کے علاوہ ایک اور صاحب زادے مولوی بشارت اللہ اور ایک صاحب زادی بھی متولد ہوئیں۔

۲؎ مولوی شرافت اللہ ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں سبک دوش ہوئے اور وطن میں اقامت گزیں ہوگئے۔ مولانا محمد قیام الدین عبد الباری (ف: ۱۹۲۶ء) نے جب مدرسہ عالیہ نظامیہ کا افتتاح کیا تو آپ کمیٹی کے سیکریٹری مقرر ہوئے اور دو برس بہت توجہ کے ساتھ

اس خدمت میں مصروف رہے۔ اس کے بعد شوال ۱۳۲۵ھ/نومبر ۱۹۰۷ء کو حج کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں آٹھ برس قیام کرنے کے بعد جنگ عظیم اول کے درمیان ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء کو واپس آ گئے۔ ۴ر صفر ۱۳۳۶ھ/ ۳۰ر نومبر ۱۹۱۷ء کو آپ کا وصال ہوا۔

۳۔ مولوی ہدایت اللہ ۳ر رمضان ۱۲۸۶ھ/ دسمبر ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد حیدرآباد چلے گئے اور وہاں وکالت کے امتحان میں کامیاب ہو کر اسی پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ وطن میں جائیداد کا کوئی منتظم نہیں تھا اس لیے والد کے اصرار پر وطن واپس آ گئے۔ نہایت دانش مند تھے، فرنگی محل کی تعمیرات اور اعراس کی تقریبات کا انتظام آپ کے ہاتھوں میں تھا، جس کو بہت خوبی سے انجام دیتے۔ آپ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں تدریس سے بھی وابستہ رہے اور جب مدرسے میں دارالاقامہ (ہاسٹل) قائم ہوا تو آپ اس کے مہتمم بنائے گئے، اس عہدے پر آپ تاحیات قائم رہے۔ ۶ر محرم ۱۳۳۱ھ/ دسمبر ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔

۴۔ مولوی سلامت اللہ مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں مسند تدریس پر متمکن ہوئے۔ علم فرائض اور ریاضی میں مہارت حاصل تھی۔ دارالاقامہ کا انتظام وانصرام بھی آپ کے سپرد ہوا جسے آپ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ مولانا قیام الدین عبدالباری سے بیعت تھے اور ان ہی سے اجازت طریقت وحدیث حاصل تھی۔ آپ کی متعدد کتابیں اور حواشی ہیں، جن میں ’فرائض غوثیہ‘ (علم فرائض)، حاشیہ شرح عقائد نسفی، حاشیہ شرح وقایہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بڑے بھائی مولوی ہدایت اللہ کی طرح آپ بھی نہایت دانش مند تھے، ان کے بعد فرنگی محل کی تعمیرات اور اعراس کی تقریبات کا انتظام آپ کے ہاتھوں میں رہا، جس کو بہت خوبی سے انجام دیتے۔ آپ کو ملی سیاست میں بہت دلچسپی تھی، جب جنگ طرابلس شروع ہوئی تو آپ کو ’انجمن مؤید الاسلام‘ کا جوائنٹ سیکریٹری بنایا گیا، اس حیثیت سے آپ نے کافی فنڈ جمع کیے اور جنگ میں حصہ لینے والے جاں بازوں کی امداد کے لیے ترکی بھیجا۔ ’تحریک خلافت‘ اور ’تحریک ترک موالات‘ کے بھی آپ سرگرم ممبر رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے پورے ملک کا دورہ کیا، یہاں تک کہ ۹ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو پنڈت جواہر لال نہرو (ف: ۱۹۶۴ء) اور چودھری خلیق الزماں

(ف: ۱۹۷۳ء) کے ساتھ جیل بھیج دیے گئے۔ تین ماہ کے بعد رہائی ہوئی۔ ۱۹۲۷ء سے آپ پر فالج کا حملہ شروع ہوا اور اسی حالت میں ۳۱؍دسمبر ۱۹۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کا عقد ملا عبدالعزیز ابن ملا عبدالسلام کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے ایک بیٹے مولانا شفیع حجت اللہ (ف: ۱۹۷۹ء) اور ایک بیٹی (زوجہ ثانیہ مولانا قطب الدین عبدالوالی) ہوئیں، جن کا فالج کے زیر اثر ۱۹۷۸ء میں وصال ہوا۔

۵ مولانا عنایت اللہ (صاحب 'تذکرۂ علمائے فرنگی محل') ۲۳؍ربیع الاول ۱۳۰۶ھ/ نومبر ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۲۷ھ/ اپریل ۱۹۰۹ء کو تعلیم سے فراغت پائی۔ آپ کو مولانا قیام الدین عبدالباری، اور متعدد علمائے عرب، مثلاً شیخ الدلائل، شیخ سید احمد برزنجی اور شیخ سید عبدالقادر حموی گیلانی سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ آپ نے تعلیم سے فراغت سے قبل ہی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء سے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں درس دینا شروع کر دیا۔ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۴ء میں مدرسہ حنفیہ جون پور کے افسر مدرسی کے عہدے پر تقرر رہا، وہاں ایک برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے، اس کے بعد اپنے استاذ اور مرشد حضرت مولانا عبدالباری کے حکم سے صفر ۱۳۳۴ھ/ دسمبر ۱۹۱۵ء میں اس عہدے سے مستعفی ہوکر مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں اسی عہدے پر متمکن ہوئے۔ معقولات اور منقولات دونوں میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے متعدد کتابیں اور حواشی لکھے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

- تذکرۂ علمائے فرنگی محل
- زبدۃ المنطق (عربی)
- ہدایۃ المنطق (اردو)
- اربعون حدیثاً
- الاقتصاد فی فسخ النکاح بالارتداد
- زجر الأولیاء عن إنکاح الصغائر فی الصباء (فقہ)
- تدوین حدیث

- مسند امام احمد ابن حنبل مع اسماء الرجال
- احوال حضرت غوثیت
- الفوائد المتفرقة من الکتب المتشتة
- حسرة الآفاق بوفاة مجمع الأخلاق

آپ کے دو عقد ہوئے، پہلی زوجہ سے کوئی اولاد نہیں تھی، دوسری سے تین بیٹے مولوی محمد حامد (ف: ۱۹۸۵ء)، مولوی احمد حسین، مولوی احمد حسن اور تین بیٹیاں متولد ہوئیں۔ موخر الذکر دونوں بیٹے پاکستان ہجرت کر گئے، جہاں ان کی اولادیں موجود ہیں۔ مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی نے ۶؍جولائی ۱۹۴۱ء کو وفات پائی۔

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۷۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۶۸-۱۶۹
Combridge of India: Farangi Mahall:	P:218-to-224

ل

[97]

۱؎ ملالعان الحق کی پیدائش و پرورش لکھنؤ میں ہوئی- تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کی طرف متوجہ ہوئے، آخر میں علوم باطنی کی طرف زیادہ توجہ ہوگئی- باغ مولوی انوار کی مسجد میں ظہر سے عشا تک لوگوں کی ہدایت اور اصلاح میں مصروف رہتے اور آخر شعبان سے رمضان تک مسجد میں معتکف رہتے- آپ کا پہلا عقد ملا عبدالوالی کی صاحب زادی سے ہوا، جو لاولد فوت ہوئیں، پھر سید محمد مرتضیٰ بجنوری کی صاحب زادی سے دوسرا عقد ہوا، جن سے تین بیٹوں کے علاوہ پانچ بیٹیاں ہوئیں- آپ کا وصال ۱۷ر رمضان ۱۳۲۳ھ/ ۱۵ر نومبر ۱۹۰۵ء کو ہوا-

۲؎ مولوی شمس الحق حیدر آباد دکن کے پائے گاہ کے علاقے میں تحصیل دار مقرر ہوئے، اس کے بعد وہاں سے علیحدہ ہوکر وکالت شروع کی اور اس پیشے میں خوب کامیابی حاصل کی- آخری زمانے میں ایک پرنٹنگ پریس بھی قائم کیا- آپ نے معاشی طور پر کافی آسودہ زندگی گزاری، تاہم آخری زمانے میں معاشی تنگی کا شکار ہوکر اپنے تین بیٹوں احسان الحق، عرفان الحق اور اکرام الحق کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے، جہاں ۱۹۵۰ء میں آپ کا وصال ہوا- آپ نے دو عقد کیے، پہلی زوجہ لاولد فوت ہوئیں اور دوسری زوجہ سے متعدد اولادیں ہوئیں، مگر تین بیٹیوں کے علاوہ سب انتقال کر گئیں-

۳؎ حکیم مولوی وہاج الحق کو فن طب میں مہارت حاصل تھی اور آپ کا شمار بڑے اطبا میں

ہوتا تھا۔ آپ نے جدید طرز پر علم طب کا ایک مدرسہ بنام "مدرسہ طبیہ وہاجیہ" قائم فرمایا، جس کی تعلیمی کارکردگی اور وسعت کو دیکھتے ہوئے کالج کے درجے پر ترقی دے دی گئی۔ اس کالج میں آپ نے طلبہ کے لیے ایک ہاسٹل اور اپنے بیٹے مولوی حکیم معراج الحق کی نگرانی میں ایک کلینک بھی قائم فرمایا، جس میں غربا کا مفت علاج و معالجہ ہوتا اور سرجری بھی ہوتی۔ نومبر ۱۸۹۲ء میں آپ کے والد نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا اور ان ہی کے ساتھ ۱۹۰۷ء میں آپ حج کے لیے بھی گئے۔ آپ کے دو عقد ہوئے، پہلی زوجہ لاولد فوت ہوئیں اور دوسری سے دو بیٹے مولوی سراج الحق (ف: ۱۹۲۰ء) اور مولوی حکیم معراج الحق (ف: ۱۹۸۱ء) اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ آپ نے نوے برس سے زائد طویل عمر پا کر ۹ر اپریل ۱۹۶۰ء میں وفات پائی۔

۴ے مولوی امتیاز الحق نے متوسطات تک درس نظامی پڑھنے کے بعد علم طب حاصل کیا۔ اس کے بعد حیدرآباد دکن چلے گئے جہاں سلطنت نظام کے شعبۂ طب میں ملازم ہو گئے۔ آپ کا وصال جوانی میں ہو گیا، آپ کے ایک صاحب زادے مولوی سعید الحق تھے، جن کی پرورش ان کے تایا مولوی شمس الحق نے کی۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۷۴-۷۵
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۰۴
تذکرۂ علمائے حال:	ص:۷۰
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۱۶۹-۱۷۰
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۳۲۳
نزہۃ الخواطر (عربی):	جلد:۸، ص:۱۱۳۳۶
Combridge of India: Farangi Mahall:	P:118-to-124

م

[98]

لے ملا مراد اللہ اپنے عہد کے نہایت فاضل، جید اور عالم ربانی تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ شروع کیا، آپ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا- تدریس کے سلسلے میں بڑودہ گجرات چلے گئے، وہاں سے حج کے لیے اور پھر حج سے واپسی پر وصال فرمایا-

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۵

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۲

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۷۰-۱۷۱

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۱۰۸

[99]

لے ملا محب اللہ، ملا احمد عبد الحق کی پہلی زوجہ سے سب سے بڑے بیٹے تھے- آپ نہایت فاضل اور جید عالم دین تھے- تفسیر بیضاوی اور ہدایہ میں کمال حاصل تھا- ملا حسن اور ملا احمد حسین سے ان دونوں کتابوں پر مذاکرۂ علمیہ کے دوران ایسی نکات آفرینی کرتے کہ وہ لوگ بھی داد دیے بغیر نہیں رہتے- معاشی تنگی کی وجہ سے تدریس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے، تاہم ملازمت کے دوران

بھی ہمیشہ مطالعہ کتب میں مصروف رہتے۔ سب سے پہلے آپ نے اکبر یار خاں کے یہاں بحیثیت سوار ملازمت کی، اس کے بعد کچھ عرصے باندہ میں میر باقر قلع دار کی جانب سے تحصیل دار رہے۔ آپ نہایت شفیق انسان تھے، اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی ملا احمد انوار الحق اور ملا ازہار الحق کی والد کی طرح پرورش کی اور ان پر دست شفقت رکھا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ملا احمد انوار الحق نے فرمایا: ''آج میں یتیم ہو گیا۔'' آپ کے دو عقد ہوئے، پہلی زوجہ سے دو بیٹے ملا محمد مبین اور ملا حبیب اللہ تھے، جب کہ دوسرے عقد سے ایک بیٹے ملا محمد اسحٰق ہوئے۔

دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۵-۷۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۳-۱۴

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۷۱-۱۷۲

[100]

۱؎ ملا محمد مبین اپنے عہد کے بلند پایہ اور مشہور عالم تھے۔ ملا حسن سے درسیات کی تکمیل کے بعد فرنگی محل، لکھنؤ میں ہی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا، کچھ ہی عرصے میں آپ کی قابلیت اور درس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور آپ کی درس گاہ میں شاگردوں کی کثرت تمام ہم عصر علما سے زیادہ ہو گئی۔ آپ کے علم و فضل کے پیش نظر عوام، خواص، علما اور امرا سب ہی آپ کی بے حد عزت و تکریم کرتے۔ اسی زمانے میں ملا حسن کے رام پور چلے جانے کے بعد آپ کی درس گاہ کی اہمیت اور مرکزیت مزید بڑھ گئی۔ ہر جمعہ کو فرنگی محل کی مسجد میں آپ کا وعظ بھی ہوتا تھا، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایسا اثر انگیز وعظ ہوتا کہ لوگ سن کر زار و قطار روتے تھے۔ آپ کو بزرگان دین سے بڑی عقیدت تھی، چناں چہ مولانا شاہ حقانی اور شاہ شاکر اللہ کی خدمت میں اکثر حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے تھے۔ آپ نے دو نکاح کیے تھے، پہلا نکاح اپنے پھوپھا ملا حسن کی صاحب زادی سے کیا، جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو دوسرا نکاح کیا، جس سے تین لڑکوں کے علاوہ دو لڑکیاں ہوئیں۔

۲؎ اس کتاب کا نام ''جواہر الفرائد'' ہے۔

۳؎ اس کتاب کا نام ''وسیلۃ النجاۃ'' ہے۔

۴؎ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے۔

۵؎ آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے، بحر العلوم ملا عبد العلی کے بعد خانوادۂ فرنگی محل میں سب سے زیادہ شروح اور حواشی آپ ہی کے ہیں، اُس عہد کی تقریباً ہر درسی کتاب پر آپ کی تعلیقات موجود ہیں۔ متن میں مذکور تصانیف و حواشی کے علاوہ یہ کتابیں بھی قابل ذکر ہیں:

- شرح اسمائے حسنی
- احوال ائمہ اثنا عشر
- حاشیہ رسالہ میر زاہد
- حاشیہ میر زاہد ملا جلال
- حاشیہ میر زاہد شرح مواقف
- ترجمہ حکایات الصالحین، وغیرہ۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۵-۷۶

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۴-تا-۱۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ۱۷۲-تا-۱۷۴

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۴۰۱

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۳۵۹-۳۶۰

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۰۷۷

[101]

۱؎ ملا محمد معین بھی اپنے والد ماجد ملا مبین کی طرح معروف اور بے مثال عالم دین تھے، علم حدیث، فقہ، اصول اور ادب میں اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد

درس و تدریس، وعظ و تذکیر اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہو گئے۔ ان مصروفیات کے باوجود عابد شب زندہ دار اور متقی و پرہیز گار تھے۔ اپنے والد کی جگہ ہر جمعہ کو فرنگی محل کی مسجد میں آپ کا وعظ بھی ہوتا۔ آپ کا نکاح ملا محمد یوسف کی صاحب زادی سے ہوا، جن سے دو لڑکے تولد ہوئے۔ ملا محمد معین کا وصال جوانی میں ہوا۔

۲۔ اس کتاب کا نام ''غاية الكلام فى القراءة خلف الامام'' ہے۔

۳۔ متن میں مذکور تصانیف کے علاوہ شرح رسالہ امام نووی، ابراز الکنوز فی أحوال ارباب الرموز، حاشیہ صدرا (در بحث ہیولیٰ) بھی علمی یادگار ہیں۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۷۶
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۲۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۷۴
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۳۶۱
نزهة الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۱۱۰۵

[102]

۱۔ ابو الجیش ملا محمد مہدی تعلیم سے فراغت کے بعد ایک عرصے تک اپنے والد کی جگہ مسند افتا پر متمکن رہے۔ اس کے بعد انگریزی حکومت کی جانب سے رجسٹرار کے عہدے پر تقرر ہوا۔ منصبی مصروفیات کی وجہ سے تدریس کی نوبت نہیں آسکی۔ ایک سفر کے دوران فیض آباد کے دریا میں غرق ہو کر وفات پائی۔

۲۔ مولوی محمد قاسم نے حفظ قرآن کے بعد مروجہ علوم وفنون اپنے دادا مفتی محمد یوسف سے پڑھے، معاش کے سلسلے میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور پوری زندگی وہیں گزار کر ۱۳۳۳ھ/1915ء میں وفات پائی۔

۳۔ مولوی ابو محمد نے مروجہ علوم اسلامی کی تحصیل نہیں کی تھی، محکمہ پولیس میں ملازمت تھی، اس

لیے ہمیشہ وطن سے باہر رہے- نکاح کی نوبت نہیں آسکی- ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں وفات پائی-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۷۶
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۱۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۱۷۸-۱۷۹

ن

[103]

[۱] استاذ الہند ملا نظام الدین محمد کے تفصیلی احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

ابجد العلوم (عربی):	جلد: ۳، ص: ۲۴۱
احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۷۷
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۵-۶
بانی درس نظامی:	مفتی محمد رضا فرنگی محلی
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۷۹-تا-۱۸۲
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۴۴۵-۴۴۶
سبحۃ المرجان (عربی):	ص: ۱۷۶-۱۷۷
حدائق الحنفیہ:	ص: ۴۶۴
مآثر الکرام (فارسی):	دفتر اول: ص: ۲۲۰-۲۲۱
مقالات شبلی:	جلد: ۳، ص: ۹۸-تا-۱۰۷
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۶، ص: ۸۵۱-۸۵۲

[104]

لے ملا نورالحق اپنے عہد کے متبحر عالم دین اور خانوادۂ فرنگی محل کی ممتاز شخصیت تھی۔ آپ کی ولادت اور پرورش لکھنؤ میں ہوئی۔ اپنے والد مولانا احمد انوار الحق اور ملا مبین سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی مولانا علاء الدین کے ساتھ بحر العلوم ملا عبد العلی کی خدمت میں رام پور اور بوہار (بنگال) گئے اور تمام علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور مسند تدریس لگائی، جلد ہی آپ کے درس کی شہرت ہونے لگی اور ہندوستان کے مختلف حصوں سے سیکڑوں طلبہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر اکتساب علم کرنے لگے، آپ کے سیکڑوں شاگرد ہوئے، ان میں مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، مرزا حسن علی محدث اور مولانا حسین احمد محدث بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی میں بھی یگانہ تھے، آپ کے مریدین بھی کثرت سے ہوئے، کیوں کہ یہ سلسلہ آپ نے والد ماجد کے حکم سے ان کی حیات میں ہی شروع کر دیا تھا۔ تنگ دستی کے باوجود امرا اور حکام کی صحبت اور ان سے ملاقات سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ کا نکاح آپ کی چچازاد بہن اور ملا محب اللہ کی صاحب زادی سے ہوا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۷۷
اغصان اربعہ (فارسی):	ص:۱۰۲
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۱۹۱-تا-۱۹۳
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۴۵۲
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۳۹۳-۳۹۴
نزہۃ الخواطر (عربی):	جلد:۷،ص:۱۱۲۸

[105]

لے ملا نظام الحق نے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل اپنے چچا ملا برہان الحق سے کی اور ان ہی سے بیعت واجازت بھی حاصل تھی۔

۲۔ مولوی حسام الحق نے کتب درسیہ ملا اسد اللہ (ابن ملا نور اللہ) اور ملا برہان الحق سے پڑھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد معاش کی تلاش میں حیدر آباد دکن چلے گئے، وہاں سند وکالت حاصل کر کے اسی پیشے سے وابستہ ہو گئے، آخر عمر میں فالج ہو گیا، اسی حالت میں واپس آکر اپنے سسرال کاکوری میں بود و باش اختیار کی اور ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء میں وفات پائی۔ کاکوری میں ہی دو عقد کیے، مگر اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔

۳۔ مولوی زاہد الحق درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھ کر معاش کی تلاش میں بھوپال چلے گئے اور وہاں برسوں ملازم رہے۔ بیمار ہو کر وطن (لکھنؤ) واپس آئے اور اسی سال انتقال ہو گیا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۷-۷۸
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۰۳
تذکرہ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۹۳

[106]

۱۔ ملا حکیم نصیر الحق کا لکھنؤ میں ایک عرصے تک مطب رہا، اس کے بعد آگرہ کے سرکاری اسکول میں مدرس عربی ہو گئے۔ آپ کا عقد آپ کی چچا زاد بہن (دختر مولوی حسام الحق) سے ہوا، جن سے تین لڑکیاں ہوئیں، اولاد ذکور ہوئیں مگر بچپن میں انتقال کر گئیں۔ آپ کی وفات ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۸
تذکرہ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۹۳-۱۹۴
Combridge of India: Farangi Mahall: P:112-113

[107]

۱۔ ملا نور اللہ اپنے والد سے تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا، اس لیے آپ

اپنے ہی والد کے شاگرد ملا عبدالواجد خیرآبادی سے تکمیل کے لیے خیرآباد چلے گئے اور

فراغت پائی۔ علم ریاضی بھی وہیں حاصل کیا۔

۲؎ حکومت اودھ کی جانب سے قلم دان افتا آپ کے حوالے کیا گیا تھا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۸

اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۰۳

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۱۸۲-۱۸۳

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۷، ص: ۱۱۳۰

[108]

۱؎ ملا نعمت اللہ بڑودہ (گجرات) کے بعد بتیا (بہار) کے راجہ کی دعوت پر بتیا چلے گئے اور زندگی کے آخر تک وہاں تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس درمیان نواب کلب علی خاں (والی رام پور) نے آپ کو اپنی ریاست کے لیے طلب کیا، مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کے طرز تعلیم کا کافی شہرہ تھا، اس لیے ہندوستان کے مختلف حصوں سے سیکڑوں طلبہ آپ سے اکتساب علم و فن کے لیے حاضر ہوتے، مشہور تھا کہ غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے یہاں پڑھ لکھ جاتا۔ بتیا سے آپ اپنے وطن واپس آ رہے تھے کہ بنارس پہنچ کر آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور وہیں انتقال کر گئے۔ محلہ مرواڈیہہ، بنارس میں شاہ طیب بنارسی قدس سرہ کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

۲؎ ملا احمد اللہ تعلیم سے فراغت کے بعد کبھی کبھی درس دیا کرتے۔ عمر کا زیادہ حصہ قرآن کریم کی تلاوت میں گزارا، روزانہ کم از کم ایک قرآن ختم کرتے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں:

- شرح خلاصۃ الحساب
- ترجمہ شریفیہ
- رسالہ ذکر ولادت شریف
- رسالہ شہادت نامہ

- رسالہ نصائح
- رسالہ وعظ
- رسالہ (رد اہل تشیع)

آپ کی سنہ وفات کا علم نہ ہو سکا۔

۳؎ ملا برکت اللہ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں ایک زمانے تک درس دیتے رہے۔ فارسی اور اردو کے قادر الکلام اور صاحب دیوان شاعر تھے، فارسی میں خواجہ عزیز الدین لکھنوی (ف:۱۹۱۵ء) سے اور اردو میں امیر احمد مینائی (ف:۱۹۰۰ء) سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ کا اردو دیوان شائع ہو چکا ہے۔ اپنے مرشد ملا عبد الرؤف کے وصال کے بعد مولانا قیام الدین عبد الباری سے تجدید بیعت کی۔ آپ کے دو عقد ہوئے، دوسری زوجہ سے ایک صاحب زادے مولوی فرحت اللہ (ف:۱۹۷۴ء) اور تین بیٹیاں تھیں۔ آپ کی وفات ۱۲؍ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ/ جولائی ۱۹۲۵ء کو ہوا۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص:۷۸-۷۹
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص:۱۸۳-تا-۱۸۵
تذکرۂ علمائے ہند:	ص:۴۴۸
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص:۳۹۰
نزھة الخواطر (عربی):	جلد:۷،ص:۱۱۲۵-۱۱۲۶
Combridge of India: Farangi Mahall:	P:62-to-64

[109]

۱؎ ملا محمد نعیم اللہ نے تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس میں مصروف ہو گئے، مگر معاش کی وجہ سے تدریس سے دست بردار ہو کر حکومت اودھ میں اہم عہدے پر رہے اور نہایت شان و شوکت سے زندگی بسر کی۔ معرکہ سنہ ستاون کے بعد آپ خانہ نشین ہو گئے اور سرطان کے مرض میں ۱۶؍شوال

۱۲۸۲ھ/ مارچ ۱۸۶۶ء کو وفات پائی۔ آپ کے تین عقد ہوئے، دوسری زوجہ سے ایک بیٹی اور تیسری سے ایک بیٹے (ملا احسان اللہ) اور دو بیٹیاں ہوئیں۔

[2] اس رسالے کا نام "خلاصۃ الفرائض" ہے، جو شائع ہو چکا ہے۔

[3] ملا احسان اللہ کے تین بیٹے تھے، بڑے بیٹے مولوی عتیق اللہ کا جوانی میں حیدر آباد دکن میں ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء کو انتقال ہو گیا۔

[4] ملا محب اللہ ابن ملا احسان اللہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو حیدر آباد میں فوت ہوئے۔

[5] مولوی روح اللہ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں ابتدائی کتابیں پڑھ کر اپنے والد کے ساتھ حیدر آباد دکن چلے گئے، وہاں انٹرنس کا امتحان پاس کیا، وطن واپس آئے، ملا انعام اللہ کی بیٹی سے عقد کیا، ایک بیٹی اور ایک بیٹے مولوی محمد سلیم ولی اللہ (ف: ۱۹۷۸ء) ہوئے۔ واپس آکر مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے ایک بار پھر وابستہ ہو گئے اور یہ وابستگی زندگی کی آخری سانس تک رہی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ۲۰؍ جولائی ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ آپ مولانا قیام الدین عبد الباری سے بیعت تھے۔

[6] مولوی نور اللہ بھی مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں ابتدائی کتابیں پڑھ کر حیدر آباد دکن چلے گئے، جہاں انٹرنس کے امتحان میں کامیاب ہو کر نظام دکن کی حکومت میں ملازم ہو گئے، لیکن بعد میں وکالت کا امتحان پاس کر کے اسی پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ ملا عبد الہادی کی صاحب زادی سے عقد کیا، ایک لڑکی متولد ہوئی مگر انتقال کر گئی، پھر دوسرا عقد حیدر آباد میں کیا، جس سے دو بیٹے عتیق اللہ اور مجیب اللہ پیدا ہوئے۔ مولوی نور اللہ نے ۲۶؍ دسمبر ۱۹۷۲ء کو وفات پائی۔

[7] مولوی ظہور اللہ عرف ثناء اللہ بھی مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں ابتدائی کتابیں پڑھ کر اپنے والد کے پاس حیدر آباد دکن چلے گئے، جہاں انٹرنس کے امتحان میں کامیاب ہو کر واپس آئے، اس کے بعد مدرسہ نظامیہ میں مدرس ہو گئے۔ ۱۹۲۵ء میں فتح پور میں عقد کیا، تین بیٹیاں اور ایک بیٹے مولانا لطف اللہ ہوئے۔ مولوی ظہور اللہ عرف ثناء اللہ نے ۱۹۸۰ء میں وفات پائی۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۷۹

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۸۹-تا-۱۹۰

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۴۴۸-۴۴۹

نزهة الخواطر (عربی): جلد:۷، ص:۱۱۲۶

Combridge of India: Farangi Mahall: P:90-to-93

[110]

۱۔ مزید دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۸

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۰

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۸۵

[111]

۱۔ ملا محمد نعیم معروف عالم اور ممتاز فقیہ تھے۔ زندگی کے آخر تک تدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہے۔ ہر جمعہ کو مولوی حیدر علی کی مسجد میں وعظ بھی دیتے۔ نہایت عابد، متقی اور توکل پسند تھے۔ زندگی تنگی میں گزرتی مگر کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے۔ آپ کے علم و فضل کے پیش نظر انگریزی حکومت نے آپ کو ''شمس العلماء'' کے خطاب سے نوازا، جس کا ذکر آپ کو پسند نہیں تھا، کبھی کسی امیر کے دربار میں حاضر نہیں ہوتے اور نہ حکام سے ملنا پسند کرتے۔ آپ کو بیعت و اجازت اپنے والد ماجد سے تھی اور جب حج کے لیے گئے تو مکہ میں مولانا شاہ امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی سلسلۂ چشتیہ کی خلافت مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کے مریدین اور تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

۲۔ ملا محمد نعیم کے دو عقد ہوئے، پہلی زوجہ سے ایک بیٹی اور ایک بیٹے مولوی محمد اکرم ہوئے، جنھوں نے اپنے والد سے تمام علوم حاصل کیے اور تدریس سے وابستہ ہو گئے، ان کا وصال اپنے والد کی حیات میں ہی شعبان ۱۳۱۱ھ/ فروری ۱۸۹۴ء کو ہوا۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے، مولوی محمد اعلم، جو اپنے دادا ملا محمد نعیم کے سامنے جوانی میں ۱۸۹۸ء کو انتقال کر گئے۔ دوسرے مولوی محمد اسلم،

جنھوں نے اپنے دادا اور ماموں شمس العلماء ملا عبدالمجید اور شمس العلماء ملا عبدالحمید سے مروجہ علوم پڑھے، جب کہ رام پور جا کر مولانا محمد شاہ رام پوری اور مولانا شعیب الدین (تلمیذ مولانا عبدالحق خیرآبادی) سے تکمیل کی۔ اپنے دادا سے بیعت ہو کر تمام سلاسل کی اجازت پائی۔ دادا محترم ملا محمد نعیم کے وصال کے بعد حسب وصیت ان کے جانشین قرار پائے۔ آپ کی متعدد تصانیف و تالیف اور حواشی و ترجمے ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

- المعلم ترجمہ تعلیم المتعلم
- عمدۃ الفرائد ترجمہ شرح عقائد
- کبری (ترجمہ عربی)
- شرح فقہ اکبر از بحر العلوم (ترجمہ اردو)
- التعلیق الاظہر علی الاصغر
- حاشیہ صحیح بخاری
- حاشیہ مشکوۃ المصابیح
- حاشیہ ضابطۂ تہذیب
- حاشیہ مختلطات قطبی
- حاشیہ شرح عقائد جلالی
- لوازم الاحناف للاسلاف علی الاخلاف
- الاصول البہیہ فی علم الاحادیث النبویہ
- سہ رسالہ (در صلوۃ التسبیح، صلوۃ الحاجۃ، صلوۃ التوبہ)

آپ کے دو عقد ہوئے، پہلی زوجہ سے ایک بچے کی ولادت ہوئی، مگر ولادت کے وقت زچہ بچہ انتقال کر گئے۔ دوسری زوجہ سے ایک بیٹی اور چھ بیٹے ہوئے۔ آپ کی وفات ۲۲/ اگست ۱۹۵۱ء کو ہوئی۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۷۹-۸۰

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۱۳۷

تذکرۂ علمائے حال: ص:۸۶

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۹۴-تا-۱۹۶

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۴۱۰

تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۳۶۲

نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۸، ص:۱۳۷۵

Combridge of India: Farangi Mahall: P:198-199

[112]

[1] ملا محمد ولی اپنے عہد کے نامور فقیہ اور بے مثال عالم دین تھے- آپ کے والد ملا قاضی غلام مصطفی کی شہادت کے بعد بادشاہ دہلی نے آپ کو پرگنہ ملاواں (لکھنؤ) کا منصب افتا و قضا سپرد کیا، جب تک حکام وقت کی مداخلت نہیں ہوئی، آپ اپنی منصبی ذمہ داری نبھاتے رہے، اس کے بعد مستعفی ہو کر فرنگی محل میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا، آپ کے درس کا خوب شہرہ تھا، اس لیے ذہین و فطین طلبہ اکتساب علم و فن کے لیے حاضر ہوتے- آپ کے تلامذہ میں متعدد افراد آگے چل کر نامور علما ہوئے، ان میں مولانا فضل امام خیر آبادی، مولانا عبدالنافع ابن بحر العلوم ملا عبدالعلی، قاضی سراج الدین موہانی، مولانا احسان اللہ انامی، انشاء اللہ خاں انشا (مشہور شاعر)، مولانا عبدالواجد خیر آبادی، قاضی رکن الدین فتح پوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں- ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۴ء کو آپ کا وصال ہوا-

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص:۸۰

اغصان اربعہ (فارسی): ص:۷-۸

تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص:۱۹۶-۱۹۷

تذکرۂ علمائے ہند: ص:۴۱۱
تذکرۂ علمائے ہندوستان: ص:۳۶۲
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد:۶، ص:۸۴۲

[113]

۱۔ ملا ولی اللہ کی دنیاوی وجاہت اور علمی و دینی خدمات غیر معمولی تھیں۔ ہمیشہ حکومت اودھ میں مختلف اہم عہدوں پر رہے۔ پوری زندگی تدریس اور تصنیف وتالیف میں بسر کی۔ آپ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ آپ ملا احمد انوار الحق سے بیعت تھے۔ پیر ومرشد سے غیر معمولی عقیدت و محبت تھی، آپ نے ''اغصان اربعہ'' جیسی اہم کتاب دراصل اپنے پیر ومرشد کے حالات اور ملفوظات لکھنے کے لیے تصنیف کیا۔

۲۔ ملا ولی اللہ خانوادۂ فرنگی محل میں ملا نظام الدین، بحر العلوم ملا عبد العلی اور ملا مبین کے بعد چوتھے شخص ہیں، جو کثرت تالیف وتصنیف میں اپنے اگلوں سے بھی بازی لے گئے، آپ کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد تھی۔ فرنگی محل کے آپ پہلے عالم ہیں، جس نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی، اس تفسیر کا نام ''معدن الجواہر'' ہے، جو فارسی زبان میں بڑی تقطیع پر آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے۔ متن میں مذکور تصانیف کے علاوہ کچھ اور اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

- حاشیہ ہدایۃ الفقہ
- مراۃ المومنین وتنبیہ الغافلین فی مناقب آل سید المرسلین
- شرح غایۃ العلوم
- شرح معارج العلوم
- کشف الابرار فی خصائص سید الابرار
- حاشیہ ہدایہ (چار ضخیم جلد)
- تذکرۃ المیزان
- تکملہ شرح سلم (از ملا احمد عبد الحق)

- تکملہ شرح سلم (از ملا حسن)

۳۔ اس رسالے کا نام ''آداب السلاطین'' ہے۔

۴۔ ملا انعام اللہ انگریزی حکومت میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ قادر الکلام اور صاحب دیوان شاعر بھی تھے، انعام تخلص تھا۔ آپ کا وصال رجب ۱۳۲۱ھ/ ۱۹۰۳ء میں ہوا۔

۵۔ اس رسالے کا نام ''سفینۃ النجات'' ہے۔

۶۔ ملا افضال اللہ فیض آباد میں بہو بیگم کے مقبرے کے مہتمم رہے، اس کے بعد اکبر پور میں ملازم ہو گئے۔ آپ کا وصال رجب ۱۳۲۶ھ/ اگست ۱۹۰۸ء کو ہوا۔

۷۔ مولوی صفی اللہ اپنے آخری زمانے میں فالج کے مرض میں مبتلا ہو کر وطن واپس آئے اور برسوں اسی حالت میں رہے، آخر رجب ۱۳۳۳ھ/ مئی ۱۹۱۵ء میں انتقال ہو گیا۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

ملا ولی اللہ کے احوال کے لیے ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل:	ص: ۸۰-۸۱
اغصان اربعہ (فارسی):	ص: ۲۷-۲۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل:	ص: ۱۹۷-تا-۲۰۰
تذکرۂ علمائے ہند:	ص: ۵۴۶-۵۴۷
تذکرۂ علمائے ہندوستان:	ص: ۴۰۲-۴۰۳
نزھۃ الخواطر (عربی):	جلد: ۷، ص: ۱۱۳۵

[114]

۱۔ مفتی محمد یعقوب اپنے عہد کے ممتاز عالم اور فقیہ تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد مسند درس پر متمکن ہوئے اور بہت جلد استاذ الہند ملا نظام الدین کی حیات میں ہی آپ کے درس کی شہرت پھیل گئی۔ آپ کی دیانت اور تقوی کی مثالیں دی جاتیں، اس لیے حکومت اودھ کی جانب سے عہدۂ افتا آپ کے سپرد ہوا۔ عوام کے ساتھ حکام کو آپ کے فیصلوں اور فتووں پر بہت اعتماد تھا،

آپ اپنی پوری زندگی اس سرکاری عہدے پر فائز رہے۔ آنکھوں سے معذوری کے بعد یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے، تاہم گھر پر فتاوے پر دستخط فرماتے اور اپنے صاحب زادوں مفتی احمد ابو الرحم وغیرہ کی تربیت فرماتے۔ آپ کا عقد اپنی چچازاد بہن (دختر ملا احمد عبد الحق) سے ہوا جن سے چار بیٹوں کے علاوہ تین بیٹیاں بھی متولد ہوئیں۔

ملاحظہ ہو:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۸۱
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۲-۱۱۳
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۲۰۵-۲۰۶
تذکرۂ علمائے ہند: ص: ۴۱۴
نزھۃ الخواطر (عربی): جلد: ۶، ص: ۸۷۰

[115]

۱ مفتی محمد یوسف تعلیم سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصے تک فرنگی محل میں تدریس و تالیف میں مصروف رہے، اپنے والد مفتی محمد اصغر کے وصال ۱۸۳۹ء کے بعد حکومت اودھ نے عہدۂ افتا آپ کے سپرد کیا، اس عہدے پر آپ معرکہ ۱۸۵۷ء تک متمکن رہے، گویا حکومت اودھ کی عدالت کے آپ آخری مفتی تھے۔ معرکے میں آپ کا گھر بار، مال و اسباب اور کتب خانہ لوٹ لیا گیا، اس کے بعد نہایت تنگ دستی میں زندگی گزر رہی تھی۔ آپ کے تلمیذ ملا عبد الحلیم فرنگی محلی جب جون پور سے حیدر آباد جانے لگے تو اپنی جگہ آپ کو مقرر کرا گئے۔ شعبان ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

۲ تمام قدیم تذکروں میں آپ کا سنہ وفات ۱۲۸۶ھ مذکور ہے: ”بزیارت روضۂ اقدس نبوی ﷺ بمدینہ منورہ رفتند در آنجا علیل شدہ بتاریخ ۱۹ر ذی قعدہ ۱۲۸۶ھ مسافر ملک بقا گردیدند۔“ (اغصان اربعہ، ص: ۱۱۸)۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۸۲
اغصان اربعہ (فارسی): ص: ۱۱۷-۱۱۸
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ص: ۲۰۶-تا-۲۰۹
تذکرۂ علمائے ہند: ص: ۴۱۴
حدائق الحنفیہ: ص: ۵۰۳-۵۰۴
نزہۃ الخواطر (عربی): جلد: ۷، ص: ۱۱۳۸-۱۱۳۹

[116]

۱۔ مفتی محمد یوسف ابن مولوی محمد قاسم نے تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں درس دینا شروع کیا، یہ سلسلہ زندگی کے آخر تک چلتا رہا۔ آپ نے "مطبع یوسفی قائم کیا، جس کے ذریعے سیکڑوں کتابوں کی اشاعت عمل میں آئی۔ آپ ملا عبدالرزاق سے بیعت تھے۔ آپ کا عقد مولانا ابوالحسنات عبدالحی کی اکلوتی صاحب زادی سے ہوا، جن سے تین بیٹے ہوئے۔ آپ کی وفات صفر ۱۳۴۴ھ/ اگست ۱۹۲۵ء کو ہوا۔

۲۔ مولانا ابوالرحم محمد ایوب (نواسہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی) نے مروجہ علوم وفنون مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں مولانا عبدالباری اور دیگر اساتذہ سے پڑھے۔ اس کے بعد ایک عرصے تک مدرسہ نظامیہ میں ہی تدریس سے وابستہ رہے۔ آپ نے حاشیہ سنن ابی داؤد اور تکملہ عمدۃ الرعایہ تحریر فرمایا اور "مجموعہ فتاوی" کی جدید ترتیب بھی دی۔ مولانا عبدالباری صاحب کے برادر اکبر مولانا عبدالرؤف کی صاحب زادی سے عقد کیا، جن سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے محمد احمد عبدالحی، محمد اصغر، محمد یعقوب اور محمد مہدی ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۰؍ رمضان ۱۳۹۳ھ/ ۷؍ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو ہوا۔

۳۔ مولانا ابوالفضل محمد یونس نے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے درس نظامی کی تحصیل وتکمیل کی، آپ نہایت ذہین اور فاضل شخصیت کے مالک تھے، جدید علوم اور انگریزی زبان سے اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ جنوبی ہند کی نامور یونیورسٹی "جامعہ عثمانیہ" حیدرآباد میں بحیثیت پروفیسر تقرری ہوئی، تاہم مرض لاحق ہو گیا، بیماری کی حالت میں وطن واپس آئے اور ربیع الاول ۱۳۴۱ھ/ اکتوبر

۱۹۲۲ء میں وفات پائی - آپ متعدد اہم کتابوں کے مصنف تھے، آپ کی دو کتابیں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے بھی شائع ہوئیں -

؎ مولانا ابوالکرم محمد ادریس نے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل سے حفظ کیا اور درس نظامیہ کی تکمیل کی، فراغت کے بعد "تکمیل الطب کالج" سے طب کی سند حاصل کی، پنجاب یونیورسٹی سے فاضل کے امتحان میں کامیابی پائی، اس کے بعد انٹرنس کے امتحان بھی کامیاب ہوئے - کچھ عرصے مدرسہ نظامیہ میں درس دیا، پھر اپنے والد کے وصال ۱۹۲۵ء کے بعد "مطبع یوسفی" کی طرف متوجہ ہوئے - آپ کا عقد ۱۹۲۷ء میں مولوی انیس احمد کاکوروی (ایڈیٹر 'اخبار حقیقت') کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوا، جس سے ایک بیٹی ہوئی - مولانا ادریس کی وفات ۱۹۶۶ء میں ہوئی -

دیکھئے:

احوال علمائے فرنگی محل: ص: ۸۳

تذکرہ علمائے فرنگی محل: ص: ۲۱۰-۲۱۱

Combridge of India: Farangi Mahall: P:174-175-177

* * *

تعارف کتب مصادر(۱)

[ا] مقدمہ ھدایہ:

مولانا عبدالحئ فرنگی محلی نے فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب ''الھدایۃ'' مصنفہ برہان الدین ابوالحسن علی بن حسن فرغانی مرغینانی (ف ۵۹۳ھ) پر عالمانہ حواشی وتعلیقات کے بعد دو علمی مقدمے تحریر کیے ہیں۔ یہ دونوں مقدمے دو مستقل ناموں سے معروف ہیں: پہلا مقدمہ ''مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الھدایہ'' اور دوسرا رسالہ ''مقدمۃ الھدایۃ'' کے نام سے ہے۔ ہندوستانی نسخوں میں ''ہدایہ اولین'' کے ساتھ پہلا مقدمہ اور ''ہدایہ اخیرین'' کے ساتھ دوسرا مقدمہ شائع ہوتا ہے۔

''مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الھدایہ'' جہازی سائز کے ۱۱ر صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں تحریر کیا گیا۔ پوری کتاب ۵ر ہدایات پر مشتمل ہے۔ ہدایت اول میں ''ہدایہ'' میں مذکور شخصیات کی سوانح وتراجم ہیں، جسے الف بائی ترتیب سے تحریر کیا گیا ہے۔ ہدایت دوم میں ''ہدایہ'' کے مبہم اور مغلق مقامات کی قولہ اور اقول کے اسلوب میں تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ ہدایت سوم کے تحت ہدایہ میں مذکور انساب وقبائل کی تفصیلات مندرج ہیں۔ ہدایت چہارم میں ہدایہ میں مذکور اماکن ومقامات کا تعارف ہے۔ ہدایت پنجم میں صاحب ہدایہ کے علمی وفقہی تسامحات کا ذکر ہے۔ صاحب ہدایہ کے تسامحات کو بالترتیب ''منھا'' کے ذریعے علاحدہ علاحدہ ذکر کیا ہے اور ہر

---

(۱) زیرِنظر تذکرے کی تصنیف میں مصنف نے جن اہم اور بنیادی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، یہ باب ان کے تعارف پر مشتمل ہے۔

تسامح کے ساتھ صاحب مقدمہ نے اپنی علمی رائے بھی رکھی ہے۔

دوسرا مقدمہ بنام ‘‘مقدمة الهداية’’ ‘‘ہدایہ اخیرین’’ کے ساتھ شامل ہے۔ یہ رسالہ جہازی سائز کے ۱۵/ صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء میں لکھا گیا۔ ‘‘مقدمۃ الہدایہ’’ بھی مسائل ہدایہ کے فہم وادراک میں بصیرت عطا کرتا ہے، جو ۶/ ہدایات پر مشتمل ہے: ہدایت اول: صاحب ہدایہ کی حیات اور تصنیفی خدمات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ ہدایت دوم میں ہدایہ کے طرز نگارش اور طریقہ کار کو بتایا گیا ہے۔ ہدایت سوم میں ہدایہ کے نصف اخیر میں واقع مصنف کی بعض تسامحات اور اس پر اپنی علمی رائے کو پیش کیا ہے۔ ہدایت چہارم کے تحت کتب احناف میں بعض مستعمل فقہی اصطلاحات کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ ہدایت پنجم کے تحت ہدایہ کے نصف اخیر میں مذکور علما کی حیات پر اجمالاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہدایت ششم کے تحت مقدمہ نگار نے اپنے استاذ سید احمد زینی دحلان مکی سے حاصل شدہ ہدایہ کی سند اجازت کا ذکر کیا ہے۔

[۲] مقدمة عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية:

مولانا عبدالحئ فرنگی محلی کے درسی ونصابی کتابوں پر تحریر کیے گئے مقدمات میں سے یہ ایک اہم علمی مقدمہ ہے۔ یہ فل سائز کے ۴۴/ صفحات پر مشتمل ہے، جو فقہ حنفی کی معروف درسی کتاب ‘‘شرح الوقایہ’’ (جلد اول) مصنفہ شیخ عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ (ف: ۷۴۷ھ) کے شروع میں ہندوستانی نسخوں میں شائع ہوتا ہے۔ ‘‘شرح وقایہ’’ پر صاحب مقدمہ کا علمی حاشیہ وتعلیق ‘‘عمدۃ الرعایہ’’ کے نام سے ہے۔ ‘‘شرح وقایہ’’ کے ساتھ اس کے مقدمہ ‘‘عمدۃ الرعایہ’’ کو بھی شہرت وقبولیت حاصل ہے۔ اس تفصیلی مقدمے میں ‘‘شرح وقایہ’’ پر حاشیہ تحریر کرنے کی ضرورت، متن اور شرح کی فقہ حنفی میں اہمیت کو بیان کرنے کے بعد مقدمہ کے اہم علمی فوائد ونکات کو ‘‘دراسات’’ کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ دراسہ اول میں علم فقہ کی اشاعت کی تاریخی حیثیت، مذاہب فقہا خصوصاً مذہب حنفی کی ترویج وارتقا کو تحریر کیا گیا ہے۔ دراسہ دوم میں فقہائے احناف کے پانچ طبقات کا ذکر اور دراسہ سوم میں فقہ حنفی سے متعلق مسائل کے تین طبقات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ دراسہ چہارم میں فقہ حنفی کی کتب معتمدہ اور غیر معتمدہ کا بیان ہے۔ دراسہ پنجم میں فقہ حنفی سے

متعلق اہم اصول و مصطلحات کی تشریح وتوضیح ہے۔ دراسہ ششم میں صاحب الوقایہ برہان الشریعہ شیخ محمود بن صدر الشریعہ احمد محبوبی اور شارح وقایہ اور ان کے آبا و اجداد کے احوال و انساب کا تذکرہ ہے۔ دراسہ ہفتم میں شارحین وقایہ کے احوال مندرج ہیں۔ دراسہ ہشتم میں شرح وقایہ کے حواشی نگاران کا تذکرہ ہے، اسی دراسہ کے تحت چوں کہ خود صاحب مقدمہ نے بھی شرح الوقایہ پر ''عمدۃ الرعایہ'' کے نام سے حواشی تحریر کیے ہیں، اس لیے حاشیہ نگاروں کے تذکرے کے بعد اپنا تذکرہ بھی قلم بند کیا ہے۔ دراسہ نہم میں ''متن الوقایہ'' اور ''شرح الوقایہ'' میں مذکور شخصیات کے تراجم تحریر کیے گئے ہیں۔

[۳] خیر العمل بتذکرۃ علماء فرنگی محل:

مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ فرنگی محلی کی عربی تصنیف ہے۔ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ علمائے فرنگی محل کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ مولانا نے کتاب کا بیش تر حصہ مرتب کر لیا تھا، مگر یہ مکمل نہیں ہو سکی، کیوں کہ ۱۸۸۶ء میں مولانا کا وصال ہو گیا۔ یہ کتاب مسودے کی شکل میں رہی اور کبھی شائع نہ ہو سکی۔ مولانا محمد قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی (ف:۱۹۲۶ء) نے اس کتاب کے جا بجا اقتباسات اپنی زیر نظر تصنیف میں نقل کیے ہیں، اسی طرح مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (ف:۱۹۴۱ء) نے بھی ''تذکرۂ علمائے فرنگی محل'' میں جگہ جگہ ''خیر العمل'' سے حوالے دیے ہیں۔ مگر پچھلی کئی دہائیوں سے اس کا مسودہ بھی مفقود ہے۔ مفتی محمد رضا فرنگی محلی (ف:۱۹۹۰ء) نے ۱۹۷۳ء میں اپنی کتاب ''بانی درس نظامی'' میں ذکر کیا ہے کہ: ''یہ (کتاب) بھی مخطوطہ کی شکل میں رہی، یہاں تک کہ مفقود الخبر ہو گئی، اس کی ایک نقل مولانا عبد الحیٔ کے ایک شاگرد اور عزیز مولانا عبد الباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی کے کتب خانے میں مدینہ منورہ میں ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء تک تھی، وہیں اس کو ایک نظر دیکھ لینے کا موقع ہاتھ آیا تھا، اس تصنیف میں علمائے فرنگی محل کی علمی اور تصنیفی خدمات کا ذکر خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔'' (ص:۱۴)

[۴] حسرۃ العالم بوفاۃ مرجع العالم:

اس کتاب کا مکمل نام ''حسرۃ العالم بوفاۃ مرجع العالم'' ہے، یہ بھی مولانا محمد عبد الحیٔ

فرنگی محلی کی عربی تصنیف ہے۔ علامہ نے اس رسالے میں اپنے والد ماجد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (ف: ۱۸۶۸ء) کے احوال زندگی اور محاسن ومناقب لکھے ہیں۔ میرے پیش نظر جو رسالے کا جدید نسخہ ہے، وہ ۲۴ رصفحات پر مشتمل ہے، اس میں مولانا عبدالحلیم کے نام، نسب، خاندان، ولادت، نشوونما، اساتذہ، تلامذہ، اسفار، مناصب واعزازات، علوم معقولات ومنقولات میں جلیل القدر علما کی اجازتیں، وفات اور ان کی تصانیف ورسائل کا تذکرہ ہے۔ سنہ تصنیف ۲۹ رذی الحجہ ۱۲۸۵ھ/ اپریل ۱۸۶۹ء ہے، یعنی مولانا عبدالحلیم کی وفات کے چار ماہ کے بعد یہ رسالہ تصنیف کیا گیا۔ یہ رسالہ ''مطبع یوسفی'' فرنگی محل، لکھنؤ، پھر ''مطبع چشمہ فیض لکھنؤ'' سے آٹھ رسائل کے مجموعے کے ساتھ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا۔

[۵] حسرۃ الفحول بوفاۃ نائب الرسول:

کتاب کا پورا نام ''حسرۃ الفحول بوفاۃ نائب الرسول'' ہے۔ یہ مولانا عبدالباقی فرنگی محلی ثم مہاجر مدنی (ف: ۱۹۴۵ء) کا عربی رسالہ ہے، جسے انھوں نے اپنے استاذ مولانا عبدالحی کے احوال ومناقب میں لکھا ہے۔ میرے پیش نظر جو نسخہ ہے، وہ مطبع انوار محمدی سے ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا ہے اور ۴۲ رصفحات پر مشتمل ہے، جس میں مولانا عبدالحیؒ کا نام، نسب، خاندان، ولادت، نشوونما، اساتذہ، تلامذہ، علوم معقولات ومنقولات میں جلیل القدر علما کی اجازتیں، وفات اور ان کی تصانیف ورسائل کا تذکرہ ہے۔ تصانیف ورسائل کے ضمن میں انھوں نے ہر رسالے کا مختصر تعارف بھی لکھا ہے۔ سنہ تصنیف بروز منگل ۲۳ رمحرم ۱۳۰۵ھ/ اکتوبر ۱۸۸۷ء ہے، گویا مولانا عبدالحیؒ کی وفات کے تیرہ ماہ کے بعد یہ رسالہ تصنیف کیا گیا۔

[۶] تکملہ خیر العمل:

''خیر العمل بتذکرۃ علماء فرنگی محل'' از مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحیؒ فرنگی محلی کا تعارف اوپر گزر چکا ہے کہ مولانا نے کتاب کا بیش تر حصہ مرتب کرلیا تھا، مگر یہ مکمل نہیں ہوسکی، کیوں کہ ۱۸۸۶ء میں ان کا وصال ہوگیا۔ یہ کتاب مسودے کی شکل میں رہی اور کبھی شائع نہ ہوسکی۔ اسی کتاب کا 'تکملہ' مولانا عبدالحیؒ کے ایک شاگرد اور عزیز مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر

مدنی (ف: ۱۹۴۵ء) نے لکھا، مگر اب نہ اصل کتاب اور نہ ہی ''تکملہ خیر العمل'' کا سراغ ملتا ہے۔ فرنگی محل کا بیشتر علمی ذخیرہ امتداد زمانہ کی وجہ سے خرد برد ہو گیا۔

[۷] اغصان الانساب:

یہ فارسی کا ایک رسالہ ہے، جو رضی الدین محمود انصاری فتح پوری کی تصنیف ہے۔ مصنف رسالہ ملا قطب الدین شہید کے چچا کی اولادوں میں تھے، اس لیے خانوادۂ ملا قطب الدین شہید کے ہم نسب تھے اور ان میں باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں۔ ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں رضی الدین محمود نے جب اپنے خاندان کی شاخ کے حالات ''اغصان الانساب'' میں لکھے تو ضمناً بہت سے علمائے فرنگی محل کے احوال و آثار بھی درج کر دیے۔ یہ رسالہ ہنوز مخطوطے کی شکل میں ہے، اب تک شائع نہیں ہو سکا۔

[۸] اغصان الاربعة للشجرة الطيبة:

علمائے خانوادۂ فرنگی محل پر ملا ولی اللہ فرنگی محلی (ف: ۱۸۵۳ء) کی فارسی میں نہایت اہم اور مستند کتاب ہے۔ اس کا شمار خانوادۂ فرنگی محل کے اولین تذکروں میں ہوتا ہے۔ اس کتاب کی حیثیت خاندانی شجرے کی ہے، تاہم مصنف نے اس کے بیشتر حصے میں اپنے پیر و مرشد اور اپنے دادا کے حقیقی بھائی ملا احمد انوار الحق (ف: ۱۸۲۱ء) کے احوال و مناقب اور کرامات کا ذکر کیا ہے اور اس ضمن میں خانوادے کے دیگر علما کے اجمالی حالات بھی لکھ دیے ہیں۔ سنہ تصنیف ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء ہے۔ مصنف کے وصال ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء کے بعد ان کے بڑے صاحب زادے ملا محمد انعام اللہ، ڈپٹی کلکٹر بہادر (ف: ۱۹۰۳ء) نے اس کا تکملہ لکھا، کیوں کہ کتاب میں ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء تک کے علما اور ان کے احوال درج تھے، اس تکملے میں ملا انعام اللہ نے مذکورہ سنہ سے ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء تک کے علما اور ان کے احوال کا اضافہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ کتاب ۲۸ محرم ۱۲۹۸ھ/ یکم جنوری ۱۸۸۱ء کو مصنف کے حقیقی بھتیجے اور شاگرد ملا احسان اللہ (ف: ۱۹۰۶ء) کی تصحیح اور ملا محمد انعام اللہ کے تکملے کے ساتھ ۱۴۰ صفحات پر ''مطبع کارنامہ'' فرنگی محل لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ راقم کے پیش نظر اس وقت کتاب کا یہی نسخہ ہے۔

[9] عمدۃ الوسائل للنجاۃ:

یہ بھی ملا ولی اللہ فرنگی محلی (ف: ۱۸۵۳ء) کی فارسی تصنیف ہے، جو خانوادۂ فرنگی محل کی تاریخ وتعارف پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۱۱۰۵ھ/ ۱۷۹۴ء میں مکمل ہوئی۔ یہ ہنوز مخطوطے کی شکل میں ہے، کبھی شائع نہیں ہوسکی، اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

[10] رسالہ تذکرہ ملا نظام الدین:

[11] رسالہ تذکرہ ملا احمد عبدالحق:

یہ دونوں رسائل ملا عبدالغفار فرنگی محلی (ف: ۱۹۰۴ء) کے ہیں، ان کے نام سے ان کے موضوعات واضح ہیں، تلاش بسیار کے باوجود ان کا سراغ نہیں مل سکا۔

[12] الرسالۃ القطبیۃ فی بیان احوال الفرق النظامیۃ:

یہ بحر العلوم ملا عبدالعلی کے بڑے صاحب زادے ملا عبدالاعلیٰ (ف: ۱۷۹۳ء) کی فارسی تصنیف ہے اور خانوادۂ فرنگی محل کا اولین اور بنیادی ماخذ ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود جن قدیم اور مستند تذکرہ نگاروں نے بھی علمائے فرنگی محل کے احوال لکھے ہیں، ان کے پیش نظر یہ رسالہ ضرور رہا ہے۔ یہ رسالہ ہنوز مخطوطے کی شکل میں ہے۔

[13] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان:

یہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (ف: ۱۷۸۶ء) کی سب سے معروف عربی تصنیف ہے، جو مشاہیر علمائے ہند کے تذکروں اور ہندوستان میں عربی ثقافت کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب چار فصلوں میں تقسیم کی گئی ہے؛

پہلی فصل:	تفسیر وحدیث میں وارد ہندوستان کے تذکرے
دوسری فصل:	احوال علما
تیسری فصل:	سنسکرت اور عربی میں محسنات کلام
چوتھی فصل:	محبت کے موضوع پر عشاق اور معشوقات کا بیان

یہ نایاب کتاب ۱۱۷۷ھ/ ۱۷۶۳ء میں تصنیف کی گئی- اس کی پہلی طباعت بمبئی سے ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵ء میں ہوئی- دوسری بار ۱۹۷۶ء میں ڈاکٹر محمد فضل الرحمن ندوی کی تحقیق کے ساتھ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے دو جلدوں میں شائع ہوئی- اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے مخطوطے کی شکل میں خدا بخش لائبریری پٹنہ، علامہ شبلی نعمانی لائبریری، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگر لائبریریوں میں موجود ہیں- کچھ سال پہلے ان تمام قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی مدد سے محمد سعید الطریحی نے اس کتاب کو اپنی جامع تحقیق کے ساتھ مرتب کیا ہے اور اس پر طویل مقدمہ لکھا ہے- یہ کتاب ۲۰۱۵ء میں ادارہ الرافدین بیرت (لبنان) سے ۴۷۲ر صفحات پر شائع ہوئی ہے- ہند و پاک سے اس کتاب کے متعدد اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں-

[۱۴] مآثر الکرام:

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی یہ فارسی تصنیف بھی کافی شہرت کی حامل ہے- یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ مآثر الکرام کے نام سے موسوم ہے، یہ حصہ دو فصلوں میں منقسم ہے، پہلی فصل میں ۸۰ر مشاہیر صوفیہ کا تذکرہ ہے، جب کہ دوسری فصل میں فتح ہندوستان سے بارہویں صدی تک کے ۷۳ر مشاہیر علما کے احوال درج ہیں-

کتاب کا دوسرا حصہ شعرا کے تذکروں پر مشتمل ہے، جسے ''سرو آزاد'' کے نام سے جانا جاتا ہے- مصنف نے ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۳ء میں کتاب مکمل کی، ''ختامہ مسک'' مادۂ سنہ تصنیف ہے، جس سے ۱۱۶۶ھ برآمد ہوتا ہے- اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد دکن میں موجود ہے، یہ نسخہ ۱۱۸۰ھ (۱۷۶۷ء) کا ہے، جب کہ مصنف باحیات تھے- مولوی عبد اللہ خاں (کتب خانہ آصفیہ) نے اسی نسخے کی نقل تیار کروائی اور پہلی بار ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء کو ۳۱۱ر صفحات پر ''مطبع مفید عام'' آگرہ سے شائع کروایا- اس کتاب کے اردو ترجمے ہند و پاک سے شائع ہو چکے ہیں-

[۱۵] بحر زخار:

بارہویں صدی ہجری میں برصغیر کے علما و مشائخ کی سیرت و سوانح پر ایک اہم فارسی تذکرہ ہے، جس کے مؤلف شیخ وجیہ الدین اشرف ہیں- اس کتاب کی تین جلدیں راقم کے پیش نظر ہیں-

یہ تذکرہ اپنے عہد تالیف (تقریباً ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء) کے سوا دو سو سال کے بعد پہلی مرتبہ پروفیسر آذرمیدخت صفوی کی تصحیح و تدوین کے ساتھ مرکز تحقیقات فارسی (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اور مرکز تحقیقات فارسی (رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران، دہلی) کے اشتراک سے شائع ہوئی ہے- پہلی جلد ۶۵۹، دوسری جلد ۸۲۶ اور تیسری جلد ۴۱۲ صفحات پر مشتمل ہے- یہ تینوں جلدیں علی الترتیب ۲۱۱ء، ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۵ء میں طبع ہوئی-

کتاب کے نام کی مناسبت سے اس میں 'باب' اور 'فصل' کی جگہ 'لجہ' اور 'موج' وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں- پوری کتاب ۶/ابواب (لجہ) اور متعدد فصول (امواج) پر مشتمل ہے-

پہلی جلد میں تین ابواب (لجہ) اور متعدد فصلیں ہیں- لجہ اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد و بنات، ازواج طاہرات، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اصحاب صفہ، اصحاب بدر اور دیگر صحابہ کے احوال درج ہیں- لجہ دوم: حضرت علی علیہ السلام، سیدہ فاطمہ زہرا، ائمہ ہدیٰ، شہدائے کربلا، تابعین، محدثین، قراء سبعہ، فقہائے سبعہ اور مجتہدین کے ذکر پر مشتمل ہے- لجہ سوم میں امام حسن بصری، ان کے خلفا اور اہل سلسلہ کا تذکرہ ہے-

دوسری جلد کا آغاز لجہ چہارم سے ہوتا ہے، جس میں چار فصلیں (نہریں) ہیں: پہلی فصل (نہر) میں حضرت معروف کرخی اور ان کے سلسلے سے وابستہ صوفیہ کا تذکرہ ہے- دوسری نہر میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی، ان کی اولاد اور ان کے سلسلے سے منسوب مشائخ کا ذکر ہے- تیسری نہر میں شیخ نجیب الدین سہروردی اور ان کے سلسلے کے دیگر مشائخ کے احوال ہیں- چوتھی نہر میں مشائخ سلسلۂ سہروردیہ کے احوال مرقوم ہیں- لجہ پنجم میں پانچ فصلیں (نہریں) ہیں: پہلی نہر میں سرزمین مغرب کے جملہ سلاسل کے اولیا کے حالات ہیں- دوسری نہر میں مشائخ سلسلۂ قلندریہ اور تیسری نہر میں شہدائے ہند کے احوال مندرج ہیں- چوتھی نہر چار جزؤں (شعبوں) پر منقسم ہے- پہلا شعبہ حضرت بایزید بسطامی اور اُن مشائخ کے ذکر پر مشتمل ہے، جنھیں حضرت کی وساطت سے سلسلۂ طریقت پہنچا- دوسرا شعبہ خواجہ بہاء الدین نقش بند اور ان کے سلسلے سے وابستہ مشائخ کا تذکرہ ہے- تیسرے شعبے میں شطاری مشائخ کے احوال اجمالاً قلم بند کیے گئے ہیں اور

چوتھے شعبے میں شیخ بدیع الدین قطب المدار اور آپ کے سلسلے کے مشائخ کا اجمالاً ذکر ہے۔ پانچویں نہر میں حضرت اویس قرنی اور دیگر اولیا کے احوال ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔

تیسری جلد لجۂ ششم سے شروع ہوتی ہے، جس میں بعض متقدمین ومتاخرین اولیا کے احوال قلم بند کیے گئے ہیں۔ لجۂ ہفتم میں جملہ سلاسل کے مجاذیب کا ذکر ہے، جب کہ لجۂ ہشتم میں خواتین اولیا کے احوال مذکور ہیں۔

[۱۶] احسن العمل بتراجم فرنگی محل:

خانوادۂ فرنگی محل پر ملا عبد الہادی فرنگی محلی (ف: ۱۹۴۶ء) کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔

[۱۷] حديقة المرام في تذكرة العلماء الأعلام:

مصنف ''آثار الاول'' نے یہاں ''تذکرہ مدراسی'' لکھا ہے، تاہم اس نام کا کوئی تذکرہ کبھی نظر سے نہیں گزرا۔ یہ غالباً ''حديقة المرام في تذكرة العلماء الأعلام'' ہے، جسے اختصاراً ''تذکرہ مدراسی'' لکھ دیا گیا ہے۔ یہ عربی زبان میں تقریباً ۶۰ رصفحات کا مختصر تذکرہ ہے، جس کے مصنف مولوی محمد مہدی واصف ہیں، انھوں نے جنوبی ہند، خصوصاً مدراس (چنئی) کے مشاہیر علما کے احوال درج کیے ہیں اور ان علما کے احوال بھی جو شمالی ہند سے وہاں تدریس وتبلیغ کے لیے گئے، جن میں فرنگی محل کے متعدد علما شامل تھے۔ اس کتاب کا جو نسخہ راقم کے پیش نظر ہے، وہ ''مطبع مظہر العجائب'' مدراس سے ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء میں شائع ہوا ہے اور غالباً یہی پہلی طباعت ہے۔ کتاب سے سنہ تصنیف اور احوال مصنف کا پتہ نہیں چلتا، تاہم ملا جمال الدین فرنگی محلی (ف: ۱۸۵۹ء) کے ذکر میں مصنف نے لکھا ہے کہ ''قرأت عليه في بعض الأيام جزئتين من شرح الموجز النفيسي'' (میں نے ملا جمال الدین سے چند دنوں تک شرح موجز نفیسی کے دو جز پڑھے ہیں) اور اپنے استاذ کا سنہ وصال ۱۸۵۹ء بھی درج کیا ہے۔ کتاب کا زیر نظر نسخہ ۱۸۶۲ء کی طباعت ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تصنیف کا سنہ ۱۸۶۰ء سے ۱۸۶۲ء کے درمیان رہا ہوگا اور یہی نسخہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ہوگا۔

[۱۸] مقدمہ فتاویٰ قیام الملۃ والدین:

مولانا قیام الدین عبدالباری نے ''حسرۃ المسترشد'' میں ''فتاوی قیام الملۃ والدین'' کے تعلق سے ایک اشتہار دیا تھا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا نے علمائے فرنگی محل (جدید وقدیم) کے دستیاب شدہ فتاوے کو بڑی جاں فشانی سے بترتیب ابواب فقہی چار ضخیم جلدوں میں مرتب کیا اور اس کے لیے ایک الگ اور مستقل جلد میں مقدمہ لکھا تھا، جسے ''مقدمہ فتاویٰ قیام الملۃ والدین'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ جلد تاریخ فرنگی محل اور جن علما کے فتاوے شامل ہیں، ان کے احوال پر مشتمل ہے۔ مفتی محمد رضا فرنگی محلی (ف: ۱۹۹۰ء) کی اطلاع کے مطابق یہ مقدمہ شائع نہیں ہوسکا، البتہ ''فتاویٰ قیام الملۃ والدین'' کی صرف ایک جلد شائع ہو پائی۔

[۱۹] حسرۃ المسترشد لوصال المرشد:

یہ عربی زبان میں مولانا محمد قیام الدین عبدالباری (ف: ۱۹۲۶ء) کا تصنیف کردہ ایک مختصر رسالہ ہے، جسے انھوں نے اپنے والد ماجد مولانا عبدالوہاب (ف: ۱۹۰۳ء) کے احوال و مناقب میں مرتب کیا ہے۔ ۲۷ر صفحات کے اس رسالے میں مولانا عبدالوہاب کا نام، نسب، خاندان، ولادت، تعلیم و تربیت، نشوونما، عادات و خصائل، بیعت و ارادت، سلاسل طریقت، اجازات شیوخ، سفر آخرت اور اولادوں کا ذکر ہے۔ رسالے میں سنہ تصنیف کا ذکر نہیں ہے، تاہم داخلی شواہد کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اپنے والد کے وصال ۱۹۰۳ء کے فوراً بعد یہ رسالہ تصنیف کیا اور مطبع مجتبائی لکھنؤ سے شائع کروایا۔

[۲۰] احوال علمائے فرنگی محل:

یہ اردو زبان میں خانوادۂ علمائے فرنگی محل کا پہلا عمومی تذکرہ ہے، اس سے قبل جتنے بھی تذکرے لکھے گئے وہ یا تو فارسی میں تھے یا عربی میں۔ اس تذکرے کے مصنف مولانا شیخ الطاف الرحمن ہیں، جو فرنگی محل کے فیض یافتہ اور مولانا قیام الدین عبدالباری کے شاگرد رشید تھے۔ یہ تذکرہ پہلی بار مطبع مجتبائی لکھنؤ سے شائع ہوا، جس کے مطالعے سے سنہ طباعت اور سنہ تالیف کا پتہ نہیں چلتا، البتہ مصنف نے اپنے پیش لفظ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں اپنے استاذ

مولانا عبدالباری کے ساتھ حیدرآباد گئے تو وہاں ان کی ملاقات مولانا سید انوار اللہ صاحب سے ہوئی، جنھوں نے علمائے فرنگی محل لکھنے کا مشورہ دیا، جسے مصنف نے بسر و چشم قبول کرلیا۔ ۱۹۰۷ء میں ”آثار الاول من علماء فرنگی محل“ کی تصنیف کے دوران مولانا عبدالباری کے مراجع کتب میں یہ تذکرہ بھی شامل رہا ہے، گویا شیخ الطاف الرحمن نے مولانا سید انوار اللہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۰۶ میں ہی یہ تذکرہ مرتب کرلیا۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۸۸؍صفحات پر مشتمل یہ مختصر اور جامع تذکرہ ”احوال علمائے فرنگی محل“ ۱۹۰۶ء میں تصنیف کیا گیا۔

[۲۱] تذکرۂ علمائے حال:

کتاب کا اصل نام تطیب الاخوان بذکر علماء الزمان، تاہم یہ ”تذکرۂ علمائے حال“ کے نام سے معروف ہے۔ کتاب کے مصنف مولانا محمد ادریس نگرامی (ف: ۱۹۱۲ء) ہیں، جنھوں نے مولانا سید محمد علی مونگیری کے حکم سے اردو زبان میں اپنے عہد کے مشاہیر علما کا ایک مختصر تذکرہ لکھنا شروع کیا اور ربیع الاول ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں اسے مکمل کیا۔ ۱۰۲؍صفحات پر مشتمل اس کا پہلا ایڈیشن ربیع الاول ۱۳۱۵ھ/ اگست ۱۸۹۷ء کو مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا، جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے۔ اس میں تمام مسالک کے علما کو جگہ دی گئی ہے۔ اس کی پہلی اشاعت کے تقریباً ایک سو بیس برس کے بعد رمضان ۱۴۳۸ھ/ جون ۲۰۱۷ء میں پروفیسر محمد اقبال مجددی (لاہور) نے کچھ ضمیمہ جات کے اضافے کے ساتھ اسے دوبارہ پروگریسیو بکس لاہور (پاکستان) سے شائع کروایا ہے۔

* * *

وضاحتی اشاریہ

[Index]

اشخاص

[الف]

آزاد سبحانی (مولانا): ۷۱، ۸۹
آغا اسماعیل مازندانی: ۳۲۶
آغا خان (سر): ۵۴
آغا سید محمد اصفہانی: ۳۲۶
آغا حسن مجتہد لکھنوی (مولانا): ۷۸
ابراہیم دربھنگوی (مولانا، محمد): ۸۹
ابراہیم (علیہ السلام): ۳۰۸
ابراہیم فرنگی محلی (مولانا، محمد): ۲۶۰، ۳۶۲
ابراہیم ہارون جعفر (سیٹھ): ۸۱
ابن سعود (عبدالعزیز ابن عبدالرحمن): ۶۶، ۷۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۳۶۴
ابن سینا (شیخ): ۲۳۷
ابن ہمام (محمد بن عبدالواحد، امام): ۳۷۳
ابوالحسن محمد صالح فرنگی محلی (ملا): ۲۴۳، ۲۷۹
احمد ابوالخیر میرداد حنفی (شیخ): ۳۶۲
ابوالرحم محمد ایوب فرنگی محلی (مولانا): ۳۰۸، ۴۲۰
ابوالعلا فصیحی غازی پوری (مولانا): ۸۶
ابوالفضل فرنگی محلی (ملا): ۲۸۸، ۳۰۷
ابوالفضل محمد یونس فرنگی محلی (مولانا): ۳۰۸، ۴۲۰
ابوالفیض محمد عبدالرحیم (مولانا): ۸۶
ابوالقاسم فرنگی محلی (ڈاکٹر، محمد): ۳۸۶
ابوالکرم فرنگی محلی (ملا): ۲۵۸، ۲۹۰، ۳۰۷، ۳۱۹، ۳۳۲،
ابوالکرم محمد ادریس فرنگی محلی (مولانا): ۳۰۸، ۴۲۱، ۴۲۱
ابوالکلام آزاد (مولانا): ۸۰
ابوالمحاسن محمد سجاد (مفتی): ۸۶
ابوالمنصور خاں (نواب، والی اودھ): ۳۲۴، ۳۴۲
ابوالوفا محمد شمس الہدی (مولانا): ۸۶
ابوایوب انصاری (حضرت): ۴۰، ۴۱، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰
ابوبکر محمد شیث فاروقی جون پوری: ۸۶

ابوسعید مجددی دہلوی (مولانا): ۲۷۱
ابوطیب فرنگی محلی (مولانا): ۳۸۶
ابومحمد فرنگی محلی (ملا): ۲۹۶، ۴۰۶
ابومعاذ (شیخ): ۴۱
ابومنصور مت (شیخ): ۴۱
ابومنصور بلخی (شیخ): ۴۱
اجمل خاں (حکیم): ۶۰
احسان الحق فرنگی محلی: ۴۰۱
احسان اللہ انامی (مولانا): ۴۱۶
احسان اللہ فرنگی محلی (ملا): ۳۰۱، ۴۱۳
احسن اللہ فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
احمد (عرف ملا جیون): ۳۲۳
احمد ابن احمد انوار الحق (ملا محمد): ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۷، ۲۴۶، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۳۵
احمد ابن حافظ الدین (شیخ): ۴۱
احمد ابن علی (ملا): ۴۱، ۲۲۱
احمد ابوالرحم فرنگی محلی (مفتی): ۲۳۰، ۲۶۹، ۲۹۶، ۳۰۷، ۴۱۹
احمد اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۸۴، ۲۹۱، ۳۰۰، ۴۱۰
احمد المیر غنی (شیخ): ۳۶۲
احمد انوار الحق فرنگی محلی (ملا): ۴۱، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۶، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۹۲، ۲۹۸، ۳۰۷، ۳۱۸، ۳۲۸، ۳۳۱، ۳۳۵، ۳۵۶، ۳۶۰، ۳۷۸، ۳۸۲، ۳۸۹، ۳۹۷، ۴۰۴، ۴۰۹، ۴۱۷
احمد بن اسماعیل برزنجی (شیخ، سید): ۴۴، ۳۶۳، ۳۹۹
احمد بن محمد الخضر اوی المکی: ۴۴، ۳۶۲
احمد پوربی (حافظ): ۲۳۳، ۲۹۳
احمد حسن ابن عنایت اللہ فرنگی محلی: ۴۰۰
احمد حسن ابن ملا افضل حسن فرنگی محلی: ۲۵۴
احمد حسن فرنگی محلی ابن ملا حیدر (ملا): ۲۴۱
احمد حسین ابن عنایت اللہ فرنگی محلی: ۴۰۰
احمد حسین بجنوری (سید): ۳۶۶
احمد حسین فرنگی محلی ابن ملا رضا (ملا): ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۴۱، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۹۰، ۳۱۸، ۳۲۱، ۳۲۷، ۳۲۸، ۴۰۳
احمد خاں (سرسید): ۵۲
احمد رائے بریلوی (سید): ۳۳۳
احمد رضا خاں بریلوی (مولانا): ۷۲، ۱۰۳، ۳۱۸
احمد سعید مجددی دہلوی (مولانا): ۹۰، ۳۵۱
احمد عبدالباری: ۴۵
احمد عبدالحق فرنگی محلی (ملا): ۴۱، ۲۲۵،

۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴،
۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۵
۲۴۶، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴
۲۵۵، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۷
۲۹۲، ۲۹۴، ۲۹۸، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۱۸، ۳۱۹،
۳۲۱، ۳۳۸، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۵۴، ۳۵۶،
۴۰۴، ۴۱۷، ۴۱۹
احمد علاء الدین: ۴۵
احمد علی لاہوری (مولانا): ۸۷
احمد زینی دحلان (شیخ، سید) ۲۷۱
ادریس کاندھلوی (مولانا): ۸۷
ادریس نگرامی (مولانا، محمد): ۲۱۶
ارادت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۹۱
ازہار الحق (ملا): ۲۲۶، ۲۲۹
۲۴۱، ۲۵۲، ۲۷۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۸،
۳۷۶، ۴۰۴
اسحٰق ابن ملا غلام دوست محمد (محمد): ۲۳۸
اسحٰق فرنگی محلی ابن قطب الدین (محمد): ۲۸۹
اسحٰق فرنگی محلی ابن محب اللہ (ملا، محمد): ۲۳۲، ۲۹۴
۴۰۴
اسد اللہ سندھی (مولانا): ۸۹
اسد اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۳۱، ۳۰۰
۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۷، ۴۱۰

اسرار الحق (ملا): ۲۲۸، ۲۲۹
۳۱۹
اسعد سہالوی (ملا، محمد): ۴۰، ۲۲۲،
۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۷، ۲۴۴، ۲۴۷
۲۵۴، ۲۵۹، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۴
۲۹۹، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۱۷، ۳۴۴، ۳۴۶،
۳۵۴، ۳۹۰
اسعد کلکیکرب (تبان): ۲۱۹، ۲۲۰
اسلم فرنگی محلی (مولوی، محمد): ۲۳۴، ۲۸۲
۳۰۳، ۴۱۴
اسماعیل (خواجہ): ۴۱
اسماعیل (مولانا، سید): ۸۹
اسماعیل بلگرامی (شیخ، سید): ۲۵۵، ۲۸۰
اسماعیل دہلوی (شاہ): ۳۳۳
اسید الحق قادری بدایونی (مولانا): ۴۰، ۸۹
اصغر ابن ابوالرحم ایوب (محمد): ۴۲۰
اصغر فرنگی محلی (مفتی، محمد): ۲۳۰، ۲۳۱
۲۶۲، ۲۶۹، ۲۹۶، ۳۰۷، ۳۵۶، ۴۱۹
اعلم فرنگی محلی (مولوی، محمد): ۲۳۴، ۴۱۳
افضال اللہ فرنگی محلی (ملا): ۳۰۶، ۴۱۸
افضل حسن فرنگی محلی (مولانا): ۲۵۳، ۲۵۴
۳۰۲، ۳۵۲،
افہام اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۳۴، ۲۶۱

۲۶۵، ۲۸۴، ۲۹۱، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۶، ۳۲۹
اکبرالہ آبادی: ۴۰
اکبر فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۳۰، ۲۳۱
۲۶۹
اکبر یار خاں: ۴۰۴
اکرام الحق فرنگی محلی: ۴۰۱
اکرام اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۹
اکرم (مولانا، محمد): ۸۹
اکرم فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۳۴، ۳۰۳
۳۲۹، ۴۱۴
الٰہی بخش (مولانا): ۲۸۶
الطاف الرحمن قدوائی (شیخ): ۴۵، ۵۰،
۶۷، ۱۰۲، ۲۱۶
الیاس فرنگی محلی (ملا): ۲۸۹
امام الدین امیٹھوی (شیخ): ۳۲۳
امام بخش (رئیس جون پور): ۳۷۱
امان الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۳۳، ۲۳۵
امان اللہ بنارسی (حافظ): ۲۹۷
امتیاز الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۹۳، ۴۰۲
امداد اللہ مہاجر مکی (شاہ): ۴۱۴
امیر حسن (مفتی، محمد): ۸۶
امیر خاں پنڈاری ٹونکی: ۳۷۹
امیر علی ابن شریف مکہ: ۱۰۳، ۱۰۴
امیر علی امیٹھوی شہید (مولانا): ۲۳۱، ۳۲۳،
۳۲۴، ۳۲۵، ۳۴۲، ۳۶۷
امیر فیصل ابن شریف مکہ: ۷۶
امیر احمد مینائی:
۳۵۷، ۴۱۲
امین الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۲۸، ۲۲۹
۳۲۰
امین اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۳۱، ۲۳۹
۲۴۰، ۲۴۸، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۶۹، ۲۷۹، ۲۸۸،
۲۹۰، ۳۰۲، ۳۲۳
امین رضوان (شیخ، محمد): ۴۴، ۲۶۵،
۳۶۳
امین فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۹۶
امین محمد محمود احمد الجکینی (ڈاکٹر): ۲۱۹
امینہ فاطمہ: ۴۵
انشاء اللہ خاں انشا: ۴۱۶
انعام اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۳۴، ۳۰۵
۴۱۳، ۴۱۸
انوار اللہ ابن ظہور اللہ فرنگی محلی: ۲۵۴
انوار اللہ فرنگی محلی ابن نصیر اللہ: ۲۴۲
انیس (مولانا، محمد): ۸۹
انیس احمد کاکوروی (مولوی): ۴۲۱
انیس نگرامی (مولانا): ۸۶
اورنگ زیب عالم گیر (سلطان): ۲۲۲، ۲۲۴

۲۲۵، ۲۴۹، ۳۱۷، ۳۴۶، ۳۹۰
ایڈون سیموئل مانٹیگو (وزیر ہند): ۷۷، ۷۹

[ب]

باقر قلع دار (میر): ۴۰۴
بخش ایٹھوی (شیخ، محمد): ۳۲۳
بدرالدین (مخدوم): ۴۱
برکت اللہ فرنگی محلی (ملا): ۳۰۰، ۴۱۲
برہان الحق فرنگی محلی (ملا، محمد) ۲۳۳، ۲۳۵
۲۹۲، ۲۹۸، ۳۳۱، ۴۰۹، ۴۱۰
بشارت اللہ فرنگی محلی (مولوی): ۳۹۶
بندہ نواز گیسو دراز (خواجہ): ۳۳۰
بہاء الدین کاکوروی (منشی): ۴۵

[پ]

پیر امام محمد سندھی (مولانا): ۸۹

[ت]

تجمل حسین بہاری (مولانا، سید): ۸۶
تراب علی (سالار جنگ، سید): ۳۷۲
تفضل حسین خاں لکھنوی (علامہ): ۳۲۸

[ٹ]

ٹائیلر (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ): ۷۱

[ث]

ثابت علی الہ آبادی (مولانا): ۳۵۱
ثناء اللہ امرتسری (مولانا): ۷۸، ۷۹،
۸۰، ۸۸، ۸۹

[ج]

جان مارلے: ۹۳
جعفر (شیخ): ۴۱
جعفر علی لکھنوی (شیخ): ۳۱۹
جلال الدین (خواجہ): ۴۱
جلال الدین عبد المتین فرنگی محلی: ۳۷۰
جلال الدین محمد اکبر (سلطان): ۲۱۷، ۲۲۴
جلال لکھنوی (سید ضامن علی): ۳۵۷
جمال مکی (مفتی، محمد): ۲۳۵
جمال الدین عبد الوہاب (مولانا): ۴۲، ۴۵،
۵۷، ۵۸
جمال الدین فرنگی محلی (ملا): ۴۰، ۲۳۳
۲۳۶، ۲۵۵، ۲۶۲، ۳۳۲، ۳۳۳
جواہر لعل نہرو (پنڈت): ۵۹
جیمس ٹامس (لفٹننٹ گورنر): ۳۲۶
جیمس مسٹن (لفٹننٹ گورنر): ۷۰، ۷۲

[ح]

حاتم علی لکھنوی (حافظ): ۴۱
حافظ الدین محمد سہالوی (شیخ): ۴۱، ۲۱۷،
۲۲۱
حامد (خواجہ): ۴۱
حامد ابن عنایت اللہ فرنگی محلی (محمد): ۴۰۰

حامد حسن فرنگی محلی (مولوی): ۲۵۴
حامد رضا خاں بریلوی (مولانا): ۷۸
حامد علی خاں (والی رام پور، نواب): ۵۵، ۱۱۰
حامد فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۲۹، ۲۳۷، ۳۳۵، ۳۵۶، ۳۹۷
حبیب الرحمن خاں شروانی: ۱۰۱، ۳۶۳، ۳۶۴
حبیب الرحمن کاظمی (شیخ): ۳۶۲
حبیب اللہ فرنگی محلی ابن غلام یحیٰی: ۲۳۸، ۲۸۶
حبیب اللہ فرنگی محلی ابن محب اللہ: ۲۳۴، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۸۴، ۲۹۴، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۲۸، ۳۳۸، ۴۰۴
حبیب اللہ فرنگی محلی ابن مسیح اللہ: ۲۴۵
حسام الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۹۹، ۴۱۰
حسرت موہانی (مولانا): ۴۱، ۸۹، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵
حسن فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۵۲، ۲۵۶، ۲۸۵، ۲۸۹، ۲۹۵، ۳۰۲، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۲۱، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۴۲، ۳۹۱، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۱۸
حسن ابن ملا افضل حسن (محمد): ۲۵۴
حسن ابن علی (امام): ۲۶۳
حسن جلال الدین مشیر: ۳۹۳
حسن علی محدث (مرزا): ۲۶۲، ۴۰۹
حسن نظام الدین حسن: ۳۹۳
حسین (بیرسٹر، سید): ۹۷
حسین ابن علی (امام عالی مقام): ۲۶۳، ۳۶۶
حسین ابن محمد شائق (مولانا، محمد): ۲۵۰
حسین احمد محدث ملیح آبادی (شیخ): ۲۶۲، ۳۵۱، ۴۰۹
حسین الہ آبادی (مولانا، محمد): ۳۸۰
حسین بخش لکھنوی (شیخ): ۳۱۹
حفیظ اللہ پوربی (مولوی): ۳۰۸
حفیظ اللہ سورتی (شاہ): ۲۵۹
حفیظ اللہ فرنگی محلی ابن حبیب اللہ: ۲۴۲، ۲۴۴، ۳۳۹
حفیظ اللہ فرنگی محلی ابن خلیل اللہ: ۲۴۴
حمید اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۲
حمیرا فاطمہ (ڈاکٹر): ۴۵
حیات ردولوی (شاہ): ۴۵
حیدر ابن قطب الدین (ملا، محمد): ۲۸۹
حیدر ابن ملا عبد الہادی (ملا، محمد): ۳۶۶
حیدر فرنگی محلی ابن ملا مبین (ملا، محمد): ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۹، ۲۶۳، ۲۷۹، ۲۸۷، ۲۹۵، ۳۳۷، ۳۵۱، ۳۶۱، ۳۶۸

یدرعلی فیض آبادی (مولانا): ۳۲۶، ۳۵۱

[خ]

ادم احمد فرنگی محلی (ملا): ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۵۹، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۶۸
دابخش مظفرپوری (مولانا): ۸۹
لیق الزماں (چودھری): ۱۰۶
لیل اللہ فرنگی محلی ابن حفیظ اللہ: ۲۴۲، ۲۴۴، ۳۴۱
لیل اللہ فرنگی محلی ابن غلام یحیٰی: ۲۴۴، ۲۸۶
ورشید احمد بانسوی (شیخ، سید): ۵۵
یرالدین سورتی (مولوی): ۲۵۹
یراللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۲۹، ۲۴۶

[د]

اغ دہلوی (نواب مرزا خان): ۳۵۷
انیال (ملا): ۲۲۱
اؤد (خواجہ): ۴۱
اؤد غزنوی (مولانا، سید محمد): ۸۹
ائم (مولانا): ۲۸۱
وست محمد عرف شاہ دوسی (شیخ): ۳۸۴، ۳۹۱
ولت انصاری سہالوی (قاضی): ۳۹۰

[ذ]

کاءالحق فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۳
والفقارالدولہ (نواب): ۳۷۱
ذوالفقار علی دیوی (قاضی): ۳۲۸

[ر]

رانڈل تھامس ڈیوڈسن: ۶۷
ربیعہ بن نصر: ۲۱۹
رحمان علی (مولوی): ۳۴۷
رحمت اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۴۷، ۲۵۷، ۳۰۰، ۳۲۰، ۳۴۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۹۴
رحمت خاں (حافظ الملک، نواب): ۳۲۱، ۳۳۶، ۳۷۵
رحیم اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۴
رشید الدین مودودی (سید): ۸۲
محمد رضا فرنگی محلی (ملا): ۴۰، ۲۲۲، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۲، ۲۴۱، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۹۰، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۴۴، ۳۴۶
محمد رضا انصاری فرنگی محلی (مفتی): ۴۸، ۹۷، ۱۰۶، ۳۱۷، ۳۵۹، ۴۰۷
رضی الدین احمد پوری (بیرسٹر): ۳۹۳
رضی الدین محمود فتح پوری: ۲۱۵
رعایت اللہ فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۹
رعایت اللہ لکھنوی انصاری (شیخ): ۳۲۰
رکن الدین فتح پوری (قاضی): ۴۱۶
روح اللہ فرنگی محلی (مولوی): ۳۰۲، ۴۱۳
رئیس احمد جعفری: ۱۰۷

ریجی نالڈ ایڈورڈ ڈائر (جنرل): ۹۱

[ز]

زید ابو کرب: ۲۱۹
زید بن عمر: ۲۱۹
زہاد الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۹۹، ۴۱۰

[س]

سخاوت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۹۱
سروجنی نائیڈو: ۵۹، ۶۰، ۹۲
سراج الحق فرنگی محلی ابن ملا نور الحق: ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۸۳، ۲۹۸
سراج الحق ابن ملا ظہور اللہ فرنگی محلی: ۲۵۴
سراج الحق ابن وہاج الحق (حکیم): ۴۰۲
سراج الدین (مفتی): ۳۷۷
سعادت علی خاں (نواب اودھ): ۲۳۰، ۳۲۲، ۳۵۵
سعد الدین فرنگی محلی (ملا): ۲۳۲، ۲۵۰، ۲۹۰، ۳۴۸
سعید الحق فرنگی محلی: ۴۰۲
سعید بابصیل (شیخ، محمد): ۳۶۲
سعید سہالوی (ملا، محمد): ۴۰، ۴۱، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۰۷، ۳۱۹، ۳۳۲، ۳۳۸، ۳۴۴، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۴
سعید عبدالرزاق فرنگی محلی (مولانا): ۴۵، ۳۷۰
سلام اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۴۲، ۲۴۹، ۳۴۸
سلامت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۶۵، ۶۶، ۷۸، ۸۹، ۱۰۶، ۲۹۱، ۳۷۰، ۳۹۸
سلیم (خواجہ): ۴۱
سلیم ولی اللہ فرنگی محلی (مولوی، محمد): ۴۱۳
سلیمان پھلواروی (مولانا، محمد) ۸۶، ۱۰۳
سلیمان فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۸۹
سید سلیمان ندوی (مولانا): ۸۳، ۸۷، ۹۷، ۹۸
سمیع اللہ فرنگی محلی: ۲۴۵
سیف الدین کچلو (ڈاکٹر): ۱۰۳

[ش]

شاکر اللہ سندیلوی (شاہ): ۲۴۰، ۳۷۷، ۴۰۴
شاہ حقانی (مولانا): ۴۰۴
شاہ رام پوری (مولانا، محمد): ۴۱۵
شاہد حسین (بیرسٹر): ۷۰

شاہد علی (مولانا): ۹۳
شائق فرنگی محلی (مولانا محمد): ۲۵۰، ۳۱۹
شبلی نعمانی (علامہ): ۳۹، ۵۳، ۶۹
شرافت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۹۰، ۲۹۱،
۳۹۷
شرف الدین (شیخ): ۴۱
شرف الدین (مخدوم): ۴۱
شرف الدین اودھی (شیخ): ۲۱۶
شریف انس بن یعقوب حسنی: ۳۶۳
شریف جرجانی (سید): ۲۶۴
شریف مکہ (سید حسین بن علی): ۶۵، ۷۵،
۷۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴
شعیب الدین (مولانا): ۴۱۵
شفیع حجت اللہ فرنگی محلی (مولانا محمد): ۲۹۱، ۳۹۹،
شمس الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۹۲، ۴۰۱،
۴۰۲،
شمس شنقیطی (شیخ): ۳۶۳
شوکت علی (مولانا): ۴۸، ۶۷،
۶۸، ۶۹، ۷۵، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۹، ۹۱، ۹۷،
۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۱

[ص]

صادق (مولانا محمد): ۸۹
صالح الستاری (شیخ): ۳۶۲
صباح الدین عبدالرحمن (سید): ۹۷، ۱۰۵
صبغت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۹۱
صدر الدین (منشی، رئیس بوہار): ۳۷۵
صدر الدین شیرازی (شیخ): ۲۷۷، ۲۹۷
صفدر فرنگی محلی (ملا محمد): ۲۵۱، ۲۹۵
۳۱۹،
صفی اللہ فرنگی محلی (ملا): ۳۰۶، ۴۱۸
صمصام الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۵۱، ۲۹۹،
۳۴۹،

[ض]

ضابطہ خاں دارانگری: ۳۳۶
ضیاء الحق فرنگی محلی ابن ازہار الحق: ۲۲۹
ضیاء الحق فرنگی محلی ابن امان الحق: ۲۳۳

[ط]

طیب بنارسی (شاہ): ۴۱۱

[ظ]

ظہور الحسن فرنگی محلی (مولانا): ۲۵۳، ۲۵۴
۳۵۲،
ظہور الحق فرنگی محلی ابن ازہار الحق: ۲۲۹، ۲۵۲
۳۱۹، ۳۵۰،
ظہور الحق فرنگی محلی ابن فضل حق: ۲۳۳
ظہور اللہ ابن ظہور الحسن فرنگی محلی: ۲۵۴
ظہور اللہ (عرف ثناء اللہ فرنگی محلی): ۳۰۲، ۴۱۳

ظہوراللہ فرنگی محلی ابن ملا ولی (مفتی): ۲۳۱، ۲۳۷،
۲۴۸، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۶۹، ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۰۰،
۳۰۴، ۳۰۷، ۳۲۳، ۳۳۹، ۳۵۰،
ظہور حسامی مانک پوری (مولانا): ۸۶
ظہور حسن فرنگی محلی (مولوی): ۲۵۴
ظہور علی ابن ظہور الحسن فرنگی محلی: ۲۵۴، ۳۵۲
ظہور علی فرنگی محلی ابن ملا حیدر (ملا): ۲۴۰، ۲۴۱،
۲۵۳، ۲۵۴، ۲۷۹، ۳۰۲، ۳۵۱، ۳۵۲،

[ع]

عابد سندھی مدنی (شیخ محمد): ۲۳۵، ۲۳۹،
۲۴۱، ۳۳۷،
عالم ثانی (شاہ): ۳۳۶
عبادالحق فرنگی محلی (ملا): ۲۸۳، ۲۹۹،
۳۵۹، ۳۸۷،
عباس بندصدیق مکی (شیخ، مفتی): ۳۶۲
عبدالاحد شمشاد فرنگی محلی (ملا): ۲۵۷، ۳۵۶،
۳۵۹، ۳۸۸،
عبدالاول فرنگی محلی (ملا): ۲۵۷، ۳۵۷
عبدالاعلیٰ فرنگی محلی: ۲۱۵، ۲۷۷،
۲۷۸، ۳۳۵، ۳۷۶،
عبدالباری فرنگی محلی (مولانا)☆: ۳۹، ۲۶۵،
۲۸۰، ۳۰۰، ۳۵۴، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۹،
۳۷۰، ۳۷۱، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۱۲، ۴۱۳،
۴۲۰
عبدالباسط فرنگی محلی (مولانا): ۶۶، ۲۳۴،
۲۴۲، ۲۶۳، ۳۶۸،
عبدالباقی فرنگی محلی (ملا): ۴۲، ۴۴،
۱۰۱، ۲۱۵، ۲۲۷، ۲۳۳، ۲۴۵، ۲۵۴، ۲۵۸،
۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۷۶، ۲۸۴، ۲۹۱، ۲۹۲،
۲۹۹، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۶، ۳۷۴،
عبدالجامع فرنگی محلی (ملا): ۲۴۳، ۲۷۹
۲۸۰، ۳۷۹،
عبدالجلیل لاہوری (مولانا): ۸۷
عبدالحفیظ عجیمی مکی (شیخ): ۲۳۹
عبدالحق خیرآبادی (مولانا): ۳۹۴، ۴۱۵
عبدالحق فرنگی محلی (مولانا): ۲۵۹
عبدالحکیم فرنگی محلی (ملا): ۲۳۳، ۲۳۴
۲۴۳، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۹، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۴۰
۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۶،
عبدالحکیم گیاوی (مولانا): ۸۹

☆ کتاب کا پہلا باب مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی حیات و کارنامے پر مشتمل ہے، اس لیے اس باب کے تقریباً ہر صفحے پر ان کا ذکر موجود ہے، جس کی وجہ سے اس کے صفحات نمبر نہیں دیے جا رہے ہیں، البتہ تیسرے اور چوتھے باب میں جہاں کہیں بھی اُن کے نام کے ساتھ ان کا ذکر آیا ہے، اس کا اشاریہ درج کیا گیا ہے۔

عبدالحلیم (شیخ): ۴۱، ۲۲۱
عبدالحلیم فرنگی محلی ابن امین اللہ (ملا): ۲۳۱، ۲۳۹، ۲۴، ۲۵۱، ۲۵۴، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۸۱، ۲۸۸، ۲۹۴، ۳۰۲، ۳۴۰، ۳۷۱، ۳۷، ۴۱۹
عبدالحلیم فرنگی محلی ابن عبدالحکیم: ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۳۸۶،
عبدالحلیم گجراتی (مولانا): ۸۷
عبدالحمید ثانی (سلطان ترکی): ۶۵، ۷۵
عبدالحمید فرنگی محلی (ملا): ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۲۵، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۳۸۶، ۴۱۵
عبدالحی ابن ملا محمد رضا (ملا): ۲۴۷
عبدالحی رائے بریلوی (مولانا، سید): ۵۶، ۶۴،
عبدالحی فرنگی محلی (ابوالحسنات، مولانا): ۳۹، ۴۲، ۶۱، ۲۱۵، ۲۳۴، ۲۵۲، ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۷۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۳۰۸، ۳۱۷، ۳۴۰، ۳۷۱، ۳۷، ۳۷۳، ۳۸۴، ۴۲۰
عبدالخالق فرنگی محلی (ملا): ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۸۴،
عبدالرب ابن ملا سعد الدین: ۲۵۰
عبدالرب فرنگی محلی (ملا): ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۹۰، ۲۹۲، ۳۰۲، ۳۱۹، ۳۷۸، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۶،
عبدالرشید فرنگی محلی (ملا): ۲۸۲، ۳۸۵، ۳۸۷،
عبدالرحمن پنجابی (مولانا): ۲۴۱
عبدالرحمن دوگانوی (شیخ): ۳۸۶
عبدالرحمن صوفی (شیخ): ۲۹۸
عبدالرحمن فرنگی محلی (ملا): ۲۷۹، ۳۸۰
عبدالرحمن گیلانی بغدادی (سید): ۴۳، ۴۴، ۳۶۲،
عبدالرحمن موحد لکھنوی (شیخ): ۳۲۴
عبدالرحیم فرنگی محلی (ملا): ۲۵۶، ۲۵۷، ۳۵۵، ۳۸۸،
عبدالرزاق ابن ملا غلام دوست محمد: ۲۳۸
عبدالرزاق بانسوی (شیخ سید): ۵۵، ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۴۷، ۲۹۸، ۳۲۲، ۳۶۹،
عبدالرزاق فرنگی محلی (ملا): ۴۰، ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۶۶، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۸۰، ۲۸۸، ۲۹۱، ۳۰۵، ۳۲۵، ۳۲۲، ۳۵۲، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۷۴، ۳۸۰، ۴۲۰
عبدالرؤف فرنگی محلی (مولانا): ۴۵، ۴۷، ۶۲، ۲۶۵، ۳۰۱، ۳۶۹، ۴۱۰، ۴۲۰
عبدالستار فرنگی محلی (ملا): ۳۸۰

عبدالسلام دیوی (ملا): ۲۲۱
عبدالسلام ابن عبدالقدوس فرنگی محلی: ۲۵۶
عبدالسلام محمد بقا فرنگی محلی (ملا): ۲۵۷، ۳۵۸ ۳۸۸
عبدالشکور مظفر پوری (مولانا): ۸۶
عبدالصمد فرنگی محلی (ملا): ۲۲۸، ۳۱۹
عبدالعزیز (حکیم): ۲۳۳، ۲۹۲ ۲۹۹
عبدالعزیز فرنگی محلی ابن ملا محمد سعید: ۲۳۰، ۲۴۹ ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۶۹، ۲۷۹، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۶، ۳۰۷، ۳۱۹، ۳۵۴،
عبدالعزیز فرنگی محلی ابن ملا عبدالرحیم: ۷۸، ۲۵۷ ۲۵۸، ۳۵۸، ۳۵۹،
عبدالعزیز محدث دہلوی (شاہ): ۲۶۲
عبدالعلی (بحر العلوم، ملا): ۳۹، ۲۱۵، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۴۳، ۲۵۲، ۲۵۵ ۲۶۲، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱ ۲۹۸، ۳۰۳، ۳۲۱، ۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۵۳، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۸، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۶، ۴۰۵، ۴۰۹، ۴۱۶ ۴۱۷
عبدالعلی (حکیم): ۳۲۹
عبدالعلی مکی بابی تراب فرنگی محلی (ملا): ۲۸۰، ۳۸۱
عبدالعلیم آسی غازی پوری (مولانا): ۳۵۷
عبدالغفار فرنگی محلی (مولانا): ۴۳، ۲۱۵، ۲۷۹، ۲۸۰، ۳۶۰، ۳۸۰
عبدالغفور فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۶، ۳۵۶
عبدالغنی فرنگی محلی ابن غلام نبی: ۲۸۶
عبدالغنی فرنگی محلی ابن عبدالخالق (ملا): ۲۸۲، ۳۸۵
عبدالغنی مجددی دہلوی (مولانا): ۲۷۱
عبدالقادر ابن عبدالخالق فرنگی محلی: ۲۸۲
عبدالقادر جیلانی بغدادی (شیخ): ۱۰۲، ۲۴۷ ۲۶۳، ۲۶۴، ۳۶۶، ۳۶۹، ۴۰۰
عبدالقادر حموی گیلانی (شیخ، سید): ۳۹۹
عبدالقادر فرنگی محلی (مفتی): ۲۵۸، ۳۵۹ ۳۸۴
عبدالقدوس فرنگی محلی (ملا): ۲۵۶، ۲۸۸ ۳۰۴، ۳۰۷، ۳۵۴، ۳۵۵
عبدالقدیر عثمانی بدایونی (مفتی): ۸۶، ۸۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴
عبدالقیوم محمد قائم فرنگی محلی (ملا): ۲۵۸، ۳۵۹
عبدالکریم (شیخ): ۴۱، ۲۲۱
عبدالکریم (چودھری): ۲۵۰
عبداللہ (مولانا): ۸۹
عبداللہ ابن ابوایوب انصاری: ۲۱۸
عبداللہ ابن ملا غلام دوست محمد: ۲۳۸

عبداللہ القدوسی (شیخ): ۳۶۳
عبداللہ بغدادی (شیخ): ۲۹۰، ۳۲۲
عبداللہ بن حسن مکی (شیخ): ۳۶۲
عبداللہ فرنگی محلی ابن خلیل اللہ: ۲۴۵، ۳۰۰
عبداللہ الانصاری (شیخ): ۴۱، ۲۱۷
عبدالماجد بدایونی (مولانا): ۷۸، ۸۶،
۸۹، ۱۰۳
عبدالماجد دریابادی (مولانا): ۴۶، ۴۸،
۵، ۵۵، ۶۰، ۱۰۷، ۱۱۰
عبدالماجد فرنگی محلی (حافظ): ۲۸۲
عبدالمجید ابوالغنا فرنگی محلی (ملا،): ۲۳۴، ۲۸۲
۲۸، ۲۹۱، ۳۷۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۴۱۵
عبدالنافع فرنگی محلی (ملا): ۲۴۳، ۲۷۹
۳۷۹، ۴۱۶
عبدالواجد خیرآبادی (ملا): ۲۹۹، ۳۱۱،
۴۱
عبدالواجد فرنگی محلی (ملا): ۲۷۸، ۳۷۸
۳۸
عبدالواحد فرنگی محلی (ملا): ۲۴۵، ۲۷۸
۳۷۷،
عبدالوالی فرنگی محلی (ملا): ۲۳۵، ۲۴۲
۲۴۵، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۸۰، ۲۹۰، ۳۰۷
۳۳۱، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۶۰، ۳۶۱،
۳۷۲، ۳۸۱،
۳۹۲، ۳۹۶، ۴۰۱
عبدالولی محمد عتیق فرنگی محلی (مفتی): ۲۸۳، ۳۸۶
عبدالوحید (حکیم): ۲۳۳، ۲۹۲
عبدالوحید فرنگی محلی (ملا): ۲۴۵، ۲۷۸
۲۸۸، ۳۷۸
عبدالولی (حکیم): ۲۳۳
عبدالوہاب (حافظ): ۴۱
عبدالوہاب ابن عبدالرحیم فرنگی محلی: ۲۵۶، ۳۵۶
عبدالوہاب بہاری (مولوی): ۳۰۸
عبدالوہاب فرنگی محلی (ملا): ۴۰، ۴۲،
۴۴، ۲۳۳، ۲۶۱، ۲۶۴، ۲۶۵، ۳۰۱، ۳۶۸،
۳۶۹، ۳۷۴، ۳۸۵
عبدالہادی بدایونی (مولانا): ۱۰۰، ۱۰۲
عبدالہادی فرنگی محلی (ملا): ۲۱۶، ۲۶۱،
۳۶۶، ۴۱۳
عتیق اللہ ابن احسان اللہ فرنگی محلی: ۴۱۳
عتیق اللہ ابن نور اللہ فرنگی محلی: ۴۱۳
عثمان علی خاں (نظام دکن، نواب): ۵۵، ۳۶۳
عثمان منصور پوری (سید، محمد): ۹۰
عدیل عباسی (قاضی): ۶۱، ۶۸، ۶۹
۸۱، ۸۳، ۸۹
عرفان الحق فرنگی محلی: ۴۰۱
عرفت اللہ فرنگی محلی: ۳۸۸

عزت اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۸۴، ۳۸۷
عزیز الدین لکھنوی (خواجہ): ۲۴۵، ۴۱۲
عزیز الرحمن دیوبندی (مفتی): ۸۷
عزیز اللہ سہالوی (شیخ): ۳۸۲
عزیز اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۵۹، ۳۰۴،
۳۶۱
عزیز اللہ لکھنوی انصاری (شیخ): ۳۲۰
عصمت اللہ فرنگی محلی (پروفیسر): ۳۸۸
عظمت اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۵۸، ۲۸۴،
۲۹۱، ۳۰۰، ۳۸۷،
عظیم اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۴۲
عظیم فرنگی محلی (ملا محمد): ۲۶۰
علاء الدین (شیخ): ۴۱
علاء الدین فرنگی محلی (ملا): ۴۰، ۲۲۸،
۲۳۶، ۲۵۵، ۲۶۲، ۳۱۹، ۳۵۳، ۳۷۶، ۳۷۸
۳۸۲، ۴۰۹
علی (شیخ): ۴۱
علی انور کاکوروی (شاہ): ۲۹۹
علی بن عبد اللہ الحسینی السمہودی: ۲۱۹
علی قلی جائسی (ملا): ۲۹۷
علی محمد فرنگی محلی (ملا): ۲۵۹، ۲۶۰
۲۶۱، ۲۹۶، ۳۶۱،
علیم اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۴۲، ۲۸۴
۳۸۸،
عماد الدین دمشقی (حافظ): ۲۱۹
عماد الدین فرنگی محلی (ملا): ۲۵۰
عمر بن عبد الرسول مکی (ملا): ۲۳۹
عمر فرنگی محلی ابن قطب الدین (ملا محمد): ۲۸۹
عنایت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۴۲، ۴۵،
۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۵، ۶۹، ۷۲، ۷۳، ۷۴
۷۸، ۷۹، ۸۱، ۱۰۹، ۱۱۰، ۲۹۱، ۳۱۷، ۳۳۱،
۳۳۵، ۳۳۸، ۳۷۱، ۳۷۳، ۳۹۹، ۴۰۰،
عیسیٰ فرنگی محلی ابن قطب الدین (محمد): ۲۸۹
عیسیٰ فرنگی محلی ابن محمد یوسف (ملا محمد): ۲۳۲
عین الحق عبد المجید بدایونی (مولانا): ۳۵۱
عین القضاۃ حیدر آبادی (مولانا): ۴۲، ۵۵،
۲۳۳، ۲۴۵، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۸۲، ۲۸۳
۲۸۴، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۰۸، ۳۲۹،
عینی (امام بدر الدین): ۳۷۳

[غ]

غالب (مرزا اسد اللہ خاں): ۳۲۶
غضنفر فرنگی محلی (ملا محمد): ۲۴۱، ۲۸۷
۳۶۱،
غلام احمد پنجابی (مولانا): ۴۲
غلام امام شہید الہ آبادی (مولوی): ۲۳۱، ۳۲۶
غلام جیلانی فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۶، ۳۹۲

غلام حسن فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
غلام حسین (شاہ): ۳۲۴، ۳۲۵ ۳۴۲
غلام دوست محمد فرنگی محلی (ملا): ۲۳۸، ۲۴۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۹، ۳۰۲، ۳۹۱، ۳۹۲
غلام ذکریا فرنگی محلی (ملا): ۲۸۶، ۲۸۷
غلام رسول فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
غلام ستار فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
غلام علی آزاد بلگرامی: ۲۱۵، ۲۲۲
غلام علی بانسوی (سید): ۲۳۰، ۳۲۲
غلام علی فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
غلام غوث خاں (رئیس کرناٹک): ۲۳۶
غلام قادر فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
غلام قادر کاکوروی: ۳۷۷
غلام مجتبیٰ فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۷
غلام محمد فرنگی محلی (ملا): ۲۸۷، ۳۹۳
غلام محمد لاہوری (مولانا): ۸۷
غلام محی الدین فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۶، ۳۹۲
غلام محی الدین لاہوری (مولانا): ۸۷
غلام مرتضیٰ فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۶، ۳۹۲
غلام مرسلین: ۳۷۴
غلام مصطفیٰ فرنگی محلی (قاضی): ۲۲۵، ۲۲۷
۲۲۹، ۲۳۱، ۲۳۷، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۷، ۲۵۲، ۲۵۹، ۲۷۹، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۹، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۱۷، ۳۴۴، ۳۵۴، ۳۹۰، ۴۱۶
غلام نبی فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۶
غلام نقش بند لکھنوی (ملا): ۲۹۷
غلام یحییٰ بہاری (ملا): ۲۵۶
غلام یحییٰ فرنگی محلی (ملا): ۲۳۸، ۲۴۴، ۲۸۶، ۲۸۹، ۳۰۲، ۳۹۱
غوث خاں (نواب کرناٹک، محمد): ۳۳۲
غیاث الدین فرنگی محلی (مولوی): ۲۸۶، ۳۹۲

[ف]

فاتح مدنی (شیخ): ۴۴
فاخر الہ آبادی (مولانا، سید محمد) ۸۹
فاروق چریا کوٹی (مولانا، محمد): ۲۴۵، ۲۸۴، ۳۵۶
فاطمہ صغریٰ فرنگی محلی: ۴۵
فاطمہ کبریٰ فرنگی محلی: ۴۵
فالح الظاہری (شیخ): ۳۶۳
فرانسس رابن سن (پروفیسر): ۵۷، ۶۴، ۶۶، ۷۶
فرحت اللہ فرنگی محلی (مولوی): ۴۱۲
فرید الدین فرنگی محلی: ۲۸۶

فریدہ فاطمہ (ڈاکٹر): ۴۵
فشر (ڈپٹی وزیر ہند): ۹۸
فصیح اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۲
فضل اللہ (شیخ): ۴۱
فضل اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۸، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۸۵، ۳۹۴
فضل امام خیر آبادی (مولانا): ۴۱۶
فضل حق خیر آبادی (علامہ): ۳۴۲
فضل حق فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۳
فضل رحمن گنج مراد آبادی (شیخ): ۲۹۸
فضل رسول بدایونی (مولانا): ۳۵۱، ۴۰۹
فضیل (خواجہ): ۴۱
فقیر اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۵۰
فقیر محمد بیجا پوری (مولانا): ۸۷
فیض اللہ خاں (نواب): ۲۳۸، ۳۳۶، ۳۷۵

[ق]

قاسم فرنگی محلی (ملا محمد): ۲۵۸، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۰۸، ۴۰۶، ۴۲۰
قتیل (محمد حسن، مرزا): ۳۲۶
قدرت علی (ملا): ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۹۰
قطب الدین شہید سہالوی (ملا): ۴۰، ۴۱، ۲۱۷، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۷۶، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۲، ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۷، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۳۸، ۳۴۴، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۹۰
قطب الدین عبد الوالی (مولانا): ۴۵، ۵۶، ۶۵، ۶۶، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۱، ۲۶۵، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۹۹
قطب الدین فرنگی محلی ابن غلام یحییٰ: ۲۸۶، ۲۸۹، ۳۹۶
قلق لکھنوی (آفتاب الدولہ): ۳۵۶

[ک]

کاظم علی خاں (مولانا): ۳۱۸
کرامت اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۵۰، ۲۹۰، ۳۹۷،
کریم فرنگی محلی (مولانا محمد): ۲۶۰
کفایت اللہ دہلوی (مفتی): ۸۹
کفایت اللہ کافی مراد آبادی: ۳۵۱

کلاں (خواجہ): ۴۱
کلب علی خاں (نواب رام پور): ۳۲۷، ۳۹۴،
۴۱۱
کلیم اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۴
کمال الدین سہالوی (ملا): ۲۳۷، ۳۰۴،
۳۳۶، ۳۹۱
کمال الدین فرنگی محلی (ملا): ۲۵۰
کمال الدین موہانی (مولوی): ۳۰۳

[گ]

گاندھی (موہن داس کرم چند): ۵۹، ۷۹،
۸۰، ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۱۱۰
گردھاری پرشاد (راجہ): ۳۲۷
گھانسی الہ آبادی (قاضی): ۲۲۱، ۲۲۲

[ل]

لارڈ چیمس فورڈ (گورنر جنرل): ۷۷
لارڈ منٹو ۶۳
لارڈ ہارڈنگ (وائسرائے آف انڈیا): ۷۲
لالہ سری رام: ۳۲۶
لالہ لاج پت رائے: ۵۹، ۶۰، ۹۲
لطف اللہ علی گڑھی (مفتی): ۲۸۰، ۳۸۱
لطف اللہ غازی پوری (مولوی): ۳۰۵
لطف اللہ فرنگی محلی (مولوی): ۴۱۳
لطف علی مرزاپوری (مولانا): ۳۸۱
لعل محمد عدل نقش بندی (شاہ): ۲۲۹، ۳۲۱
لمعان الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۳۵، ۲۹۲،
۴۰۱

[م]

مبارک (قاضی): ۲۹۷، ۳۰۸
مجیب اللہ ابن احسان اللہ فرنگی محلی: ۳۰۲
مجیب اللہ ابن نور اللہ فرنگی محلی: ۴۱۳
محب اللہ ابن احسان اللہ فرنگی محلی: ۳۰۲، ۴۱۳
محب اللہ الہ آبادی (شیخ): ۲۲۱
محب اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۲۶، ۲۳۲،
۲۳۴، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۹، ۲۵۱
۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۹، ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۹۴، ۲۹۵
۳۰۱، ۳۰۴، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۳۸، ۴۰۳، ۴۰۹
محسن ابن بدر (شیخ): ۲۶۲
محفوظ الرحمن نگرامی (مفتی، محمد): ۸۶
محفوظ حسین نقوی لکھنوی (سید): ۴۵
مسیح الدین کاکوروی (مولانا): ۳۵۱
مسیح اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۵
محمد (شیخ): ۴۱
محمد ابن اسحٰق (شیخ): ۲۱۹
محمد ابن عبدالوہاب (شیخ): ۷۶
محمد ابن عبداللہ ابن حمید حنبلی (سید): ۲۷۱
محمد احمد عبدالحی فرنگی محلی: ۴۲۰

محمد احمد لاہوری (مولانا): ۸۷
محمد ایٹھوی (شیخ): ۳۲۳
محمد بن سلیمان حسب اللہ المکی: ۴۴
محمد بن علی باشلی حریری (شیخ): ۴۴، ۳۶۲
محمد خامس (سلطان ترکی): ۷۴
محمد رضا (مولوی): ۲۸۶
محمد علی جوہر (مولانا): ۴۸، ۶۷،
۶۹، ۷۴، ۷۵، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۳، ۸۹، ۹۱،
۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷،
۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱
محمد علی رائے بریلوی (سید): ۳۳۳
محمد علی ظاہر الوتری (شیخ، سید): ۴۴، ۲۶۵،
۳۶۲
محمد علی ابن قاضی غلام مصطفی (ملا): ۲۸۵، ۳۹۰
محمد علی ابن ملا محمد حیدر فرنگی محلی: ۲۴۱
محمد علی محمد خاں (راجہ محمود آباد): ۶۴، ۷۲،
۱۰۷
محمد علی والا جاہ (نواب): ۳۷۶
محمد مبین فرنگی محلی (ملا): ۲۲۸، ۲۳۰
۲۳۲، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۴
۲۵۵، ۲۵۹، ۲۸۷، ۲۹۴، ۲۹۵، ۳۰۱، ۳۰۴
۳۱۹، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۷۹، ۳۸۸، ۴۰۴،
۴۰۵، ۴۰۹، ۴۱۷
محمد مرتضیٰ بجنوری (سید): ۴۰۱
محمد مسعود ندوی (مولانا): ۸۶
محمد معین فرنگی محلی (ملا): ۲۳۲، ۲۴۳
۲۴۵، ۲۵۹، ۲۹۵، ۳۰۲، ۴۰۵، ۴۰۶
محمد مہدی ابن ابوالرحم ایوب: ۴۲۰
محمود الحسن دیوبندی (مولانا): ۸۷
محمود جمال فرنگی محلی: ۴۵
محی الدولہ (نواب): ۳۲۷
مختار احمد انصاری (ڈاکٹر): ۶۰، ۶۹،
مدن (مولوی، شاہ): ۳۳۶
مراد اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۹۴، ۳۰۰
۴۰۳
مشتاق حسین (نواب، وقار الملک): ۵۲، ۶۹
مشیر حسین قدوائی (بیرسٹر): ۶۷، ۶۸،
۶۹، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵
مصحفی (غلام ہمدانی): ۳۲۶
مصطفی کمال پاشا (ترکی): ۶۷، ۸۰،
۹۹
مصطفی گیلانی بغدادی (شیخ، سید): ۴۳، ۳۶۲
مظفر حسین خاں (حکیم): ۳۵۸
معاویہ ابن سفیان (امیر): ۲۷۸
معراج الحق فرنگی محلی (حکیم): ۴۵، ۴۰۲، ۴
معین الدین اجمیری (مولانا): ۸۶

عین الدین احمد: ۴۵
عین الدین عظیم آبادی (مولانا): ۳۸۱
عین الدین فرنگی محلی (جسٹس): ۲۸۶، ۳۹۲
عین الدین ندوی (شاہ): ۸۱، ۹۱
بول علی لکھنوی (شیخ): ۳۱۹
تاز الحق فرنگی محلی (حکیم): ۲۳۳
تاز حسین (بیرسٹر): ۸۲
تاز میاں رزاقی (سید): ۱۰۶
ظور الحق فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۳
نہاج الحق فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۳
نیر الزماں (مولانا): ۸۹
وتی لعل نہرو (پنڈت): ۵۹، ۶۰
ہدی فرنگی محلی (ملا محمد): ۲۹۶، ۳۰۸،
۴۰
ینا لکھنوی (مخدوم شاہ): ۱۰۸، ۱۰۹،
۳۵

[ن]

اطق (مرزا): ۳۲۶
ظر الدین حسن (ڈاکٹر): ۷۹
ظر نبی فرنگی محلی (مولوی): ۳۹۱
جات اللہ کرسوی (شاہ): ۲۴۰، ۲۸۱
جات علی شاہ صدیقی: ۳۱۹
جم الدین کاکوروی (مولانا): ۳۷۷
نجیب اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۵
نزہت فاطمہ (ڈاکٹر): ۳۶۰، ۳۷۱
نصیر الحق فرنگی محلی (ملا، حکیم): ۲۸۳، ۲۹۹
۳۵۹، ۴۱۰
نصیر الدین (مخدوم): ۴۱
نصیر اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۲
نصیر جنگ بہادر: ۳۵۲
نظام الحق فرنگی محلی (ملا): ۲۵۰، ۲۵۱
۲۸۳، ۲۹۸، ۴۰۹،
نظام الدین (شیخ): ۴۱
نظام الدین فرنگی محلی ابن غلام یحییٰ: ۲۸۶، ۳۰۲
نظام الدین اولیا (خواجہ): ۲۱۸
نظام الدین عثمانی بدایونی (خواجہ): ۸۹
نظام الدین محمد (استاذ الہند، ملا): ۴۰، ۵۳،
۵۴، ۵۵، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۴،
۲۳۷، ۲۴۳، ۲۴۷، ۲۵۵، ۲۷۶، ۲۷۷،
۲۸۰، ۲۸۵، ۲۹۴، ۲۹۷، ۳۰۴، ۳۰۷،
۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۵، ۳۳۸، ۳۴۴، ۳۴۶،
۳۴۷، ۳۵۴، ۳۷۵، ۳۹۰، ۴۰۷، ۴۱۷،
۴۱۸
نعمت اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۴۸، ۲۶۰
۲۷۰، ۲۷۱، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۴
۳۰۰، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۸۵، ۴۱۱

نعیم اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۴۲، ۳۰۱،
۳۲۷، ۳۲۸، ۴۱۲
نعیم فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۳۳، ۲۳۴
۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۸۱،
۴۱۴، ۴۱۵
نواب علی خاں (راجہ): ۱۰۵
نورالاصفیا (سید): ۲۴۰
نورالحق فرنگی محلی (ملا): ۲۲۸، ۲۲۹
۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۸
۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۹۲، ۲۹۸، ۳۱۹، ۳۸۹،
۴۰۹، ۴۱۰
نورالحق ابن نورالحمید رفرنگی محلی: ۲۴۰
نورالحق ایٹھوی (شیخ): ۳۲۳
نورالحق لاہوری (مولانا، محمد): ۸۷
نورالحسن مجیبی پھلواروی (مفتی): ۸۶
نورالحسنین فرنگی محلی (مولانا): ۴۴، ۲۴۰
۳۳۷، ۳۳۸
نورالحمید رفرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۴۰
نورالرحمن فرنگی محلی (ملا): ۲۴۱
نورالرزاق فرنگی محلی (ملا): ۳۳۷،
۲۴۱
نورالصدیق فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۰
نورالکریم دریابادی (مولانا): ۲۸۱
نوراللہ ابن محب اللہ (مولوی): ۳۰۲، ۴۱۳
نوراللہ بچھرایونی (مولوی): ۳۲۴
نوراللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۳۱، ۲۴۷
۲۵۷، ۲۸۴، ۲۸۸، ۲۹۴، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۴
۳۰۷، ۳۲۰، ۳۲۴، ۴۱۰
نورالمبین فرنگی محلی (ملا): ۲۴۱
نورالمرتضی فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۰
نورعبدالعلی فرنگی محلی (مولانا، محمد): ۴۵، ۳۷۰

[و]

واجد علی شاہ (نواب): ۳۲۵، ۳۳۹
۳۴۱، ۳۴۲، ۳۶۷
وارث علی لکھنوی (حافظ): ۴۱
وجیہ الحق فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۳
وجیہ الدین خاں (سلطان ترکی): ۹۹
وحید الحق فرنگی محلی (مولوی): ۲۳۳
وحید اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۴۲
ولایت حسین الہ آبادی (مولانا): ۷۸
ولی الحق انصاری (پروفیسر): ۳۸۷
ولی اللہ فرنگی محلی (ملا): ۲۱۵، ۲۳۴
۲۴۲، ۲۴۴، ۲۵۱، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶
۳۱۸، ۳۸۸، ۴۱۷، ۴۱۸
ولی فرنگی محلی (ملا، محمد): ۲۳۱، ۲۴۷
۲۵۲، ۲۵۹، ۲۷۹، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۸، ۲۹۴

اسمائے کتب

[الف]

آثار الاول من علماء فرنگی محل: ۴۳، ۴۹
الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ۲۷۵
آداب السلاطین: ۴۱۸
آداب مطالعہ (رسالہ): ۲۶۳
[آکام النفائس فی اداء الاذکار
فی لسان الفارس]: ۲۷۵
[الآیات البینات علی
وجود الانبیاء فی الطبقات]: ۲۷۴
آیات الکبریٰ فی المعراج والاسراء: ۳۶۴
ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری: ۷۲
ابجد العلوم: ۲۲۱، ۳۷۶
۴۰۸
ابراز الغی الواقع فی شفاء العی: ۲۷۳
ابراز الکنوز فی احوال ارباب الرموز: ۴۰۶
احسن الخصائل شرح عمدۃ الوسائل: ۲۶۳
احسن العمل بتراجم فرنگی محل: ۲۱۶، ۲۶۱
[احسن القربات فی تحقیق
صلوٰۃ الجمعۃ فی القصبات]: ۲۶۷
احسن القصص: ۳۰۲
احقاق السماع: ۲۶۷
احکام الصلوٰۃ (رسالہ فی): ۲۵۸
احکام القنطرۃ فی احکام البسملۃ: ۲۷۶
احوال حضرت غوثیت: ۴۰۰
احوال ائمہ اثنا عشر: ۴۰۵
احوال سفر الحرمین (رسالۃ فی): ۲۷۰
احوال علمائے فرنگی محل: ۴۶، ۵۰،
۲۱۶، ۲۲۱، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱،
۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰،
۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸،
۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵،
۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،
۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸،
۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷،

۲۹۹، ۳۰۴، ۳۰۷، ۳۶۱، ۳۷۹، ۴۱۶
وہاج الحق فرنگی محلی (حکیم، ملا): ۱۰۹، ۲۹۲، ۴۰۱

[ہ]

ہاشم علی خان موہانی (حکیم): ۳۰۰
ہدایت اللہ فرنگی محلی (مولانا): ۲۹۱، ۳۹۸

[ی]

یعقوب ابن ابوالرحم ایوب (محمد): ۴۲۰
یعقوب فرنگی محلی ابن عبدالعزیز (محمد): ۲۳۰، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۶۹، ۲۷۹، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۶، ۳۰۷، ۳۱۹، ۳۳۲، ۳۷۹، ۴۱۸
یعقوب فرنگی محلی ابن عیسیٰ (محمد): ۲۳۲
یوسف فرنگی محلی ابن اسحق (مولوی): ۲۳۲
یوسف فرنگی محلی ابن اصغر (مفتی محمد): ۲۳۱، ۲۴۲، ۲۴۵، ۲۶۲، ۲۶۹، ۲۸۹، ۲۹۶، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۸، ۴۰۶، ۴۱۹
یوسف ابن ملا قطب الدین (ملا محمد): ۲۸۹
یوسف فرنگی محلی ابن محمد قاسم (مفتی محمد): ۲۵۸، ۲۹۱، ۲۹۶، ۳۰۸، ۴۲۰
یوسف ابن ملا غلام دوست محمد (محمد): ۲۳۸
یوسف بن بطاح اہدل یمنی (شیخ): ۲۳۹
یوسف قادری حیدرآبادی (شاہ): ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۷۲

اسمائے کتب

[الف]

آثار الاول من علماء فرنگی محل: ۴۳، ۴۹

الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة: ۲۷۵

آداب السلاطین: ۴۱۸

آداب مطالعہ (رسالہ): ۲۶۳

[آکام النفائس فی اداء الاذکار
فی لسان الفارس]: ۲۷۵

[الآیات البینات علی
وجود الانبیاء فی الطبقات]: ۲۷۴

آیات الکبریٰ فی المعراج والاسراء: ۳۶۴

ابانة التواری فی مصالحة عبد الباری: ۷۲

ابجد العلوم: ۲۲۱، ۳۷۶
۴۰۸

ابراز الغی الواقع فی شفاء العی: ۲۷۳

ابراز الکنوز فی احوال ارباب الرموز: ۴۰۶

احسن الخصائل شرح عمدة الوسائل: ۲۶۳

احسن العمل بتراجم فرنگی محل: ۲۱۶، ۲۶۱

[احسن القربات فی تحقیق
صلوٰة الجمعة فی القصبات]: ۲۶۷

احسن القصص: ۳۰۲

احقاق السماع: ۲۶۷

احکام الصلوٰة (رسالہ فی): ۲۵۸

احکام القنطرة فی احکام البسملة: ۲۷۶

احوال حضرت غوثیت: ۴۰۰

احوال ائمہ اثنا عشر: ۴۰۵

احوال سفر الحرمین (رسالہ فی): ۲۷۰

احوال علمائے فرنگی محل: ۴۶، ۵۰،
۲۱۶، ۲۲۱، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱،
۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰،
۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸،
۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵،
۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲،
۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸،
۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷،

۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۴،
۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱،
۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷،
۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴،
۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۲، ۴۰۳
۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹،
۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۸،
۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱
احوال ومقامات: ۱۰۰، ۱۰۲
اربعون حدیثا: ۳۹۹
ارتقاء الشرف بعلم الصرف: ۲۶۶
الارشاد فی الاسناد: ۲۶۸
الارشاد فی الاوراد: ۳۶۵
ازالۃ الجمد عن اعراب اکمل الحمد: ۲۷۲
ازالۃ الریب عن مسئلۃ علم الغیب: ۳۸۴
ازالۃ الغطاء عن حکم کتابۃ النساء: ۳۶۴
ازالۃ اللحن: ۳۸۸
الزواہر ترجمۃ الجواہر الخمس: ۳۰۱
الاستبشار بفضائل الانصار: ۲۶۸
الاسرار العالیہ فی مناقب الوالیہ: ۲۸۰، ۳۶۰
الاسعاد بالاسناد: ۳۶۴
الاشارۃ فی التشہد (رسالۃ فی): ۲۷۰
[الاصول البہیہ فی علم
الاحادیث النبویہ]: ۴۱۵
اصول التاریخ: ۲۶۹
اظہار الحق فی بیعۃ مولانا انوار الحق: ۲۶۰
الاظہار فی توریث الاحماء والاصہار: ۲۶۸
اعتصام الاذہان بصنعۃ المیزان: ۲۶۶
اعلام الہدیٰ فی تحریم المزامیر والغناء: ۲۴۶
اعلام من ارض النبوۃ: ۳۶۳، ۳۶۵
اغنام الانام بحکم سماع الصوفیۃ الکرام: ۲۶۱
اغصان الاربعۃ للشجرۃ الطیبۃ: ۲۱۵، ۲۲۱،
۲۲۷، ۲۳۱، ۳۰۵، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰،
۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹،
۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷،
۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۴،
۳۴۵، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱،
۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷،
۳۵۸، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹،
۳۷۲، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۷،
۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷
۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷،
۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۸،
۴۱۹، ۴۲۰
اغصان الانساب: ۲۱۵، ۳۵۴

[الافادة الخطیرة فی بحث نسبة
سبع عشر شعیرة]: ۲۷۲
افادة الخیر فی الاستیاک بسواک الغیر: ۲۷۴
الافادة فی باب الشهادة: ۳۰۲
[الافصاح عن حکم شهادة المرأة
فی الارضاع]: ۲۷۴
افضل الشمائل: ۲۶۹
[اقامة الحجة علی ان الاکثار
فی التعبد لیس ببدعة]: ۲۷۴
الاقتصاد فی فسخ النکاح بالارتداد: ۳۹۹
الاقوال الاربعة: ۲۷۱
[امام الکلام فیما یتعلق بالقرأة
خلف الامام]: ۲۷۵
امتحان الطلبة فی الصیغ المشکلة: ۲۷۲
الاملاء فی تحقیق الدعاء: ۲۷۰
انشراح صدر باسماء البدر: ۲۶۱
الانصاف فی حکم الاعتکاف: ۲۷۴
القیام المصابیح فی صلوة التراویح: ۲۷۰
انوار الاتقیاء ترجمہ تذکرة الاولیاء: ۳۰۱
انوار الهدایة ترجمہ شرح الوقایة: ۳۰۱
انوار رزاقیہ: ۶۷
انوار غیبیہ: ۲۶۳
الاوراد (رسالہ فی): ۲۷۸

الایضاحات لمبحث المختلطات: ۲۷۱
الایقاظات فی بحث العلم: ۳۰۵

[ب]

الباقیات الصالحات: ۲۶۸
بانی درس نظامی: ۲۲۱، ۳۱۷
۳۲۸، ۳۳۶، ۳۴۴، ۳۴۷، ۳۷۶، ۴۰۸
البدایة والنهایہ: ۲۱۹
بحر زخار: ۲۱۶
برکات الحرمین: ۲۷۰
[برکة الباری فی سلالة جدنا
ملا حافظ الانصاری]: ۳۶۵
برید فرنگ: ۸۳، ۸۷،
۹۷، ۹۸،
البیان العجیب شرح ضابطة التهذیب: ۲۷۱

[ت]

تاریخ الخلفاء از ملا احسان اللہ: ۳۰۲
تاریخ اودھ: ۳۲۲، ۳۲۵
۳۳۹، ۳۴۲، ۳۶۷،
تاریخ نجد وحجاز: ۱۰۱
تبصرة البصائر فی معرفة الاواخر: ۲۷۶
التبیان فی شرح المیزان: ۲۷۲
تحریک خلافت: ۶۲، ۶۸،
۶۹، ۸۱، ۸۳، ۸۸

تحفۃ الاحباب فی صفۃ الاسطرلاب: ۲۶۶
تحفۃ الاخوان مختصر المیزان: ۲۶۵
تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار: ۲۷۶
تحفۃ الاماجد بحکم صلاۃ الجنازۃ فی المساجد: ۲۶۰
تحفۃ الامجاد بذکر خیر الاعداد: ۲۷۶
تحفۃ الثقات فی تفاضل اللغات: ۲۷۶
تحفۃ الخطباء من خطب النبی والخلفاء: ۳۶۵
تحفۃ الطلبۃ فی تحقیق مسح الرقبۃ: ۲۷۴
تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء: ۲۷۴
[التحقیقات المرضیۃ لحل
حاشیۃ الزاہد علی الرسالۃ القطبیۃ]: ۲۷۰
تحقیق الاتقن علی شرح السلم لملاحسن: ۳۰۱
تحقیق الجزیۃ (رسالۃ فی): ۲۶۷
تحقیق الروح (رسالہ فی): ۲۳۴
تحقیق العجیب فی التثویب: ۲۷۵
تحقیق المنطقیۃ علی شرح الشمسیۃ: ۳۰۱
تحقیق دار الحرب (رسالہ فی): ۲۲۲
تحقیق دائرہ ہندیہ: ۲۴۶
تحلیۃ شرح التسویۃ: ۲۷۰
[تدویر الفلک فی حصول الجماعۃ
الجن والملک]: ۲۷۶
تدوین حدیث: ۳۹۹
تذکرۃ الراشد برد تبصرۃ الناقد: ۲۷۳
تذکرۃ المیزان: ۴۱۷
تذکرۂ علمائے اہل سنت: ۱۰۳، ۳۱۹،
۳۳۳،
تذکرۂ علمائے حال: ۲۱۶، ۳۳۰
۳۶۹، ۴۰۲، ۴۱۶،
تذکرۂ علمائے فرنگی محل: ۴۲، ۴۷،
۴۹، ۲۲۱، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۲،
۳۲۳، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱،
۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹،
۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۷،
۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳،
۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹،
۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸،
۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴،
۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱،
۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۴،
۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۱،
۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷،
۴۰۰، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶،
۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳،
۴۱۶، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱
تذکرۂ علمائے ہند: ۲۲۱، ۳۱۸
۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۵، ۳۳۴، ۳۳۶،

۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۴۵، ۳۴۸،
۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۶۱، ۳۶۸،
۳۷۲، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴، ۴۰۵، ۴۰۸،
۴۰۹، ۴۱۲، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰
تذکرۂ علمائے ہندوستان: ۳۱۹، ۳۲۲
۳۲۳، ۳۳۰، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۳،
۳۴۵، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۶۱، ۳۶۸،
۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۵، ۴۰۲،
۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۹، ۴۱۲، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸
تذکرۂ کاملان رام پور: ۳۳۶
تذکرۂ ماجد: ۸۹
تذکرۂ ماہ وسال: ۳۲۷
تذکرۂ مشائخ رشیدیہ (سمات الاخیار): ۳۵۷
تذکرہ ملا احمد عبد الحق: ۲۱۵
تذکرہ ملا نظام الدین: ۲۱۵
[تراجم اصحاب الرموز المذکورۃ
فی الحصن الحصین (رسالۃ فی)]: ۲۹۵
ترتیب القیومی علی شرح الجامی: ۳۰۱
ترجمہ حکایات الصالحین: ۴۰۵
ترجمہ دقائق الحقائق: ۳۸۳
ترجمہ شریفیہ: ۴۱۱
ترجمہ فصوص الحکم: ۳۰۱
ترویح الجنان تشریح حکم شرب الدخان: ۲۷۴
تسہیل الصرف: ۲۶۶
[تسہیل المیزان وبدایۃ المیزان
فی المنطق]: ۳۶۵
التصوف (رسالہ فی): ۲۸۰
التعلیقات السنیۃ علی الفوائد البہیۃ: ۲۷۳
التعلیق الاظہر علی الاصغر: ۴۱۵
[التعلیق العجیب لحل
حاشیۃ الجلال لمنطق التہذیب]: ۲۷۲
[تعلیق الحمائل علی تعلیق السید
الزاہد المتعلق بشرح الہیاکل]: ۲۷۳
التعلیق الفاضل علی حاشیۃ الطہر المتخلل: ۲۷۰
التعلیق المحمود حاشیہ سنن ابی داؤد: ۳۶۵
التعلیق المختار علی کتاب الآثار: ۲۶۷
التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد: ۲۷۶
التعلیق النفیس علی خطبۃ شرح الموجز: ۲۷۲
تفسیر آیات المیراث: ۲۹۶
تفسیر القرآن از ملا ظہور علی: ۲۵۳
تفسیر بسم اللہ: ۳۸۳
تفسیر قرآن از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
تفسیر سورہ یوسف: ۲۸۹
تقریب الاذہان شرح تہذیب المیزان: ۲۶۶

[التقریر المعقول فی بحث الحاصل
والحصول من الفوائد الضیائیۃ]: ۲۴۵
تکملہ حاشیہ شرح تحریر الاصول: ۲۷۷
تکملہ حل النفیسی: ۲۷۲
تکملہ حواشی ملاحسن بر شمس بازغہ: ۳۰۸
تکملہ خیر العمل: ۲۲۲،۲۱۵
۲۶۰
تکملہ شرح سلم (از ملاحسن): ۴۱۸
تکملہ شرح سلم (از ملا احمد عبد الحق): ۴۱۷
تکملہ عمدۃ الرعایہ: ۴۲۰
تمیز الکلام فی الحلال والحرام: ۲۴۳
تنشیط العشاق فی احوال النبی المشتاق: ۲۶۳
تنشیط المحبین ذکر محبوب رب العالمین: ۲۶۹
تنقید الکلام: ۳۰۳
تنویر الصحیفۃ فی تابعیۃ ابی حنیفۃ: ۲۶۹
تنویر المصباح علی مراح الارواح: ۳۰۱
التوبۃ (رسالۃ): ۲۶۹
توسل: ۲۶۱
توضیح الصرف ومیزان الصرف: ۳۶۵

[ج]

جامع القواعد: ۲۶۶
جدول النحو: ۳۸۳
جمع الغرر فی رد نشر الدرر: ۲۷۶
[جنگ آزادی ۱۸۵۷ء:
واقعات وشخصیات]: ۳۲۵
الجواہر العبقریۃ لزیارۃ المصطفویۃ: ۳۶۵
جواہر الفرائد از ملا محمد مبین: ۴۰۵
جواہر الفرائد از ملا نور الحیدر: ۲۴۰

[چ]

چارگل: ۲۷۲
چشمۂ فیض: ۲۵۹

[ح]

حاشیۃ الالفیہ: ۲۶۶
حاشیۃ السراجیہ: ۲۶۸
الحاشیۃ النافعۃ علی طفرۃ الزاویۃ: ۲۶۶
حاشیۃ بدیع المیزان: ۲۷۳
حاشیہ بر اخوان الصفاء: ۲۶۲
حاشیہ بر حواشی جلالیہ للتہذیب: ۲۸۸
[حاشیہ بر حواشی زاہد علی حاشیۃ
التہذیب الجلالیہ] از ملا عبد الحکیم: ۳۸۳
[حاشیہ بر حواشی زاہد علی حاشیۃ
التہذیب الجلالیہ] از ملا احمد عبد الحق: ۲۲۶
[حاشیہ بر حواشی زاہد علی حاشیۃ
التہذیب الجلالیہ] از ملا فضل اللہ: ۲۸۸
[حاشیہ بر حواشی سید زاہد ہروی علی
شرح المواقف] از ملا احمد عبد الحق: ۲۲۶

حاشیہ برحواشی قدیمہ جلالیہ: ۲۹۷
حاشیہ برفوائد ضیائیہ: ۲۶۱
حاشیہ تفریعات بزدوی: ۲۲۲
حاشیہ تفسیر بیضاوی: ۳۸۳
حاشیہ تلویح از ملا قطب الدین شہید: ۲۲۲
حاشیہ توضیح از ملا عبد الوہاب: ۲۶۴
حاشیہ توضیح تلویح از ملا عبد الباقی: ۳۶۵
حاشیہ حدائق البلاغۃ: ۳۵۷
حاشیہ حدائق النجم: ۳۵۷
حاشیہ حمد اللہ: ۲۸۱
حاشیہ حواشی قدیمہ شرح تجرید دوانی: ۲۲۵
حاشیہ خیالی: ۲۳۴
حاشیہ دائرۃ الاصول: ۲۸۱
حاشیہ زواہد ثلثہ: ۲۹۵
حاشیہ سنن ابی داؤد: ۴۲۰
حاشیہ شرح جامی: ۳۴۲
حاشیہ شرح حکمۃ العین: ۲۲۲
حاشیہ شرح سلم از حمد اللہ: ۳۸۳
حاشیہ شرح سلم از ملا حسن: ۳۴۲
حاشیہ شرح عقائد جلالی از ملا نظام: ۲۹۷
حاشیہ شرح عقائد جلالی از ملا محمد نعیم: ۴۱۵
حاشیہ شرح عقائد دوانی: ۲۲۲
حاشیہ شرح عقائد نسفی از ملا افہام اللہ: ۲۳۴
حاشیہ شرح عقائد نسفی از ملا سلامت اللہ: ۳۹۸
حاشیہ شرح عقائد نسفی از ملا قطب شہید: ۲۲۲
حاشیہ شرح فقہ اکبر از بحر العلوم: ۴۱۵
حاشیہ شرح وقایہ از ملا خادم احمد: ۳۴۲
حاشیہ شرح وقایہ از ملا سلامت اللہ: ۳۹۸
حاشیہ شرح وقایہ از ملا عبد الرزاق: ۲۶۲
حاشیہ شرح وقایہ از ملا عبد الحمید: ۲۸۳
حاشیہ شرح وقایہ از ملا عبد العزیز: ۲۵۷
حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ از بحر العلوم: ۲۷۷
حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ از ملا معین: ۲۹۶
حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ از ملا نظام: ۲۹۷
حاشیہ شمس بازغہ از ملا بحر العلوم: ۲۷۷
حاشیہ شمس بازغہ از ملا نظام الدین: ۲۹۷
حاشیہ صحیح بخاری: ۴۱۵
حاشیہ صدرا: ۴۰۶
حاشیہ ضابطۂ تہذیب: ۴۱۵
حاشیہ علی العینی علی الکنز: ۲۵۷
حاشیہ علی مقام المشاۃ بالتکریر للصدر: ۲۹۵
حاشیہ فوائد ضیائیہ: ۲۳۱
حاشیہ قدوری: ۲۸۳
حاشیہ قطبی: ۲۳۴
حاشیہ مثنوی معنوی: ۲۶۴
حاشیہ مختصر المعانی از ملا عبد الاحد شمشاد: ۲۵۷

حاشیہ مختصر المعانی از مفتی عبد القیوم محمد قائم: ۲۵۸
حاشیہ مختلطات قطبی: ۴۱۵
حاشیہ مشکوۃ المصابیح: ۴۱۵
حاشیہ مطول فی المعانی: ۲۲۲
حاشیہ موجزیہ: ۳۵۷
حاشیہ میر زاہد (رسالہ): ۴۰۵
حاشیہ میر زاہد شرح مواقف: ۴۰۵
حاشیہ میر زاہد ملا جلال: ۴۰۵
حاشیہ میر قطبی: ۳۵۷
حاشیہ میزان: ۲۵۸
حاشیہ نفحۃ الیمن: ۲۸۴، ۳۸۸
حاشیہ نور الانوار: ۳۴۲
حاشیہ نور الایضاح: ۳۶۵
حاشیہ ہدایۃ الفقہ: ۴۱۷
حاشیہ ہدایہ (چار ضخیم جلد): ۴۱۷
حدائق الحنفیہ: ۲۲۱، ۳۳۳،
۳۷۲، ۳۷۴، ۳۷۶، ۴۰۸، ۴۲۰
حدیقۃ المرام فی تذکرۃ العلماء الاعلام: ۲۱۶، ۳۳۴،
۳۳۸، ۳۵۳، ۳۷۳، ۳۷۶، ۳۷۹، ۳۸۲
الحرز المصون للوباء والطاعون: ۲۶۷
حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق: ۴۲، ۴۳،
۴۵، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۳، ۵۶، ۶۳، ۶۷، ۶۹، ۷۱،
۷۳، ۷۵، ۷۸، ۹۹، ۱۰۹، ۳۷۱، ۴۰۰
حسرۃ العالم بوفاۃ مرجع العالم: ۲۱۵، ۲۷۱،
۲۷۳، ۳۷۲
حسرۃ الفحول بوفاۃ نائب الرسول: ۲۱۵، ۲۶۱،
۲۷۶، ۳۷۴
حسرۃ المسترشد لوصال المرشد: ۴۰، ۴۴،
۴۵، ۴۸، ۲۱۶، ۲۶۴، ۲۶۹، ۳۶۹، ۳۷۱
حسن الدرایہ (تتمہ عمدۃ الرعایہ): ۳۵۷
حسن العمل تاریخ فرنگی محل: ۳۸۴
حسن الولایۃ بحل شرح الوقایۃ: ۲۷۴
الحقیقۃ فی العقیقۃ: ۳۶۴
حل المعاقد فی شرح العقائد: ۲۷۰
حل المغلق فی بحث مجہول المطلق: ۲۷۲
حل النفیسی: ۲۷۱
حلیہ شریف (رسالہ): ۳۶۵
حواشی بر تعلیقات الشفاء: ۳۰۸
[حواشی بر حاشیہ زاہدیہ علی حاشیہ
تہذیب جلالیہ] از ملا محمد ولی: ۳۰۴
[حواشی بر حاشیہ زاہدیہ علی حاشیہ
تہذیب جلالیہ] از ملا مفتی ظہور اللہ: ۲۵۲
[حواشی بر حاشیہ زاہدیہ علی حاشیہ
تہذیب جلالیہ] از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
[حواشی بر حاشیہ زاہدیہ
علی رسالہ قطبیہ] از ملا محمد ولی: ۳۰۴

[حواشی برحاشیہ زاہدیہ
علی رسالہ قطبیہ] از ملا مفتی ظہور اللہ: ۲۵۲
[حواشی برحاشیہ زاہدیہ
علی رسالہ قطبیہ] از ملا علاء الدین: ۲۵۵
[حواشی برحاشیہ زاہدیہ
علی رسالہ قطبیہ] از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
[حواشی برحاشیہ زاہدیہ علی
شرح المواقف] از ملا مفتی ظہور اللہ: ۲۵۳
[حواشی برحاشیہ زاہدیہ علی
شرح المواقف] از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
حواشی برحاشیہ قطبی: ۲۶۴
[حواشی برحاشیہ ملا کمال الدین فتح پوری
برشرح عقائد] از ملا عبد الحکیم: ۳۸۳
[حواشی برحاشیہ ملا کمال الدین فتح پوری
برشرح عقائد] از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
حواشی زواہد ثلاثہ از ملا بحر العلوم: ۲۷۷
حواشی زواہد ثلاثہ از ملا حسن: ۲۳۸
حواشی شرح سُلّم لقاضی مبارک: ۳۰۸
حواشی شرح سُلّم لملا حسن: ۳۰۸
حواشی شرح ہدایۃ الحکمۃ از ملا حسن: ۲۳۸
حواشی شرح ہدایۃ الحکمۃ از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
حواشی شمس بازغہ از مفتی محمد یوسف: ۳۰۸
حواشی شمس بازغہ از ملا حسن: ۲۳۸

حواشی علی الحاشیۃ القدیمۃ: ۲۷۱
حیاۃ اولی الالباب: ۲۶۷
حیات سلیمان: ۸۱، ۹۱

[خ]

خانوادۂ علم اللمی: ۳۲۱
خطبات (مجموعہ) از ملا معین: ۲۹۶
الخطر بسوال القبر: ۲۶۷
خلاصۃ الفرائض: ۴۱۳
خم خانۂ جاوید: ۳۲۷
خیر الخبر فی آذان خیر البشر: ۲۷۵
خیر الدعاء فی الطاعون والوباء: ۲۶۷
خیر الزاد لسفر المعاد: ۲۶۷
خیر العمل بتذکرۂ علمائے فرنگی محل: ۲۱۵، ۲۲۶
۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۷، ۲۴۱، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۲
۲۵۳، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۴، ۲۷۳، ۲۸۷، ۲۹۸
۳۵۴
[خیر الکلام فی تصحیح کلام الملوک
ملوک الکلام]: ۲۷۲
خیر الکلام فی مسائل الصیام: ۲۷۰

[د]

دافع الوسواس فی اثر ابن عباس: ۲۷۴
در المآرب فی شان ابی طالب: ۲۷۶
الدرۃ الباہرۃ فی الاحادیث المتواترۃ: ۲۶۸

دفع الاشتباہ عن شرح السلم لحمد اللہ: ۳۰۱
دفع الکلال عن طلاب تعلیقات الکمال: ۲۷۳

[ذ]

[ذب الطاعنین فی الاذان
لدفع الطواعین]: ۲۶۷
[ذکر تراجم السابقین
من علماء الہند (رسالہ فی)]: ۲۷۴
ذکر شہادت سبط اصغر: ۳۶۵
ذکر ولادت شریف (رسالہ): ۴۱۱

[ر]

راحۃ الفواد فی فراق الاحباء والاولاد: ۲۶۸
رجم الشیطان بتکرار الاذان: ۲۶۷
رحمۃ الامۃ فی شہادۃ الامۃ: ۲۶۷
رحمۃ الغفور لزائر القبور: ۲۶۷
ردّ اہل تشیع (رسالہ): ۴۱۲
ردّ نیاچرہ (رسالہ): ۳۶۸
[الرسالۃ القطبیۃ فی بیان
احوال الفرق النظامیۃ]: ۲۱۵، ۲۷۸،
۳۵۴
[رفع الستر عن کیفیۃ ادخال المیت
وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر]: ۲۷۵
الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل: ۲۷۵
روضۃ النعیم: ۲۸۱، ۳۸۴
[روع الاخوان عن محدثات
آخر جمعۃ رمضان]: ۲۷۴
[ریاض المسلمین فی ذکر
مناقب الخلفاء الراشدین]: ۳۰۲

[ز]

زاد التقویٰ فی آداب الفتویٰ: ۲۴۶
زبدۃ الخصائل شرح عمدۃ الوسائل: ۳۶۵
زبدۃ الفوائد شرح نظام العقائد: ۲۶۸
زبدۃ المنطق: ۳۹۹
زبدۃ النحو: ۳۸۳
زجر ارباب الریان عن شرب الدخان: ۲۷۴
[زجر الاولیاء
عن انکاح الصغائر فی الصباء]: ۳۹۹
[زجر الشبان والشیبۃ
عن ارتکاب الغیبۃ]: ۲۷۵
زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس: ۲۷۴
زرکامل عیار: ۳۵۷

[س]

سائنس وکلام (رسائل): ۲۶۸
سباحۃ الفکر فی جہر بالذکر: ۲۷۵
سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان: ۲۱۵، ۲۲۱،
۴۰۸
سبیل الرشاد: ۲۶۹

سدل الثواب (رسالہ فی): ۲۶۰
سعد ونحس (رسالہ): ۲۶۳
السعی المشکور فی ردّ المذہب الماثور: ۲۷۵
سفینۃ النجات: ۴۱۸
السقایۃ لعطشان الہدایۃ: ۲۷۰
سلسلۃ الذہب شرح المنشعب: ۲۶۶

[ش]

شرح اسمائے حسنی از ملا عبدالرزاق: ۲۶۳
شرح اسمائے حسنی از ملا محمد مبین: ۴۰۵
شرح الایقاضات: ۳۰۵
شرحان لایساغوجی: ۲۶۶
شرح الدائر فی الاصول: ۲۷۷
[شرح الدوحۃ المیادہ فی حدیقۃ الصورۃ والمادہ]: ۲۵۳
شرح پنج گنج: ۲۴۸
شرح تبصرہ: ۲۹۵
شرح تحریر الاصول: ۲۹۷
شرح تہذیب: ۲۸۷
شرح چہل کاف: ۳۸۳
شرح خلاصۃ الحساب از ملا احمد اللہ: ۲۴۸
شرح خلاصۃ الحساب از ملا رحمت اللہ: ۲۴۸
شرح الرسالۃ المبارزیۃ: ۲۹۷
شرح رسالہ غوثیہ: ۳۶۵
شرح رسالہ نظامیہ: ۳۸۳
شرح رسائل الارکان: ۳۸۳
شرح سُلّم از ملا احمد عبدالحق: ۲۲۶
شرح سُلّم از ملا بحر العلوم: ۲۷۷
شرح سُلّم از ملا حسن: ۲۳۸
شرح سُلّم از ملا محمد رضا: ۲۴۷
شرح سُلّم از ملا محمد مبین: ۲۹۵
شرح سُلّم از ملا محمد ولی: ۳۰۴
شرح سُلّم از ملا ولی اللہ: ۳۰۵
شرح شرح الوقایۃ المسمّیٰ بالسعایۃ: ۲۷۴
شرح ضابطہ تہذیب: ۲۳۱
شرح طاش کبریٰ زادۃ فی الادب: ۳۶۵
شرح غایۃ العلوم از قطب الدین: ۲۸۹
شرح غایۃ العلوم از ملا ولی اللہ: ۴۱۷
شرح فصول اکبری از ملا امین اللہ: ۲۳۱
شرح فصول اکبری از ملا علاء الدین: ۲۵۵
شرح فصول اکبری از مولانا عبدالباری: ۲۶۶
شرح فقہ اکبر از ملا بحر العلوم: ۲۷۷
شرح فقہ اکبر از ملا عبدالاعلی: ۲۷۸
شرح قاضی مبارک سلم العلوم: ۲۵۳
شرح کافی: ۳۸۳
شرح مثنوی رومی: ۲۷۷
شرح مسلّم الثبوت از ملا بحر العلوم: ۲۷۷

شرح مسلّم الثبوت از ملا حسن: ۲۳۸
شرح مسلّم الثبوت از ملا محمد مبین: ۲۹۵
شرح مسلّم الثبوت از ملا نظام الدین: ۲۹۷
شرح معارج العلوم از قطب الدین: ۲۸۹
شرح معارج العلوم از ملا ولی اللہ: ۴۱۷
شرح المنار: ۲۹۷
شرح مناقب رزاقیہ: ۲۷۸
شرح منشعب: ۲۴۸
شرح میزان از ملا محمد حامد: ۲۳۷
شرح میزان از ملا رحمت اللہ: ۲۴۸
شرح ہدایۃ الصرف از مولانا عبد الباری: ۲۶۶
شرح ہدایۃ الصرف از ملا عبد المجید: ۲۸۲
شرح ہدایۃ الصرف از ملا عبد الحکیم: ۲۸۱
شرح ہدایۃ النحو: ۲۶۶
[شفاء الصدور فی احادیث
صلوٰۃ الاسبوع والشہور]: ۲۶۸
شہادۃ الحسین: ۲۶۹
شہادت نامہ (رسالہ): ۴۱۱

[ص]

الصبح الصادق: ۲۹۷
صراط مستقیم: ۲۵۱
صرع الجان فی نسمۃ الانسان: ۲۶۸
صرف الصرف: ۳۸۳

[ض]

ضمین الصرف: ۲۸۳

[ط]

طرب الاماثل بتراجم الافاضل: ۲۷۳
الطریقۃ الوسطی فی سماع الموتی: ۲۵۳
[طعن السنان بزیادۃ
اسامی الخلفاء فی الاذان]: ۲۶۷
الطہر المتخلل (رسالہ فی): ۲۴۶

[ظ]

ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی: ۲۷۵
ظفر الانفال تعلیق غایۃ المقال: ۲۷۶

[ع]

العقود المتلالئۃ فی الاسانید العالیۃ: ۳۶۴
[عمدۃ التحریر فی مسائل اللون
واللباس والحریر]: ۲۷۰
عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ: ۲۷۴، ۳۴۳،
۳۶۸، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴
عمدۃ الفرائد از ملا محمد اکرم: ۲۳۴
عمدۃ الفرائد ترجمہ شرح عقائد: ۴۱۵
عمدۃ النصائح فی ترک القبائح: ۲۷۵
عمدۃ الوسائل: ۲۶۳، ۳۰۵،
۳۵۴
عمدۃ الوسائل للنجاۃ: ۲۱۵، ۲۲۶

العمل المغفور فی زیارۃ القبور: ۲۶۷
عین الصواب فی صنعۃ الاسطرلاب: ۲۶۶

[غ]

غایۃ البیان فیما یحل ویحرم من الحیوان: ۲۹۶
غایۃ الکلام شرح الوصایا للامام: ۲۶۸
غایۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام: ۴۰۶
[غایۃ الکلام
فی مسائل الحلال والحرام]: ۲۷۰
[غایۃ المامول فی جواز تسمیۃ
فضل احمد وفضل رسول]: ۲۶۷
غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال: ۲۷۶
الغرمان حاشیۃ بدیع المیزان: ۲۷۱
غیث الغمام علی حواشی امام الکلام: ۲۷۵

[ف]

فتاویٰ (مجموعہ) از ملا رحمت اللہ: ۲۴۸
فتاویٰ (مجموعہ) از ملا محمد معین: ۲۹۶
فتاویٰ عالم گیری: ۲۴۹
فتاویٰ قیام الملۃ والدین: ۲۱۶، ۲۶۴
۲۶۸
فرائض غوثیہ (علم فرائض): ۳۹۸
[فرحۃ المدرسین
بذکر المؤلفات والمؤلفین]: ۲۷۳
فسانۂ غم والم: ۲۶۱
فضائل اہل بیت (رسالہ): ۲۹۵
فضائل غوثیہ: ۲۶۱
فقہ (رسالہ): ۲۴۸
فقہائے ہند: ۳۲۲
الفلک الدوّار فی رؤیۃ الہلال بالنہار: ۲۷۴
[الفلک المشحون
فی انتفاع المرتہن بالمرہون]: ۲۷۴
الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ: ۲۷۳، ۳۷۲
۳۷۴
الفوائد المتفرقۃ من الکتب المتشتۃ: ۴۰۰
الفوز العظیم (سفرنامہ): ۱۰۱، ۳۶۴،
[الفیض الرحمانی حاشیۃ
الخلاصۃ للکیدانی]: ۲۶۷
فیض القادر فی تفسیر آیۃ الغافر: ۲۶۸

[ق]

قاموس المشاہیر: ۳۴۵
قراءت خلف الامام (رسالہ): ۲۹۶
قرۃ العینین فی ایمان الابوین: ۲۶۷
قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار: ۲۷۰
قوت المغتذین بفتح المقتدین: ۲۷۵
القول الاسلم لحل شرح السلم: ۲۷۱
القول الاشرف فی الفتح عن المصحف: ۲۷۶
القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم

القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن: ۲۷۰
[القول المحیط فیما یتعلق
بالجعل المؤلف والبسیط]: ۲۷۱
القول المغور علی القول المنشور: ۲۷۵
القول المنشور فی ہلال خیر الشہور: ۲۷۵
[القول المؤید لتکرار
صلوٰۃ الجمعۃ فی مسجد واحد]: ۲۶۷
قول فیصل: ۱۰۴
قیصر التواریخ: ۳۴۲

[ک]

کاشف الظلمۃ فی بیان اقسام الحکمۃ: ۲۷۱
کبری: ۴۱۵
کتاب العقائد: ۲۶۸
کتاب الفرائض: ۲۶۸
[کشف الابرار فی خصائص
سید الابرار]: ۴۱۷
[کشف الاشتباہ فی حل شرح السلّم
للمولوی حمد اللہ]: ۲۷۱
کشف الحال عن المانع لرؤیۃ الہلال: ۲۶۷
کشف القضاۃ فی احوال الاموات: ۲۶۲
کشف المکتوم فی حاشیۃ بحر العلوم: ۲۷۱
کشف رین الریب عن مسلۃ الغیب: ۲۶۱
الکلام الجلیل فیما یتعلق بالمندیل: ۲۷۴
الکلام القدسی تفسیر آیۃ الکرسی: ۲۸۳
[الکلام المبرم فی نقض
القول المحقق المحکم]: ۲۷۵
الکلام المبرور فی ردّ القول المنصور: ۲۷۵
الکلام المتین فی تحریر البراہین: ۲۷۳
الکلام الوہبی فی حل بعض عبارات القطبی: ۲۷۱
’کلامی ہذا کاذب‘ (رسالۃ فی بحث): ۳۰۵
کنز الحسنات فی مسائل الزکوٰۃ: ۲۹۵
کنوز الاسرار: ۳۵۷

[ل]

[اللطائف المستحسنۃ
بجمع خطب شہور السنۃ]: ۲۷۵
لوازم الاحناف للاسلاف علی الاخلاف: ۲۱۵

[م]

مآثر الکرام: ۲۱۵، ۲۲۱،
۴۰۸
مثنوی مولانا روم: ۴۷، ۲۵۹،
۲۸۰
مجربات عثمانیہ: ۲۶۱
محمد علی: ذاتی ڈائری کے چند اوراق: ۱۰۸، ۱۱۱
مختصر التاریخ: ۲۶۹
مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الھدایۃ: ۲۷۳
[مرأۃ المومنین وتنبیہ الغافلین

فی مناقب آل سید المرسلین]: ۴۱۷
مرأۃ الواعظین ترجمہ درۃ الناصحین: ۳۰۱
مسائل الطہارۃ (رسالۃ فی): ۲۶۷
مسائل روزہ (رسالہ): ۲۹۵
[مسند امام احمد ابن حنبل
مع اسماء الرجال]: ۴۰۰
مسئلۃ التشکیک (رسالۃ فی): ۳۰۵
مسئلہ خلافت پر علمائے ہند کا فتویٰ: ۸۵
مصباح الدجیٰ فی لواء الہدیٰ: ۲۷۲
معارج العلوم: ۲۳۸
مدارج العلوم: ۲۳۸
المعارف بمافی حواشی شرح المواقف: ۲۷۳
معدن الجواہر (فارسی تفسیر قرآن): ۴۱۷
المعراج (رسالہ فی) از ملا افہام اللہ: ۲۳۴
المعراج (رسالہ فی) از مولانا عبدالباری: ۲۶۹
معراج (رسالہ) از ملا عبدالہادی: ۲۶۱
معراجیہ (رسالہ): ۲۵۳
المعلم: ۲۳۴
المعلم ترجمہ تعلیم المتعلم: ۴۱۵
معین الغائصین فی ردّ المغالطین: ۲۷۱
المعیۃ فی تحریم المتعۃ: ۲۹۶
[مفید الخائفین فی جواب
من ردّ علی معین الغائصین]: ۲۷۲
مقالات شبلی: ۳۹، ۵۴،
۲۲۱، ۴۰۸
مقالات محمد علی: ۱۰۷
مقامات تصوف (رسالہ): ۲۶۲
مقدمۃ التعلیق المجد: ۲۷۳
مقدمۃ التفسیر: ۲۶۳
مقدمۃ السعایۃ: ۲۷۳
مقدمۃ الصرف: ۲۶۶
مقدمۃ الہدایۃ: ۲۷۳
مقدمہ عمدۃ الرعایہ: ۲۱۵، ۲۶۲،
۲۷۳،
مقدمہ ہدایہ: ۲۱۵
ملہم الملکوت شرح مسلّم الثبوت: ۲۶۸
مناقب الاولیاء الخمس (رسالۃ فی): ۳۶۵
المناقب الرزاقیہ: ۲۹۸
مناقب قادریہ رزاقیہ: ۲۵۰
المناہل السلسلۃ فی الاحادیث المسلسلۃ: ۳۶۴
المنتخب مختصر المنشعب: ۲۶۶
المنح المدنیۃ فی مذہب الصوفیۃ: ۳۶۵
منہج الرضوان فی قیام رمضان: ۲۶۲
منیۃ الراغبین ترجمہ غنیۃ الطالبین: ۳۰۱
مولانا عبدالباری: حیات وخدمات: ۴۱، ۷۱، ۳،
[مولانا عبدالحی فرنگی محلی

حیات وخدمات]: ۳۷۴
مولانا محمد علی کی یاد میں: ۹۷، ۹۸،
۱۰۰، ۱۰۵
میزان الافکار: ۳۵۷
میسر العسیر فی مبحث المثناة بالتکریر: ۲۷۲

[ن]

النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر: ۲۷۳
نخبة الانظار علی تحفة الاخیار: ۲۷۶
نزہة الخواطر: ۵۶، ۶۴،
۲۲۱، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۶، ۳۲۷،
۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۴، ۳۳۶،
۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۸،
۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵،
۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۵، ۳۶۸، ۳۷۱، ۳۷۳،
۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰،
۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۷، ۳۹۱،
۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۸، ۴۰۹،
۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۴، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰
نزہة الفکر فی سبحة الذکر: ۲۷۵
نشر الغوالی فی الاحادیث المسلسلة: ۳۶۴
نشریات ماجد: ۴۶، ۴۸،
۵۱، ۵۵، ۶۰
نصائح (رسالہ): ۴۱۲
[النصب الاوفی فی تراجم
علماء الائمة الثانیة عشر]: ۲۷۳
النصیحة (رسالة): ۲۶۹
نظم الدرر فی سلک شق القمر: ۲۷۰
نظم الفرائد فی بعض الفوائد: ۲۶۹
نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت: ۳۰۵
النفحة الفخمة بتحیة النزہة: ۲۷۵
[نفع المفتی والسائل
بجمع متفرقات المسائل]: ۲۷۴
نور الایمان فی آثار حبیب الرحمن: ۲۷۰
نور الصباح حاشیة المصباح: ۲۶۶
نور العین فی تقبیل الابہامین: ۳۶۵
نور الہدیٰ لحملة لواء الہدیٰ: ۲۷۲
نہج البیان: ۳۰۲

[و]

وحدة الوجود (رسالہ): ۲۷۷
[وسائل البرکات فی اوراد
الصلوٰات علی سید الکائنات]: ۳۸۴
وسیلة الشفاعة فی احوال الصحابة: ۲۴۶
وسیلة النجاة: ۴۰۵
وضوء الرسول (رسالہ فی): ۲۹۸
وظائف حیدریہ: ۲۴۰
وظائف قادریہ: ۲۶۱

وعظ (رسالہ): ۳۱۲
الوفاۃ (رسالہ فی): ۲۶۹
وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ: ۲۱۹
وقائع عبد القادر خانی (علم و عمل): ۳۷۶

[ہ]

ہجرت و قربانی گاؤ (رسالہ): ۹۳
ہدایۃ الانام فی اثبات تقلید الائمۃ الکرام: ۲۳۶
ہدایۃ المنطق: ۳۹۹
ہدایۃ الوریٰ الی لواء الہدیٰ: ۲۷۲
ہدایت نسواں: ۲۵۹
ہدیۃ الخلان شرح المیزان: ۲۶۶
ہدیۃ الطلبۃ: ۲۶۶
الہدیۃ المختاریۃ شرح الرسالۃ العضدیۃ: ۲۷۲
الہمیۃ بنقض الوضوء بالقہقہۃ: ۲۷۵
الہیاکل المعنویۃ للشمائل الترمذیۃ: ۲۶۹

انگریزی کتب

Combridge of India: Farangi Mahall: 358,359,360,366,371,386, 387,388,393,400,402,410, 412,416,421

The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia: 55,58,64,76

□□□

کتابیات

[Bibliography]

[ترجمہ، حواشی اور تعلیقات میں مندرجہ ذیل کتابوں سے براہ راست استفادہ کیا گیا]

[عربی و فارسی]

۱) أبجد العلوم: صدیق حسن خاں، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۷۸ء

۲) أعلام من أرض النبوة: شریف انس بن یعقوب، دار المجتبیٰ مدینہ منورہ، ۲۰۱۶ء

۳) اغصان الأربعة (فارسی): ولی اللہ فرنگی محلی، مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ، ۱۸۸۱ء

۴) البداية و النهاية: حافظ عماد الدین ابی الفداء دمشقی، دار ہجر قاہرہ، ۱۹۹۷ء

۵) الفوائد البهيّة في تراجم الحنفية: عبد الحیٔ فرنگی محلی، مجلس برکات مبارک پور، ۲۰۰۱ء

۶) بحر زخار (فارسی): مولفہ: وجیہ الدین اشرف، تصحیح و تدوین: آذرمیدخت صفوی مرکز تحقیقات فارسی (مسلم یونیورسٹی) علی گڑھ، ۲۰۱۱ء

۷) حديقة المرام: محمد مہدی واصف، مطبع مظہر العجائب مدراس، ۱۸۶۲ء

۸) حسرة العالم بوفاة مرجع العالم: عبد الحیٔ فرنگی محلی، (مشمولہ: مجموعہ رسائل الکنوی) ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۹۹۸ء

۹) حسرة الفحول بوفاة نائب الرسول: عبد الباقی فرنگی محلی، مطبع انوار محمدی لکھنؤ، ۱۸۸۷ء

۱۰) حسرة المسترشد لوصال المرشد: عبد الباری فرنگی محلی، مطبع مجتبائی لکھنؤ، سنہ ندارد

۱۱) خلاصة الوفاء باخبار دار المصطفى: علی بن عبد اللہ حسینی، مدینہ منورہ، ۱۹۹۶ء

(۱۲)عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ: عبدالحی فرنگی محلی، مجلس برکات مبارک پور، ۲۰۰۱ء

(۱۳)نزھۃ الخواطر: حکیم سید عبدالحی لکھنوی، دار ابن حزم بیروت، ۱۹۹۹ء

[اردو]

(۱۴)احوال علمائے فرنگی محل: شیخ الطاف الرحمن، مطبع مجتبائی لکھنؤ، سنہ ندارد

(۱۵)احوال ومقامات: محمد عبدالہادی، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، ۲۰۰۹ء

(۱۶)اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں: حکیم سید عبدالحئ، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۶۹ء

(۱۷)الاسرار العالیہ فی المناقب الوالیہ: عبدالغفار فرنگی محلی، ترجمہ: نزہت فاطمہ، (طبع اول) فرنگی محل لکھنؤ، ۱۹۹۹ء

(۱۸)الفوز العظیم (سفرنامہ حج): حبیب الرحمن خاں شروانی، معارف پریس اعظم گڑھ، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

(۱۹)انوار رزاقیہ: شیخ الطاف الرحمن، اشاعۃ العلوم پریس لکھنؤ، ۱۹۲۸ء

(۲۰)بانی درس نظامی: محمد رضا فرنگی محلی، (طبع سوم) نامی پریس لکھنؤ، ۲۰۰۳ء

(۲۱)برید فرنگ (خطوط کا مجموعہ): سید سلیمان ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۷ء

(۲۲)تاریخ نجد وحجاز: عبدالقیوم قادری، تاجدار حرم پبلشنگ کمپنی ہوڑہ، ۱۹۷۸ء

(۲۳)تاریخ فرنگی محل (مقالہ برائے ایم فل): رضیہ جبیں، شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۷۵ء

(۲۴)تحریک خلافت: قاضی عدیل عباسی، ترقی اردو بورڈ نئی دہلی، ۱۹۷۸ء

(۲۵)تذکرۂ علمائے اہل سنت: محمود احمد رفاقتی قادری، (طبع دوم) سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۹۹۲ء

(۲۶)تذکرۂ علمائے حال: محمد ادریس نگرامی، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۸۹۷ء

(۲۷)تذکرۂ علمائے فرنگی محل: محمد عنایت اللہ، اشاعۃ العلوم برقی پریس لکھنؤ، ۱۹۳۰ء

(۲۸)تذکرۂ علمائے ہند: مصنفہ: رحمن علی، مترجمہ: محمد ایوب قادری، (طبع دوم) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۲۰۰۳ء

(۲۹)تذکرۂ علمائے ہندوستان: سید محمد حسین بدایونی، محقق ومدون: خوشتر نورانی،

(طبع اول)، دار النعمان لاہور، ۲۰۱۸ء

(۳۰) تذکرۂ کاملان رام پور: احمد علی شوق، ہمدرد پریس دہلی، ۱۹۲۹ء

(۳۱) تذکرۂ ماجد: اسید الحق قادری، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، ۲۰۰۸ء

(۳۲) تذکرۂ ماہ وسال: مالک رام، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ دہلی، ۲۰۱۱ء

(۳۳) تذکرۂ مشائخ رشیدیہ (سمات الاخیار): مصنفہ عبد المجید رشیدی، محقق ومدون: خوشتر نورانی (طبع سوم) شاہ عبد العلیم آسی فاؤنڈیشن دہلی، ۲۰۱۵ء

(۳۴) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء: واقعات وشخصیات: محمد ایوب قادری، پاک اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۶ء

(۳۵) حدائق الحنفیہ: فقیر محمد جہلمی، مکتبہ ربیعہ کراچی، سنہ ندارد

(۳۶) حسرۃ الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق: محمد عنایت اللہ، اشاعۃ العلوم برقی پریس لکھنؤ، ۱۹۲۹ء

(۳۷) حیات سلیمان: شاہ معین الدین ندوی، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۱ء

(۳۸) خانوادۂ علم اللہی: سید محمد ثانی، سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی، ۲۰۰۵ء

(۳۹) خم خانہ جاوید: لالہ سری رام، رائے گلاب سنگھ پریس لاہور، ۱۹۱۱ء

(۴۰) رسالہ ہجرت ورسالہ قربانی گاؤ: عبد الباری فرنگی محلی، شمس المطابع لکھنؤ، ۱۹۲۰ء

(۴۱) علامہ عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی: مصنفہ ولی الدین ندوی، مترجم: محمد رافع اعظمی ندوی، مرکز شیخ ابو الحسن ندوی اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء

(۴۲) فقہائے ہند: محمد اسحق بھٹی، اریب پبلی کیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۴ء

(۴۳) قول فیصل: عبد الباری فرنگی محلی، نیر پریس لکھنؤ، ۱۹۲۵ء

(۴۴) قیصر التواریخ: کمال الدین حیدر، مطبع نول کشور لکھنؤ، ۱۹۰۷ء

(۴۵) محمد علی: ذاتی ڈائری کے چند اوراق عبد الماجد دریابادی، اشاعت اردو حیدر آباد، ۱۹۴۳ء

(۴۶) مسئلہ خلافت پر علمائے ہند کا فتویٰ عبد الباری فرنگی محلی، الناظر پریس لکھنؤ، ۱۹۲۰ء

(۴۷) مقالات شبلی: شبلی نعمانی، جلد: ۳، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۹ء

(۴۸) مقالات محمد علی (حصہ اول): رئیس احمد جعفری، ادارہ اشاعت اردو حیدر آباد، ۱۹۴۳ء

(۴۹) مولانا عبد الباری فرنگی محلی: حیات وخدمات: نزہت فاطمہ فرنگی محلی، نظامی پریس لکھنؤ، ۱۹۷۹ء

(۵۰) مولانا عبدالحی فرنگی محلی: حیات وخدمات: غلام مرسلین، مرکز دراسات ایشائے غربی علی گڑھ، ۱۹۸۵ء

(۵۱) مولانا محمد علی کی یاد میں: سید صباح الدین عبدالرحمن، (طبع دوم) مطبع معارف
اعظم گڑھ، ۱۹۸۲ء

(۵۲) نشریات ماجد: عبدالماجد دریابادی، نسیم بک ڈپو لکھنؤ، ۱۹۵۴ء

[رسائل وجرائد]

(۵۳) جامعہ (ماہ نامہ): مولانا محمد علی نمبر، حصہ دوم، شمارہ جنوری، فروری ۱۹۸۰ء دہلی

(۵۴) معارف (ماہ نامہ): شمارہ جنوری، ۱۹۲۶ء، دارالمصنفین اعظم گڑھ

[انگریزی]

(55) The Ulama of Farangi Mahall and Islamic culture in South Asia:
Francis Robinson, New Delhi, 2019

(56) Combridge of India: Farangi Mahall:
wali-ul-Haq Ansari, Impression Siliguri(India), 2004

❑❑❑

برصغیر میں عربی، فارسی اور اردو میں تذکرہ نویسی اور تراجم نگاری کی جو روایت چلی آرہی ہے، اس کی نظیر قرب وجوار کی سرزمینیں اور علاقے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ تذکرہ نویسی میں تخصیص وتحدید کے جو اہتمام یہاں نظر آتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ کسی ایک خاندان یا قوم، کسی ایک شہر یا علاقے، کسی ایک صنف سخن، کسی ایک استاد کے تلامذہ، کسی ایک مخصوص عہد، غرض ہر نوعیت کے تذکرے برصغیر میں تصنیف ہوئے ہیں۔

آثار الاول من علماء فرنگی محل مؤلفہ مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی (ف: ۱۹۲۶ء) برصغیر میں تذکرہ نگاری کی ایک ایسی ہی نادر مثال ہے، جو کسی ملک، علاقے، شہر نہیں، بلکہ لکھنؤ میں واقع ایک ”حویلی“ کے مکینوں کا تذکرہ ہے جو تاریخ میں ”خانوادۂ فرنگی محل“ سے جانا جاتا ہے۔ اس خانوادۂ جلیلہ کے علمی احسانات کا سایہ پورے برصغیر، بلکہ اطراف واکناف پر پھیلا ہوا ہے۔ اگر اس خاندان کے صرف ایک فرد ملا نظام الدین محمد سہالوی (م: ۱۷۴۸ء) کے وضع کردہ ”درس نظامیہ“ کی خدمت ہی کو لے لیا جائے تو یہ ایک ایسا فیض جاریہ ہے جس سے پورا جنوبی ایشیا ساڑھے تین سو سال سے سیراب ہو رہا ہے۔ اس خاندان کے علما ومشائخ کی عربی، فارسی، اردو تصانیف نے برصغیر کے علمی ذخیرے اور میراث کی شان اور وقعت کو بڑھایا ہے۔

آثار الاول من علماء فرنگی محل جو اصلاً عربی زبان میں لکھا گیا تذکرہ ہے، پہلی بار ۱۹۰۷ء میں مصنف کے حین حیات چھپا تھا، لیکن مغلوط الکتابت۔ اب ڈاکٹر خوشتر نورانی نے عربی متن کی تصحیح وتنقیح اور اس کے اردو ترجمہ وتعلیقات وضمائم نگاری کا خوشگوار فریضہ انجام دے کر اسے ”علمائے فرنگی محل“ عنوان سے احیا کیا ہے۔ ڈاکٹر نورانی ۲۰۱۸ء میں محمد حسین بدایونی (م: ۱۹۱۸ء) کے مؤلفہ مظہر العلماء فی تراجم العلماء والکملاء کو ”تذکرۂ علمائے ہندوستان“ کے عنوان سے مرتب اور شائع کر کے داد تحقیق وصول کر چکے ہیں۔ اب اُسی نہج پر انھوں نے علمائے فرنگی محل پیش کیا ہے۔ ۷۳ر صفحات کے ایک مختصر عربی تذکرے کو تقریباً ۵۰۰ صفحات پر پھیلا دینا، ڈاکٹر نورانی کی طرف سے تدوین وتحقیق کا وہ اہتمام ہے جس کی مثالیں ہندوپاکستان میں انگلیوں پر گنے جاسکنے والے محققین ہی پیش کرسکے ہیں۔

مصنف کی فہرست مآخذ پر نظر ڈالیں تو کتنے ہی مصادر ہیں جو تا حال مخطوط ہیں اور طبع نہیں ہو سکے اور کچھ ایسے بھی جو اب مفقود یا معدوم ہو چکے ہیں۔ ایسی صورت حال میں اس کتاب کی اہمیت اور افادیت واضح ہے۔ فاضل مرتب ومترجم کی طرف سے تعلیقات نویسی کے دوران استعمال کیے جانے والے مآخذ اس پر مستزاد ہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ علمی حلقوں میں ڈاکٹر نورانی کی اس کاوش کی حسب سابق پذیرائی ہوگی جو انھیں مستقبل قریب میں اسی نوعیت کے کسی دوسرے نایاب اور فراموش شدہ تذکرے کی تدوین کے لیے مہمیز کا کام دے گی۔

ڈاکٹر عارف نوشاہی

ادارۂ معارف نوشاہیہ، اسلام آباد (پاکستان)

Printed & Designed by MAKTABA JAAM-E-NOOR, DELHI-6, Ph.: 011-23281418, 9313783691

ISBN 969799900-7

Published by
IDARA FIKR-E-ISLAMI
422, 1st FLOOR, MATIA MAHAL
JAMA MASJID, DELHI-110006